

محول آئین اہل اذہان و اقصیٰ

آپ جنت

اپریل 2006ء

سیدہ النبیؑ

آیت قرآنی کی روشنی میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشاعت خاص

نمائندگان آب حیات

جناب

| | | | |
|----------------|-----------------------|------------|-------------------------|
| راولپنڈی | سردار محمد ارشد | بہاول | رشید الرحمن قاسمی |
| سیالکوٹ | فتیل الرحمن راشدی | چشتیاں | مولانا حسین احمد حارثی |
| راولپنڈی | مفتی محمد آفاق عباسی | راولپنڈی | قاری عبدالحمید عباسی |
| اسلام آباد | محمد بارون عباسی | خان گڑھی | خالد محمود ضیاء |
| اسلام آباد | قاری محمد زید عباسی | سرگودھا | محمد آفتاب عباسی |
| کراچی | حافظ حبیب اللہ | راولپنڈی | سجاد حسین |
| ہوٹو | فیض زہیر عباسی | روایت | قاری عبدالعظیم عباسی |
| اسلام آباد | ابراہیم احمد عباسی | راولپنڈی | محمد عمر جوزی |
| فیصل آباد | عبدالرحیم چاریاری | قصور | اللہ دہ جہاں |
| بمبئی | فتیل شاہ | لاہور | محمد اطہر جمیلی |
| حسن شاہ | مولانا فتیل الرحمن | بکری | محمد قمر اقبال شفی |
| سرائے صاحبزادہ | عبدالغفار | واہی | حافظ محمد دل |
| کراچی | مولانا قاری عبدالرفیق | سرگودھا | بارون ارشد صدیقی |
| سرگودھا | دکھ احمد عباسی | مرگڑھا | محمد الیاس فاروقی |
| شکوہ پور | امیر محمد معاویہ | گوجرانوالہ | عبدالمجید فاروق جانجیری |
| جہلم | حافظ فتیل احمد عثمانی | پنجاب | محمد آصف |

آل انڈیا مسلم لیگ

| | | |
|----------|-------------------|------------------|
| لہور | حافظ غلام حبیبانی | قاری محمد الحافظ |
| پشاور | تاج الدین صاحب | پشاور |
| قصبہ شاہ | بہادر خان بہادر | قصبہ شاہ |
| کراچی | حافظ عبدالہادی | کراچی |

محمد ارشد عباسی نے صحت پر رنگ پرکس وحدت رواد سے چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ مسلم ہائوں لاہور سے شریعت

AF-1598

اس شمارے میں

| | | |
|----------------------|----------------------------|-------------|
| اداریہ | حضرت مولانا محمد ادریش شاہ | حضرت مولانا |
| نفاذی، خصائص، مضامین | رسالت و بشریت | حضرت مولانا |
| غزوات و محاربات | معاصرین | حضرت مولانا |
| یسو و نصاریٰ | منافقین | حضرت مولانا |
| معجزات و دلائل | مؤمنین | حضرت مولانا |



ہر رات الاول کو مبارک مہینہ نکلتے ہیں، اس ماہ میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ دنیا میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے اگر انہی نیت کو پورا نہ کیا اور نہ اس نیت سے اپنا کما حق پر کام کیا، آپ نے جی دست انسانیت کو رشہ و ہدایت کی لڑ زوال اور بے پایاں دولت سے مالا مال کیا، ایک عمارت میں ذوقی انسانیت کا سر بلند کیا، عظم و سحر کی آمد جنہوں کو روکا، کفر و شرک کے انحصاروں میں حق کے چراغ روشن کئے، انسانوں کو دوسرے دنیا جس سے انسان رب کے قریب اور شیطان سے دور برادری ماہ مبارک کی نسبت سے ہم نے اسلامی صحافت کے سفر کا آج سے چند سال پہلے آغاز کیا تھا، نبی کریم ﷺ کی برکت اور فیض سے ماہ آئے والا دن پیسے دن سے بھر جاتا ہے والا پھر پہلے سے سے زیادہ حسین، ہمارا آئے والا سانس پیسے سانس سے زیادہ دولت بخش، ہمارا آئے والا سال پہلے سال سے زیادہ مغفرت بخش، غرض یہ کہ آپ ﷺ کے فیض ہمارا ماضی کلی کتاب اور مستقبل کا ناک ہے (انشاء اللہ) ہمارے چاہنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اس دور میں حق بات کرنا اور لکھنا کتنا مشکل کام ہے؟

حق و صداقت کا پھر برابر رائے والوں کی کایاں مراد دی جاتی ہیں، پھر برے جھین لئے جاتے ہیں، حق بولنے والوں کی زبان پر ایسی شیریں میٹھی جاتی ہے جس سے زبان کا ٹھنڈا تو بے چپک جاتا ہے، لکھنے والے قلم خریہ لئے جاتے ہیں، قلم خریہ لئے جاتے ہیں، حق سنانے والوں کے گرد پیرے بھڑائیے جاتے ہیں، حق خیر حق و صداقت کا پرچار کرنے والوں کو ہر اعتبار سے سختیاں اور "ناکوں کا سامن کرنا پڑتا ہے، اس لحاظ سے "آپ حیات" کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ بھی ان خوش قسمت میگزینوں میں سے ایک ہے جسے سخت ترین مشکلات کا ہمہ وقت سامن رہنا ہے، مگر ہم آپ سے ایک مرتبہ پھر مدد و یگان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ حالات جیسے جیسے بھی ہوں ہمارے کار کے نقش قدم پر چلنے بولنے حق کی آواز بلند کرتے رہیں گے۔



ہمارے چاہنے والے، ہمارے کرم فرما، ہمارے مخلصین سب ہی کے ضمیر میں ہے کہ "آپ حیات" ہر سال رات ۱۱ ذیل میں ایک "اشتاعت خاص" پیش کرتا ہے، جسے "سیرت النبی ﷺ" نمبر کہا جاتا ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کے نام پاک کی برکت اور اللہ کریم کی کرم و نوازی ہے کہ "آپ حیات" جہاں عامتہ الناس اور خاص کے معلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا جا رہا ہے وہاں "آپ حیات" کو قومی سیرت کا نثر اسلام آباد میں "قومی سیرت ایوارڈ" بھی حاصل ہو چکا ہے، دینی رسائل، جرائد، اخبارات اور قومی سطح کے میگزینوں میں "آپ حیات" کے لیے نہ صرف اچھے بلکہ بہت ہی اچھے تاثرات موجود ہیں، صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء کرام کے ہاں بھی "آپ حیات" کے لیے خاص جہد بات موجود ہیں۔

ہمارا ماضی ہمارے کرم فرماؤں کے سامنے ہے، ہمارے شروع سے لے کر آج تک کبھی بھی حق کو چھپانے اور باطل کا پرچار کرنے کی کوشش نہیں کی، ہمارے نزدیک حق کا ہونا والا کرنا حق کو کام کرنا کا رٹاوب ہے، قرب خداوندی کا ذریعہ ہے، ہم اسی قرب کی تلاش میں حق بولتے ہیں، حق لکھتے اور حق بتاتے ہیں، اس حق گوئی، اے باکی اور جرأتِ اظہار کی پاداش میں ہی ہمیں ایٹوں کے گھوس اور دوسروں کی مخالفت کا سامن کرنا پڑتا ہے، اور یہی کچھ امت مسلمہ کا قیصر ہے، آئندہ بھی ہم کم از کم ایسا ماحول ضرور شائع کرتے رہیں گے، جس سے علماء کلمۃ اللہ کا فریضہ اور ہوتا رہے، اس میں ہم کسی مدد و استہانت کی ضرورت نہیں کر سکتے۔

ظہر کی پیش خیریاں

ظہر مبارک دو اقداس کے لیے ہالٹ کیا جسے اور غیر متوقع طور پر نہیں پیش کیا بلکہ سب یعنی یہ دو انفرادی دونوں ایک "موجودہ" کے انتظام میں صدیقین سے پتہ آ رہے تھے اور قرآن مجید نے ایوانیہ حضرت امیرانہ کی زبان سے تو اس ظہور مبارک کے لیے دعا صراحت سے نقل کی ہے یہ دعا تھا حضرت امیرانہ کی حقیقی ایک مبارک وقت جلد و مقدس بندوں کی زبان سے نہ کر گئی تھی اور اس میں حضرت امیرانہ کے شریک ان کے فرزند حضرت اسماعیل بھی تھے۔

وَإِذْ يُزَوِّجُ ابْنَ مَرْيَمَ قَادِيَةَ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَاعِيلَ. (البقرة ع ۱۵)

اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم اٹھا رہے تھے دوا کر رہے تھے نبی اور (ان کے ساتھ) اسماعیل بھی۔

میں دعا اتنا مقدس کہ خدا نے کبھی کبھار فرشتہ وقت اتنا مبارک کہ میں تعمیر خانہ کعبہ کا زمانہ اور دعا کرنے والے، اللہ کے دو مقبول ترین اور انتہائی برگزیدہ بندے دعا سب سے پہلے اس کی کہ ہماری یہ خدمت قبول ہو۔

وَكُنَّا تَقَوُّيًّا وَمِنَّا أَنْتَ الْمَسْبُوعُ الْعَلِيمُ. (البقرة ع ۱۵)

اے ہمارے پورے روزگار و ہم سے ہماری یہ خدمت قبول فرما ہے شک تو تو خوب سننے والا تو سب چھ جاننے والا ہے۔

اس تنبیہ کے بعد عرض حال میں بھی گذارش تو یہ تھی کہ ہمیں اور زیادہ توفیق طاعت و اطاعت ملے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ. (البقرة ع ۱۵)

(اشاعت خاص)

رائع الاول ۱۳۴۷ھ میں اشاعت خاص کے طور پر حضرت مولانا عبدالعزیز دہلوی کا ایک سچا، سچا اور کھر مضمون پیش کیا جا رہا ہے جس کی انفرادیت اور اہمیت اسی بات سے واضح ہے کہ اس میں میرت الحسنیؑ وقت توفیق کی بات کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

.....

(مجلس تحفظ اسلام پاکستان کی سعادت)

مجلس تحفظ اسلام پاکستان کے کارکنان ارادہ داران کے لیے یہ غیر انتہائی خوش کن ہونی۔ مجلس تحفظ اسلام کی سرپرستی میں طریقت و رہبر شریعت، محبوب العلماء و الصالحی۔

مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ نے قبول فرمائی ہے، انھما مدظلہ اللعالمات کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت سے درخواست کی گئی تھی، جس پر حضرت نے بعد توفیق قبول فرمائی اور دعاؤں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات اور دین پر عمل کرنے کی توفیق دے، اور بزرگوں کی ہدایت کے مطابق کام کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

نور اسلام

حمود الرشید دہلوی

(استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور)

۲۳ مارچ ۲۰۰۲ء بمصرات

.....

اسے ہمارے پروردگار میں اپنا فرمانبردار بنالے۔

اور پھر صحابہ یہ آرزو کہ ہماری نسل سے ایک امت مسلمانیکہ فرمانبردار قوم

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ. (البقرة، ع ۱۵)

اور ہماری نسل سے ایک امت بھی پیدا کر جو میری فرمانبردار ہو۔

خیال کر کے سنیے کہ قید "ہماری نسل" کی لگائی جا رہی ہے یعنی وہ نسل ابراہیم جو حضرت ابراہیم کے واسطے سے ہو، قید کر جاتے ہے بنی اقل سب نکل گئے اور امت مسلمہ بنی ابراہیم میں محدود ہو گئی تو بنی اقل امت اور اس کا رسول کون اور کیسا ہو؟ سماعت فرمائیے۔

وَنَبَأْنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (البقرة، ع ۱۲۰)

اسے ہمارے پروردگار ہمیں لوگوں یعنی بنی ابراہیم کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو میری امتیں انہیں پاک کرے اور انہیں کتاب (الہی) اور نعمت والا تو ہی ہے۔

اور پھر اپنے وقت پر جب یہ رسول ظاہر ہو چکا تو اس کا وصف اس کے دوسرے اوصاف کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ اس کا ظہور تہہ والوں کے درمیان ہوا۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. (الجمعة، ع ۱)

اور ان کی اصلاح کرے اور انہیں کتاب (الہی) اور نعمت کی تعلیم دیتا ہے۔

ابراہیم و ابراہیم کی دعاؤں کا ذکر ہو چکا تو قرآن مجید سے یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ اس ظہور امت کے طہر کی خوش خبریاں اگلے آسمانی صحیفوں میں آچکی ہیں یہ ذکر قرآن نے کہیں تو ملنا اور ہوا واسطے کیا ہے، یعنی صرف کتاب کا ذکر کر کے اشارہ کتاب لانے والے کی طرف بھی کر دیا مثلاً۔

وَإِنَّا لَنَرِي زُجْرَ الْأَوَّلِينَ. (الشعراء، ع ۱۱)

اس کا ذکر یا اس کی خبر اگلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

اور انہیں یہ ذکر براہ راست اور مستحکم کیا ہے اور ایسے موقع پر رسول کے اوصاف

امثالی خصوصی کو بھی مل دیا ہے مثلاً

الَّذِينَ يَقْبَعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا يُسْتَدْعُهُمْ فِي الْقُبُورِ وَالْإِنْجِيلَ يَأْتِيهِمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيُنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيُبْصِرُ عَنْهُمْ إَصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (الاعراف، ع ۲)

جو لوگ بیوی کرتے ہیں، اس امی رسول ﷺ کو (یعنی جس کے وصف کو) دیکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں تو ریت اور انجیل میں وہ حکم دیتا ہے انہیں نیک کرداری کا اور وہ سنا ہے انہیں بد کرداری سے اور پاکیزہ چیزیں ان کے لیے جائز بناتا ہے اور بُرائی چیزیں ان پر حرام رکھتا ہے اور ان سے یہ بوجھ اور قیدیں جو اب تک تھیں اتار دیتے۔

يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا وَعَفْهُمْ

یعنی ان رسول کے اوصاف و علامات یہ اہل کتاب اپنے ہاں تو ریت و انجیل میں درج پاتے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ دعویٰ طے کر دیا اور معاصر اہل کتاب میں سے کسی کو اس سے انکاری حرکت نہ ہوئی ورنہ جہاں اور الزامات سرور کا نکات اور آپ ﷺ کی وحی پر رکھ رہے تھے وہاں ایک اس الزام کا بھی اضافہ کر دیتے کہ تو ریت و انجیل میں کہاں ایسے رسول کے ظہور کا پتہ نشان ملتا ہے؟

تو ریت میں جتنے تعارفات و تجربات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ خود اہل

تو نہ ہو اس کے بچل لانے دے دئی جائے گی اور جو اس پتھر پر سرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے جس پر دو درجہ لگائے جوں والے گا۔ (یعنی۔ ۴۴، ۴۵، ۴۶)

”کتاب مقدس کا جو فقرہ یہاں نقل ہوا ہے اور انجیل مرقس ۱۰:۱۲-۱۱ اور انجیل لوقا ۱۲:۱۰ میں بھی دو دراصل داؤد نبی کی کتاب زیور کا ۲۲:۱۱۸ کا ہے۔ مہماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو ہمیشہ دیکھا تھا وہی اسماعیلی ہی تھے کہ سرے کا جو پتھر ہوا یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ نبی دینی اسماعیلی کا ایک فرد تھا اور یہود و نصرائی جو بھی اس سے ٹکرائے وہ واپش پاش ہو کر رہ گئے۔ یہ جی کر رہ گئے۔

تو ریت اور انجیل میں حوالے اور بھی ملتے ہیں ان سب کی یہاں سماعت فرمانے کے بعد یہ انجیل تفسیر مابدی میں ملانے کرنے کی زحمت گوار فرمائی جائے، قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کی زبان سے ایک اور پیش خیزی کا حوالہ صراحت کے ساتھ دیا ہے اس لیے اسے تو برہنہ میں لیے۔

وَأَنفَالًا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَلَعْنَاهُ سِجْنًا وَلَوْ أَنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ
إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْوَحْيِ وَمُبَشِّرًا لِّمَنْسُوقِ لُطْفِنِ
وَمِنْ بَعْدِي أَشْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ
ثَبِيثٌ. (الصّٰفّ، ۱۷)

اور جب عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا کہ اے اسرائیلیو! اے تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں، تصدیق کرنے والا، تو ریت کی جو تھوڑی مقدار تھوڑے سے ہے، اور اور بات دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے والے ہیں، جن کا نام احمد ہوگا۔ پھر جب وہ ان کے پاس گئے تو ان کے کہنے سے ان کے کہنے سے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

قرآن مجید نے جس قول کی جانب اشارہ کیا ہے وہ موجودہ جعفر انجیل سے بھی قریب تر

تو ریت کا بھی بقی نہیں رہا ہے کہ یہ کتاب وہی لفظی کا نمونہ ہے لیکن اتنی تعریف و تحریف کے بعد بھی کچھ تو حوالے اس میں اب بھی باقی رہ رہے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کی زبان سے اسرائیلیوں کو منسوب کر کے:

”لقد اوتينا محمدًا حیرے لیے حیرے ہی درمیان سے حیرے ہی بھائیوں میں میری

مذاہبیک نبی پر پا کر ہے گا تم اس کی طرف کان دھریا“ (اشعرا، ۱۸-۱۹)

”حیرے ہی بھائی“ یعنی اسرائیل کے بھائی سوانجی اسماعیل کے اور کون ہو سکتے ہیں! اور ان اسماعیلیوں میں ایسا نبی جو ”حیرے ہی مانند“ یعنی مشابہت حضرت موسیٰؑ سے رکھنے والا ہو، پھر ہمارے نبی کریمؐ کے اور کون ہو؟

اور پھر تو ریت کے اس حیرت انگیز ایسی فصل میں دوسری تین آجوں کے بعد ہے، ان کے بھائیوں میں سے کچھ سوائیک نبی پر پا کر ہوں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا“ (ایضاً ۱۸) اسرائیل کے بھائیوں یعنی اسماعیلیوں کا ذکر اس آیت میں بھی اور ”تھوڑا سا“ یعنی موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھنے والے کی تینوں یہاں بھی اور پھر آخری فقرہ کی تصریح کہ ”اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالوں گا“ صاف اس کا مرادف کس کا پیام وہی لفظی کا مجموعہ ہوگا اور یہ وہی لفظی کا دعویٰ جو قرآن مجید کے روئے زمین پر آج تک کتاب اور کس پیام کے لیے ہے؟

تو ریت کے بعد اب انجیل پر آئیے، اس میں ”ترجمہ در ترجمہ“ در ترجمہ کی بنا پر اصلاح ترجمہ اور تہذیب کی سلسلہ آج تک جاری ہے اور وہی جہاں جہاں چھپا کر نہیں بلکہ طبع و نثر یہ لیکن اس سارے کاروبار کے باوجود اس میں بھی یہ لفظ آج تک لکھے چلے آ رہے ہیں یہ حضرت مسیح اسرائیلیوں سے فرما رہے ہیں۔

”کیونکہ ان سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو مہماروں نے دیکھا وہی کوئے کے سرے کا پتھر ہو گیا ہے خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس

مخوف ہو کر جاگ اٹھنے کے واسطے ایک شخص تین جگہ تک سو جاتا تھا کہ وہ غلط نہ ہو۔
 ”میں سوپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا دھوگا (یا مکیل یا شفیق)
 کہنے کا کہ جب تک تمہارے ساتھ رہے“ (بخاری ۱۶: ۱۲۰)

”جو اب تک تمہارے ساتھ رہے“ میں صاف اشارہ موجود ہے اس کی شریعت
 دائمی ہوگی۔ دوسری جگہ ہے:
 ”جب وہ دھوگا (یا مکیل یا شفیق) آئے گا جس کو میں تمہارے پاس سوپ کی طرف سے
 لکھوں گا یعنی چاہی کہ وہ سوپ کی طرف سے لکھتا ہے تو دوسری گواہی دے گا (بخاری ۱۶: ۱۲۰)

اور تیسری مرتبہ:
 ”اگر میں نہ ہوں تو وہ دھوگا (یا مکیل یا شفیق) نہ آئے گا، لیکن اگر چاہوں گا تو اسے
 تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دینا کوں گا اور راست بازی اور عدالت کے بارہ میں
 قصور وار نہ رہے گا۔“ (بخاری ۱۶: ۱۲۰)

یہ عبارتیں جو پانچ کرہائی تھیں، اردو میں ان کی تفصیل اور مکمل کے ساتھ ترجمان نے متن میں
 لفظ ”دھوگا“ اور حاشیہ پر اس کے لئے ”مکیل“ اور ”شفیق“ دینے ہیں اور انگریزی میں جو
 پر اسلٹ فرق کی ترجمان ہے اس کے لئے لفظ Comfaten آیا ہے یعنی تعمیل و بندہ اور جو
 انگریزی میں مکمل عقیدہ و یکتو تک کے معنی ہیں اس میں ان موقعوں پر لفظ Panacle اور
 ہے ہمارے یہاں کے فاضلوں کا بیان ہے کہ جسے یونانی لفظ کے لئے ”دھوگا“ کہتے ہیں، کبھی
 ”مکیل“، کبھی ”شفیق“، کبھی ”تعمیل و بندہ“ اور کبھی PRACLETE، مکمل میں
 PERICLYTS ہے جو صحیح ترجمہ لفظ ”تعمیل و بندہ“ (یعنی مکمل و بندہ) کا ہے۔

غرض یہ کہ جو جو جدیدی قومیں آغاز اسلام کے وقت دنیا میں موجود تھیں اور جو سلسلہ وحی
 و نبوت کی قائل تھیں ان کے مقدس نوشتوں میں پیش خیریاں شروعی سے ایک معمولی نبی
 کی چلی آ رہی تھیں۔ جس کی شریعت دائمی ہوگی یعنی وہ سلسلہ انبیاء کا خاتم بھی ہوگا۔

نام نسب طہن واد

نام:

اس مبارک محمد تھا اور قرآن مجید میں اس کی صراحت چار جگہ آئی ہے ایک جگہ تو
 صرف نام اور منصب کا ذکر ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح، ع ۴)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

دوسری جگہ یہ بتاتا ہے کہ قرآن جو سر تا سر حق ہے نازل نہیں ہوا ہے،
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ
 وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ (محمد، ع ۱)

تیسری جگہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے کہ محمد اللہ کے قاصد یا رسول ہی ہیں جیسا
 کہ آپ کے کتب اور بھی رسول آپ کے ہیں کوئی دیکھتا یا لاتا یا فوق بشری نہیں۔

وَمُحَمَّدٌ اِنَّ رَسُوْلًا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ع ۱۰)

اور محمد تو بس رسول ہیں، ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔

اور اسی آیت میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں۔

اَنۡزَلْنٰ مِّنَ السَّمَاءِ مَائًا فَانۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰی اَعۡقَابِكُمْ

تو اگر ان کی وفات ہو جائے یا انہیں ہلاک کر دیا جائے تو کیا تم لوگ اٹلے

پاؤں ہو ایسی چلے جاؤ گے۔

”جب وہ مددگار (یا دیکل یا شیخ) آئے گا جس کو میں تمہارا باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی چائی کا روہ جو باپ کی طرف سے نکلا ہے تو وہ میری گواہی دے گا“ (یونہ ۲۶:۱۵)

اتنا تو ان میں سے پہلے قول سے ظاہر ہی ہو گیا کہ جو آئے والا حضرت مسیح کے بعد آئے گا وہ خاتم نبوت ہوگا اور اس کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی اب سوال صرف یہ رہا جاتا ہے کہ وہ آئے والا کون ہوگا؟ حضرت مسیح کی زبان مبارک سے نکلا ہوا اصل سریانی لفظ تو اب کیسے دینا ہے معلوم میں محفوظ نہیں۔ اب تو وارد ہوا آپ کے سریانی کلام کے صرف یونانی ترجمہ پر ہے تو اس یونانی ترجمہ کا ترجمہ دوسری زبانوں میں اہل انجیل کیسے قسلی دہندہ Comtovtev کرتے ہیں اور کیسے مددگار سے اور کیسے دیکل سے اور کیسے شیخ سے۔

اور اس اضطراب کے مقابلہ میں ہمارے ہاں کے فضلوں کا بیان جزم کے ساتھ یہ ہے کہ وہ یونانی لفظ Pevilyete ہے اس کا صحیح مفہوم احمدی سے ادا ہوتا ہے اور اس لیے قرآن مجید نے یہ نام حضرت مسیح کی زبان سے ادا کر دیا ہے۔

اس ذاتی بعد محمد ﷺ کے یہی احمد آیا ہے ان دو کے علاوہ اسامہ صفاتی قرآن مجید میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً:

نذیر، بشیر، منذر، مبشر، شاهد، داعی الی اللہ، ”سراج منیر“، مزمل، مدثر، القبی الامی مذکور، رحمة للعالمین، خاتم النبیین۔
اب چند در چند آیات قرآنی لکھا جا رہا ہے تب سن لیجیے، جن میں یہ اسامہ تو صلیاں وارد ہوئے ہیں۔

اَنَا ارْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (العزل ع ۱)
بے شک ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول تم پر شاہد (ہنا کر)
اس شاہد کی شہادت اس آیت سے پیش کر دی اور شہادت بھی ابھی سماعت فرمائیے گا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

اور ہمیں سے ضدنا اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ رسول غیر قانونی بنا کر نہیں بھیجے جئے، بلکہ ہر بشر کی طرح آپ ﷺ بھی فانی تھے اور آپ پر طبی وقفات کے طاری ہونے یا کسی کے ہاتھ سے ہلاک ہونے دونوں کا احتمال تھا۔

پہلی آیت نے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ اس کی بھی خبر دے دی کہ آپ ﷺ کی اولاد و گورنمن سے کوئی زندہ نہ رہے گا صاحبزادوں کی تمجاش اہلہ ہے۔
مَلَكًا مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِّنَ رِّجَالِكُمُ (الاحزاب ع ۵)
تمہارا ہمراہ مردوں میں سے کسی کے والد نہیں۔

اسم محمد ﷺ کی اس چہارگان تصریح کے ساتھ قرآن مجید میں دوسرا نام احمد ملتا ہے۔
حضرت مسیح کی زبان سے پیش خبری کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

إِنْقَالَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي أَسْرَ أَخِيْلَ إِنِّي رَسُوْلُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرِسُوْلٍ يَّأْتِي مِن
بَعْدِي أَسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف ع ۱)

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے اولاد اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرنے والا تواریت کی جو مجھ سے پیشتر سے ہے اور بشارت ستانے والا اس رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں، ان کا نام احمد ہوگا۔

حضرت مسیح کی جو انجیل حواری بتایا کی جانب منسوب ہے اس میں تو یہ پیش خبری آج بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ باقی جو انجیلیں یونان میں عبارتیں اس قسم کی لکھی ہوئی چلی آتی ہیں۔

”میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (یا دیکل یا شیخ) بخشے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے“ (یونہ ۱۴:۱۶)

اور ہم نے آپ کو تمام تر ایک خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور یہی الفاظ سورۃ الفرقان ع ۳ کی ایک آیت میں وارد ہوئے ہیں۔

اسی طرح ایک جگہ اور ہے:

إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ (ہود، ع ۲۶)

آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں۔

پھر ایک جگہ اور صیغہ غائب میں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (الاعراف، ع ۱۳)

یہ تو تمام تر ایک کلمے ہوئے ڈرانے والے ہیں۔

ایک جگہ اہل کتاب سے خطاب خصوصی میں ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى قُرَّةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَتَّبِعُوا سُلْجَاءَ نَا مِنْ بُشَيْرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بُشَيْرٌ وَنَذِيرٌ (المائدہ، ع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول ﷺ آج پہنچے ہیں جو تم سے کھول کر بیان کرتے ہیں ایسے وقت میں جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا کہ تم کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی شیر مذہب نہیں آئے تو ہمارے پاس تو شیر مذہب آگیا۔

کہیں کہیں یہ لفظ صیغہ مطلق میں خود رسول ﷺ کی زبان سے ادا کر دیے گئے ہیں۔

إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبُشَيْرٌ لِّقَوْمٍ يَعْمَنُونَ (الاعراف، ع ۲۳)

میں تو کھس ایک شیر مذہب ہوں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ الْعَمِينَ (الحج، ع ۶)

آپ کہہ دیجیے: کہ میں تو ایک کلمہ کھٹا ڈرانے والا ہوں۔

إِنِّي لَكُمْ قُرَّةٌ نَذِيرٌ وَبُشَيْرٌ (ہود، ع ۱۶)

إِنَّمَا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

کہیں کہیں اس سے بھی زیادہ اسامہ صفاتی اکٹھے بیان ہوئے ہیں مثلاً

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى

اللَّهِ يُلَاقِيهِ وَمِمَّا جَاءَتْهُ (الحزاب، ع ۶)

اے نبی جنگ ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد، مبشر اور مذہب بنا کر اور اللہ کی طرف داعی اس کے لڑنے سے اور ایک روشن چراغ۔

اور منذر اور مذہب کی تکرار تو کثرت سے آئی ہے، کبھی الگ الگ اور کبھی

دوسرے اسامہ صفات کے ساتھ مل کر ہم مندر کر لکھیے۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہود، ع ۱۶)

آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک ہدایہ (رکھا گیا) ہے۔

بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ (ق، ع ۱۶)

ان لوگوں کو اس پر اچھا ہے کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا نہیں میں سے آگیا۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مِّنْ يَّخْشَاهَا (الذات عات، ع ۲۶)

آپ تو بس ڈرانے والے ہیں اسے جو دوزخ سے خوف رکھتا ہے۔

اب مذہب والی آیتیں سنئے علاوہ ان دو آیتوں کے جو بھی آپ سن چکے ہیں۔

إِنَّمَا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (البقرہ، ع ۱۴۶)

بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

اور اس کے علاوہ سورۃ الفاطر ع ۳ کی ایک آیت میں بھی یہ آیا ہے کہیں کہیں یہی

مضمون صیغہ حاضر کے ساتھ وارد ہوا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (بنی اسرائیل، ع ۱۱۲)



اور شاہد اور مشہود

اس دوسری آیت میں اشارہ ذات نبوی کی طرف ایک قول کے مطابق ہے، اور دوسرے قول کے مطابق مشہود ہے۔

یہ سارے نام ایسے ہوئے، جو صریح یا دلائل رسول کی مستقل صفات سے متعلق وارد ہوئے ہیں ان کے علاوہ دو جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ رسول ﷺ پر کوئی وقتی کیفیت طاری ہوئی اور قرآن نے بس اسی وقت صحت سے آپ کو مخاطب کر دیا، چنانچہ نزول وحی کے ابتدائی زمانے میں جب برادری والوں نے شرارت سے انکار واستہزاء آپ کے دعوئی نیت پر شروع کیا، تو ایک روز آپ ﷺ ان حالات سے متاثر و ملول خاطر، چادر میں لپیٹے ہوئے لیٹے تھے تو قرآن نے تمہیک اسی صیغہ کے ساتھ آپ کو مخاطب کیا اور کہا۔

يَا أَيُّهَا الْمَوْمِنُ. (المؤمن، ع ۱)

اے چادر میں لپیٹے والے

اور پھر اسی طرح جب کچھ روز بعد وحی کے تسلسل میں وقفہ پڑ گیا اور آپ فکر مند اور غم سے لپیٹے ہوئے لیٹے تھے تو قرآن مجید نے آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. (المدثر، ع ۱)

اے چادر میں لپیٹے والے

یہ سارے اساماء صفاتی تو وہ ہوئے جن میں سے ہر ایک تکلم قرآن مجید میں آچکا ہے باقی کچھ اور نام بھی ہیں جو براہ راست تو وارد نہیں ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید کی عبارتوں سے ماخوذ و مستحیل کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

مصلطی، یحییٰ، مطاع، صادق، امین، مبلغ، معلم، محرک، مرسل وغیرہ

اور ان سب کے علاوہ اساماء ایک ایسی اور ایک الرسول کا اطلاق تو اس کثرت سے حضرت کی ذات پر ہوا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا بھی آسان نہیں۔



جے تک میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے نذیر و بشیر ہوں۔

اور سورہ الذاریات ع ۳ میں پاس ہی پاس دو جگہ ان الفاظ کو رسول کریم کی زبان سے دہرایا گیا ہے۔ اور کہیں ان صفات کے ساتھ ظالمین کے دائرہ میں ساری دنیا کو لے آیا گیا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا قَاذِفًا لِّلنَّاسِ بَشِيرًا أَوْ نَذِيرًا. (مہربا، ع ۳)

اور ہم نے تو بس آپ کو بھیجا کہ نذیر و نذیر بنا کر سارے ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔

نذیر کا لفظ اسنے موقعوں کے علاوہ بھی دو ایک جگہ آنحضور ﷺ کے لیے آیا ہے لیکن وہاں دلائل اتنی صریح و واضح نہیں۔

ابھی ابھی آپ نے سنا کہ حضور ﷺ کی بعثت کا لفظ لفظ اس حق یعنی نسل انسانی کے لیے اور ملک عرب کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں اس علم بعثت کی تائید تقویت سورہ الفرقان کی بھی ایک آیت سے ہوتی ہے جہاں فرمایا گیا ہے کہ فرقان اس بندہ خاص پر اس لیے نازل کیا گیا کہ

لَنَكُونَنَّ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا. (الفرقان، ع ۱)

تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے سارے عالم کا ڈرانے والا ہو۔

اہم شاہد کے کی اطلاق ذات نبوی کے لیے چند منٹ قبل آپ کی سماعت میں آچکے ہیں اور شاہد کے معنی عام طور پر گواہ سمجھے جاتے ہیں لیکن اس لفظ کا استعمال ہوگا اگر شاہد، گواہ حاضر کے مرادف سمجھا جائے اور کم سے کم دو آیتیں قرآن مجید میں اور ایسی ہیں، جہاں شاہد سے اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے بعض اکابر تفسیر نے خیال کیا ہے ان میں سے ایک آیت سورہ ہود کے رکوع ۲ میں ہے۔

وَيَنْفَلُوهُ شَاهِدًا يَّمْنَهُ

اور فرقان کے ساتھ اس میں ایک گواہ بھی ہے۔

اور دوسری سورہ البورج کے شروع میں ہے۔

وَشَاهِدًا وَمَشْهُودًا

أُرَايْتُ الَّذِي يُنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى (علق)

تو نے اس شخص کے حال پر نظر کی جو روکتا ہے جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔

اور ایک جگہ ایسے ہی موقع پر بجائے محض عبد کے لفظ عبد اللہ آیا ہے سیاق یہ ہے کہ رسول اللہ جب عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو مشرکین معاندین آپ پر جھوم کر کے چڑھتے ہیں تو وہاں کام ایسا ہو سکتا ہے عبد اللہ سے لیا گیا ہے۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَانُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (الجن ع ۱)

اور جب عبد اللہ کا بندہ (خاص) کھڑا ہوتا ہے کہ اس کی عبادت کرے تو یہ لوگ

اس پر جھوم کر آتے ہو تو ہے۔

نزل قرآن کی تعلیم پر تین احادیث کے سیاق میں ذکر بار بار یعنی اسی عبد کامل کا آتا ہے تھری والی آیت ابھی آپ سن چکے، اب تین آیتیں اور اس سلسلہ کی سماعت میں لائی جائیں، پہلی آیت۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ (الکھف ع ۱)

ساری طرف ہے اس اللہ کے لیے جس نے کتاب اپنے بندہ پر اتاری۔

دوسری آیت:

تَبَارَكَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ (الکھف ع ۱)

بارک ہے وہ ذات جس نے فرکان اپنے بندہ پر نازل فرمایا۔

هُوَ الَّذِي يُنْزِلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ مُبِينَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

إِلَى النُّورِ (الحديد، ع ۱)

وہ اللہ وہی ہے جو صاف صاف آیتیں اتارتا ہے اپنے بندہ پر تاکہ وہ ظلمتیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

اسی سلسلے میں ایک اور لفظ کا ذکر ضروری ہے جو اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے تو عام ہے لیکن رسول اللہ کی تکریم و تشریف خصوصی کے موقع پر اس تکرار سے آیا ہے کہ اگر اسے آپ اللہ کا لقب خصوصی قرار دیا جائے تو کچھ عجائبات وہ لفظ ہے عبد، خصوصیت و پاکیزگی کے موقع پر آپ کی جانب اشارہ اسی نگہ سے کیا گیا اور نمایاں آپ کے وصف عبدیت کو کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید کے شروع ہی میں، جہاں مشکروں اور معاندوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہا ہے کہ اگر سارا قرآن نہیں بنا سکتے ہو تو ایک سورت ہی اس کی سی پیش کر دو کیا وہاں بجائے رسول یا نبی کے کام اسی لفظ و عبد سے لیا گیا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ (البقرة، ع ۲۳)

اور اگر تمہیں اس حکام کے باب میں کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو اس کی سی ایک سورۃ تم خود بنا دو۔

اسی طرح جہاں مسجد اقصیٰ کے سفر معراج کا ذکر ہے وہاں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (بنی اسرائیل، ع ۱)

پاک ہے وہ ذات جو رات رات لے گئی اپنے بندہ کو کعبہ حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

اسی طرح جہاں میرا آسمانی سے سرفرازی و تقرب خصوصی کا ذکر ہے وہاں بھی تعریف اسی لفظ کا ہوا ہے۔

فَلَوْحٍ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (النجم ع ۱)

پھر اللہ نے وحی کی اپنے بندہ پر جو کچھ کوئی کی۔

ایک جگہ یہ مذکور ہے، کہ کافر معاند عبد کامل کی نماز و عبادت کی راہ میں حائل ہوتے ہیں وہاں اشارہ ہوا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء ۷۴)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر جہانوں کے حق میں۔

اور دوسرا وصف ختم نبوت کا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ (الاحزاب ع ۵)

وہ لفظ قرآن مجید میں اور بھی آئے ہیں ایک نور دوسرے برہان، مجہود مفسرین

کے نزدیک ان کا تعلق اوصاف قرآن ہی سے ہے چنانچہ ایک یہ ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (المائدہ ع ۱۶)

بے شک اللہ کے پاس سے تمہارے پاس آچکا ہے نور اور کتاب واضح۔

اور دوسری آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ (النساء ع ۲۴)

اے لوگو! تمہارے پاس برہان بھیجی گئی ہے تمہارے پروردگار کے پاس سے۔

لیکن مفسرین کا ایک گروہ اور بھی گیا ہے کہ دونوں لفظوں سے مراد ذات نبوی

ہے تو یہ حالات ہیں تو کسی مگر بہت فحشی ختم پر۔

اور اس لفظ، برہان، سے ملا ہوا ایک اور لفظ بیضہ بھی، آپ کی شان میں سمجھا گیا

ہے مثلاً اس آیت میں۔

حَتَّى تَلْبِسَهُمُ الْبَيْنَةَ (بینۃ)

جب تک کہ ایک واضح دلیل ان کے پاس نہ آگئی۔

ن:

نام نبی اور اسامہ توصیفی پر لکھو جو بھی برہریت میں نام کے بعد ہی نسب کا

کہیں اس "نزل" کا اطلاق بجائے کلام کے فتح نبی و حضرت خصوصی پر ہوا

ہے اور وہاں بھی مذکور عہد ہی کا ہے۔ مثلاً

وَأَن كُنْتُمْ مِّنكُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَوْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (الانفال ع ۵)

اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے فیصلہ کن اپنے بند پر اتاری۔

اور کہیں یہ ایمان دلا دیا ہے کہ یہ عہد براہ راست اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں ہے۔

الْيَسَّ اللَّهُ يَكْفُلُكَ عَبْدُكَ (زمرہ ع ۴)

کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کی حفاظت کے لیے؟

اسا مصفاقی میں سے دو ایسے بھی ہیں، جو ایک طرف تو کھلے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے

لیے استعمال ہوئے اور دوسری طرف وہ اسامہ جتنی باری تعالیٰ میں بھی داخل ہیں وہ لفظ ہیں

رؤف اور رحیم، صیغہ معرف میں آل کے اضافہ کے ساتھ تو یہ الرؤف والرحیم اسامہ الہامی میں

ہیں لیکن تکریم میں بغیر آل کے رسول ﷺ کے اسامہ مصفاقی میں لا لائے گئے ہیں، سورۃ البرآۃ کے

ختم پر رسول ﷺ کے ذکر صریح کے بعد آتا ہے۔

خَرِصٌ عَلَيْكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ رُؤْفٌ رَّحِيمٌ (التوبة ع)

تمہارے لئے حریص ہیں، مؤمنوں کے حق میں بڑے شفقت اور رحم والے ہیں۔

ایک اور اسم وصفی مذکر ہے ارشاد ہوا ہے۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ (الاعلیٰ)

آپ انہیں یاد دلاتے رہیے اور آپ تو بس ہی یاد دلاتے والے۔

یہ اسم صیغہ کے مقابلہ میں آیا ہے اور صیغہ کے معنی ہیں مصلط یا تذکرہ احمدی

زبان میں دار و فہ کے۔

دو وصف قرآن مجید نے اور آپ کے ایسے بیان کئے ہیں۔ جن سے دو اسامہ

توصیفی پیدا ہو گئے ایک کا تعلق وصف رحمت عالم سے ہے۔

(آل عمران ۱۰)

بے شک جو سب سے پہلے لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ وہ ہے جو یکدم ہے یا بدست اور سارے عالم کے لیے ہدایت۔

اس شہر کا نام بعد کو مکہ پڑا اور اب مزید تعارف سے بے نیاز اس کا شمار دنیا کے معروف ترین شہروں میں ہے۔ امام القرطبی، البلد الامین اور الہدایہ الحرام اس کے قرآنی مترادف ہیں۔

حجاز کے ایک دوسرے شہر کا بھی ذکر قرآن مجید میں یثرب اور مدینہ منورہ سے آیا ہے یہاں رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور ہجرت کا ذکر اور اس کے احکام قرآن مجید میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں، معاندین سے غزوات و محاربات یہاں کے زمانہ قیام میں برابر جاری رہے اور ان کا تذکرہ قرآن مجید میں سبط و تفصیل سے موجود ہے یہ تذکرے تو کبھی حسب موقع آگے سننے لگا یہاں شہر کے سلسلہ میں صرف اتنی بات سن لینے کی ہے کہ یہاں کی آبادی کا ایک خاصہ یہ ہے کہ غرض غرض رعایا پر شامل تھا جو یہ ظاہر اسلامی اسٹیٹ کے ہوا خواہ و فرمایا و دار تھے لیکن درحقیقت غیر دو قارہ بلکہ باقی تھے اور دشمنان حکومت اسلامی سے میل کئے ہوئے تھے یہ لوگ غرض و دو قارہ رعایا کے اسلام کے خلاف طرح طرح کی افواہوں سے ایک سر و جنگ رکھے ہوئے تھے اس پر قرآن مجید نے صاف صاف کبھی کیا۔

لَشَنَ لَمْ يَنْتَه الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُخْلَوُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (الاحزاب ع ۸)

اگر منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ نہ رہ سکیں گے مدینہ میں آپ کے پڑوس میں مگر یہ تم کوڑے سے دن۔

یہ گویا صاف اعلان خداوندی تھا کہ کچھ ہی روز بعد رسول ﷺ کو ان پر پوری طرح

الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لَبِقُمْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (ابراہیم ع ۱)

اے ہمارے پروردگار میں نے بتا دیا ہے اپنی بخش اولاد کو ایک بے شکتی والے دامن کوہ میں تیرے محترم گھر کے قریب ہی اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ قانع کریں نماز کو جس کو تیرے لوگوں کے دل ان کی طرف لگا دے اور ان کو بچوں کا رزق دے تاکہ وہ لوگ شکر گزار ہوں۔

اسی شہر سے متعلق حضرت ابراہیم کی دعا ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں نقل ہوئی ہے۔

وَبِأَجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ (البقرة ع ۱۵)

اے میرے پروردگار اس کو بنادے ایک شہر امن والا اور اس کے رہنے والوں کو بچوں میں سے بھی عنایت کر۔

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اسی ہستی میں ہوئی جو شک و بے گمانی و حضرت ابراہیم کی زمانے میں نہیں، صدیوں بعد تک رہی۔ لیکن اس کے باوجود یقیناً اسی دعا نے ابراہیم کی برکت سے میوؤں اور پھلوں سے محروم پہلے بھی نہ رہی، اور اب تو ایک حد تک خودی شاداب و گھڑا رہن گئی ہے۔ رہی اس شہر کی ماسونیت یا اس کا پران ہونا تو اس کی حرمت تو اس چاہت کو بھی ٹوٹ رہی ہے اور شریعت اسلامی نے اس شہر کو حرم قرار دے کر اس کے اندر جانوروں کا شکار تک ممنوع کر دیا ہے قرآن مجید نے اس کے اس پہلو کو نمایاں کر کے اسے البلد الامین اور الہدایہ الحرام جیسے القاب سے بار بار یاد کیا ہے۔

شہر کا قدیم نام مکہ ہے اور خدا نے پاک کی پہلی عبادت گاہ ہونے کا شرف و امتیاز اسی کو حاصل ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ

دعوتِ مصلح ہو جائے گی اور آپ ﷺ کا قیام یسٹیں رہے گا اس بیان سے ایک فاضل معاصر نے یہ نکتہ بھی خوب پیدا کیا ہے، کہ جب آپ ﷺ کا قیام یسٹیں آخر تک رہے گا تو قاتل بھی نہیں ہوگی اور دفن شریف بھی یہی شہر ہوگا۔

زمانہ:

سنہ تاریخ کی بحث میں پڑنا قرآنی اسلوب بیان کے منافی ہے لیکن آئیے ہم اور آپ ﷺ پر دیکھیں شاید کہ کچھ روشنی حضور ﷺ کے زمانہ بعثت پر بھی آیات قرآنی سے پڑ جائے۔
مکمل بات تو خوب روشن یہ ہے کہ آپ ﷺ کا عہد نزول توریت ہی کے ٹپس نزول انجیل کے بھی بعد کا ہے۔

النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الَّذِي يَجْتَنُونَ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ. (الاعراف ع ۱۶)

وہ نبی امی جس کو (پہلے) کتاب کہتے ہوں تو توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔
آپ ﷺ تو آپ ﷺ آپ ﷺ کے رفیقوں، صحابیوں تک کے اوصاف توریت اور انجیل دونوں میں موجود ہیں۔

ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ، (الفتح ع ۱)

یہ ہے بیان ان کا توریت میں اور یہ ہے ان کا بیان انجیل میں۔

پھر قرآن مجید نے نقل کے پیروں میں ذکر سب سے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ کا کیا ہے اس کے یہ معنی تو کھلے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کا زمانہ حضرت عیسیٰ کے بعد کا ہے بلکہ تصریح یہاں تک ہے کہ عیسیٰ اپنے بعد آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائے گی۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ. (الصف، ع ۱)

میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ﷺ ہوگا۔

اس کے بعد یہ تصریح بھی قرآن مجید ہی میں ملتی ہے کہ آپ ﷺ عہدِ نبی سے متصل نہیں بلکہ ایک لیے وقت کے بعد دنیا میں تشریف لائے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ. (المائدہ، ع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں دورِ فتر کے بعد جو تم کو صاف صاف بتاتے ہیں۔

فتر سے مراد اصطلاح میں وہ مدت ہوتی ہے، جب کسی نبی کا زمانہ نہیں ہوتا گویا حضرت عیسیٰ کے دور نبوت کا ختم ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا جب ہمارے رسول ﷺ کا ظہور ہوا۔

اس سے آگے بڑھتے تو سورۃ قریش سے یہ بھی واضح ہو جاتا کہ یہ وہ زمانہ تھا جب قریش کی سرداری معاصر قبیلہ کو مسلم ہو چکی تھی بلکہ قریش کی بین الاقوامی اہمیت مسابہاں گلوں میں مانی جا چکی تھی اور تجارتی کا قلعہ شمال و مغرب اور جنوب و مشرق کی جانب قریش ہی کے پر واز راہداری کے ساتھ آمد و رفت رکھتے گئے تھے تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ ہے جب نہ مسیحی کو رائے ہوئے ایک مدت ہو چکی تھی۔

تحقیق کا ایک قدم آگے بڑھائیے تو نظر آئے گا کہ اب زمانہ نبوت محمدی کی قیام کے ہم بہت قریب پہنچے ہیں سورہ قریش کے نقل اور اس سے متصل قرآن مجید میں سورۃ الفیل ہے جس میں خانہ کعب پر ابراہیم سرادار حکومت حبش کی لشکر کشی کا بیان ہے اور یہ مشہور واقعہ تاریخ کے راوی کا بیان ہے کہ ﷺ میں قیسا اچھا تھا مگر غلوں کا بیان ہے اور خود سباق قرآنی بھی یہی کہتا ہے کہ ولادت محمدی بس اس کے چند ہی روز بعد واقع ہوئی ہو۔

غرض آپ کے زمانہ ولادت کا پتہ تو قرآن مجید کی روشنی میں یوں کچھ نہ کچھ لگ گیا اب رہا سوال زمانہ بعثت و نبوت کا تو قرآن مجید ہی سے ایک عام کاغذ و انسان کے لیے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قومی (اور یہاں قوائے عقلی و اخلاقی ہی مراد ہیں) کی تکمیل ۴۰ سال کے سن میں ہوتی ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً (الاحقاف ع ۲)

اور انسان جب اپنی پوری قوت کو پہنچا، اور وہ ۴۰ سال کا ہوا۔

اور جب یہ مقدمہ مسلم ہے کہ نبوت اللہ کی طرف سے بشر کے لیے سب سے بڑی امانت اور سب سے بڑا امتیاز نبی منصب ہے تو یقیناً ۴۰ سی سال کے سن میں آپ کو اس مرتبہ سے سرفراز کیا گیا ہوگا۔ جسکی جنتی کے حساب سے یہ سن اگر ۶۱۰ وغیرہ ہے اور اسی قیامی و کئی تہی کی تصدیق و تائید یہ روایت حدیث و تہذیب سے ہوتی ہے۔

سوانح کے سلسلے میں آخری عنوان زمانہ فقا کا آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب آپ ﷺ کی زندگی ہی میں آپ ﷺ پر نازل ہوتی رہی اس میں آپ ﷺ کے زمانہ وفات کا ذکر کیوں کر آسکتا تھا تاہم تقریبی زمانہ وفات پر تو کچھ روشنی قرآن مجید سے پڑی جاتی ہے۔ سورۃ النعر، جس میں اسلام کے چھٹے اور لوگوں کے جو حق و حقوق ایمان لانے کی صاف بشارت موجود ہے، روایتوں میں آتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری مکمل سورۃ اور اس کا زمانہ نزول اخیر ماہِ بھری ہے اسی طرح سورۃ المائدہ کی یہ آیت۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ ع ۱)

میں نے آج تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنا انعام پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے منظور دین اسلام کو پسند کر لیا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ذی الحجہ ۱۱ھ میں نازل ہوئی تھی ان تصریحات سے قرب زمانہ وفات رسول ﷺ صاف نکل آتا ہے اور یہ جتنا ریخ سے ثابت ہے کہ وفات نبوی ریخ ۱۱ ذی الحجہ میں واقع ہوئی یہ قرآنی اشاروں سے بھی ایک بالکل قطعی ہوتی بات ہے۔



قرآن مجید سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کوئی فوق البشر یا فرشتہ وغیرہ نہ تھے، بلکہ بشر تھے۔ جیسے دنیا میں بشر ہوا کرتے ہیں اور خود آپ کی زبان سے دوہرا ہوا گیا ہے کہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو محض ایک بشر ہوں تم ہی جیسا

ایک بار سورۃ الکہف کے روکوع ۱۲ میں اور دوسری بار سورۃ محمد احمدہ کے روکوع انزل میں، اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کوئی انوکھے وغیرہ ہو کر دنیا میں نہیں آئے تھے بلکہ آپ سے جو شتر بہت سے انبیاء و مرسلین آچکے تھے اور آپ بس انہیں میں سے ایک فرد تھے۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ

بے شک آپ بھیجے ہوئے میں سے ایک آپ ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ وَإِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَ خَاسِرٌ (النمل ع ۷)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو نبیوں کے ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ع ۱۰)

محمد بجز اس کے جو تمہیں کہ ایک رسول ہیں اور ان کے قبل بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

أَكُنْ لِلنَّاسِ عَجَبًا إِنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا. (یونس ع ۱)
کیا لوگوں کو اس بات پر حیرت ہے کہ ہم نے انہیں میں سے ایک آدمی پر وحی بھیج دی کہ لوگوں کو ڈرائے بھی (ہمارے عذاب سے) اور مومنوں کو خوشخبری بھی پہنچائے۔

اور خود آپ کی زبان سے یہ کہا یا گیا:
قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَايَيْنِ الزُّسَلِ. (الاحقاف ع ۱)
آپ کہہ دیجئے کہ رسولوں میں کوئی لوکھا رسول تو ہوا نہیں۔
اور ساتھ ہی آپ کی بے اختیاری بھی اسی الفاظ میں کہا دی گئی۔
وَمَا أَدْرِى مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ. (الاحقاف ع ۱)
میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا معاملہ میرے ساتھ پیش آئے گا اور کیا تمہارے ساتھ بلکہ یہاں تک بھی کہ
قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَشَاءَ اللَّهِ. (یونس ع ۵)
آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لیے تو کسی ضرر اور کسی نفع کا اختیاری نہیں رکھتا مگر بھلا اللہ کو منظور ہو۔

اور آیت کا یہی ٹکڑا ایک برائے نام نقلی اختلاف کے ساتھ سورہ الاعراف ۲۳ میں بھی ملتا ہے۔

اور وقت قیامت کے علم کی بھی نفی آپ کی ذات سے کر لی گئی ہے باوجود اس کے کہ وقوع قیامت کا ذکر بڑی شد و حد کے ساتھ آپ کی زبان سے سنایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْمَلُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّئُهَا لَوْفَتُهَا إِلَّا هُوَ. (الاعراف ع ۲۳)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب واقع ہوگی؟ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے پروردگار ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر سو اللہ کے کوئی اس کو ظاہر نہ کرے گا۔
بلکہ آپ کی غیب دانی اور آپ کی مالکیت خزانہ الہی اور آپ کی ملکیت اس سب کی نفی پر تصریح آپ کی زبان سے کرادی گئی۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِن أَتَّبِعْ إِلَّا مَلُؤُوحِي إِلَّيَّ. (الانعام ع ۵)
آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ (کی سرکار) کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اسی حکم پر چلتا ہوں میری طرف وحی کیا جا تا ہے۔

یہاں تک کہ دنیوی علوم و معارف سے بھی بے سر آپ کی ناشای ظاہر کردی گئی حالانکہ جس عہد میں آپ کا ظہور ہوا تھا اس وقت تک باطل، مصر، چین، ایران، ہندوستان، یونان، روم، سب کھنسل علوم و فنون خوب اپنا زور دکھا چکے تھے اور بڑے بڑے شاعر اور ادیب، مورخ اور مہندس، حکیم اور فلسفی، کرواڑش کے طول و عرض میں اپنا نام پیدا کر چکے تھے اور علوم و فنون اگے رہے قرآن مجید نے تو آپ کی امانیت یا حرف ناشای کی بھی صاف و صریح گواہی دی ہے۔

وَمَا كُنْتُ تَنَلُّوْا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُطُ بِمِثْقَلِ عَصَاكَ. (عنکبوت ع ۵)
اور اس قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتے تھے۔

اور پھر کہا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ. (الجمعه ع ۱)

وہ اللہ ہی ہے جس نے ایموں کے درمیان انہیں سے ایک خلیفہ بنا کر بھیجا۔
اور پھر سورۃ الاعراف میں قریب ہی قریب دودھ جگہ آپ کے نبی اسی ہونے کا اعلان
اسی طرح ہے کہ گویا الہی الہی آپ کا علم ہے۔
رکوع ۱۸ میں ہے:
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ
جولوگ پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی۔

اور ساتھ ہی ساتھ چاہا سمجھیں بھی ہیں جیسی کہ خالق اپنی محبوب ترین حکرم ترین مخلوق سے
ی کر سکتا ہے، چنانچہ ایک جگہ موقع جہاد پر بعض صحابیوں کے پیچھے رہ جانے کے سیاق میں ہے۔
عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ حَتَّى يَتَّبِعَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا
(التوبہ ۷۷)

اللہ آپ کو معاف کرے۔ آپ نے انہیں کیوں اجازت دیدی! آپ کو رونا تھا
جب تک ان لوگوں کا سامنا آپ کو معلوم ہو جاتا۔
اسی طرح ایک واقعہ خیانت کے سلسلہ میں:
وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ. (النساء ۱۶)
اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے ٹھکرانہ کریں اور اللہ سے استغفار کریں۔
اور اسی کے بعد:
وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ
آپ ان لوگوں کی طرف سے ٹھکرانہ کیجیے جو اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہیں۔
یا ایک مرتبہ جنگ کے قیدیوں کے پاس میں:

مَلَكَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ امْرَأَةٌ حَتَّى يَفِخْنَ فِي الْأَرْضِ
(الانفال ۱۹۷)

نبی کی شان کے لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی قیدی رہتے جب تک کہ وہ
نبی زمین پر ابھی غور ہی نہ کر رہتے۔
یا بعض مشرکوں کے لیے استنقار کے سلسلہ میں:
مَلَكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَفَرُوا أُولَئِ
قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مُتَّبِعِينَ لَهُمْ إِنَّهُمْ أَصْحَابُ الْحَجِيمِ. (التوبہ ۱۱۷)
نبی اور مومنین کے لیے منسوب نہ تھا کہ وہ مشرکوں کی مغفرت کی دعا کرتے
خواہ وہ ان کے قرابت داری کیوں نہ رہے ہوں، جب کہ ان پر ظاہر ہو چکا تھا
کہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔

یا پھر اسی طرح ایک محبوب و مقبول صحابی حضرت زید کی سلفہ بیوی کے بیان ہیں۔
وَتَخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَالَهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهَ أَحَقُّ أَنْ
تَخْشَاهُ. (الاحزاب ۵۰)
اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا
اور آپ لوگوں کی طرف سے اندیشہ کر رہے تھے دراصل اللہ ہی اس کا زیادہ
مرزاوار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

یا ایک اور سلسلہ میں جب کہ آپ نے ایک ڈینا صحابی پر توجہ کرنے کے بجائے فوری
توجہ اشراف قریش کی طرف کر دی تھی جن پر آپ بھی تبلیغ دین کر رہے تھے۔
عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يُزَكَّىٰ. (عبس)
غیر ہر جہمیں چھپیں ہوئے اور نہ پھیر لیا اس بات پر کہ ان کے پاس ایک ڈینا
آیا اور آپ کو کیا خبر تھا شاید وہ سنو رہی جاتا۔

تو یہ چند مقامات تھے، جہاں کہہ جاسکتا ہے کہ آپ ۲۳ سال کی نہایت درجہ مصروف
و مشغول حیات گزارنے کی میں تنہا تھے بھی ہیں۔ لیکن دوسری طرف فضائل اسی کثرت سے

وارد ہوئے ہیں اور آپ کے پیروں پر خاصاً فرما کر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان پر حیرت ہی ہو کر رہتی ہے اور قرآن کا ہر بے قصوب اور انصاف پسند طالب علم یہ کہنے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے کہ ایسی پاکیزہ وہ نفس اور جامع اخلاق زندگی ہے جسے اس قابل بھی کہ اس ساری نوع انسانی کے سامنے بطور نمونہ نکھر کے پیش کیا جائے۔

اس سلسلہ بیان کو شروع اس جات آیت سے کیجیے جس میں خطاب یا تو عام نوع بشر سے اور یا تو عرب سے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبة ع ۱۶)

یہ جگہ آگے ہیں تمہارے پاس ایک پیغمبر تمہیں میں سے گراں گزرتی ان پر ہر چیز جس سے تم تکلیف پاؤ وہ درج میں ہیں تمہارے اوپر اور ایمان والوں پر تو بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔

آیت میں اگر جمہوری قرأت سے ساتھ انفسکم پر مجھے تو مفہوم یہ پیدا ہوگا کہ وہ کوئی اجنبی نہیں کسی غیر جنس کی حقوق نہیں تمہارے آپس کے ہیں اور تم ہی جیسے ہیں۔ ان سے معاشرت اور ناموسیّت کا کوئی ٹھکس نہیں۔

اور اگر انفسکم (اپنے نفس) پر لکھا جائے گا کہ ایک قرأت متواترہ ہے تو معنی یہ نکلیں گے کہ وہ تمہارے بہترین اور انیس ترین میں سے ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر انسانی تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے وہ اس سے انسان کو روکائی ولائے کی فکر میں رہتے ہیں۔ انسانوں کے حق میں اپنی فرد شغفت سے حریص ہیں اپنی نصرت کے حق میں وہ وہ ان دو صفات کے مالک ہیں جو اللہ اپنے بندوں سے متعلق رکھتا ہے یعنی رافت و رحمت اور نصرت کے حق میں ان کی شغفت و دلوزی یہ پایاں ہے۔

آپ ﷺ کی بشت اللہ تعالیٰ کا ایک احسان تعلیم ہے اور آپ کے فرائض و مشاغل خود اس

پرنسپل کا کام دیتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ لَافْقًا لِّغَىٰ مُتَّبِعِينَ (آل عمران ع ۱۷)

اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان کے درمیان ایک رسول بھیجا انہیں میں سے، جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی اور گروہ اس سے قبل صرف گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

آیت سے جہاں ایک طرف رسول ﷺ کا دیدار و مرتبہ اللہ معلوم ہوا کہ اللہ نے آپ کی بعثت کو اپنے احسان سے تعبیر کیا ہے وہیں آپ کے روزانہ مشاغل پر بھی اس سے روشنی پڑتی اور یہ معلوم ہو گیا کہ آپ نصرت تک قرآن مجید نہ صرف پہنچاتے تھے بلکہ اس کی تعلیم دیتے اور شرح کرتے رہتے اور تزکیہ نفس کے کام میں لگے رہتے یعنی اصلاح ظاہری و اصلاح باطنی دونوں میں۔

اس سے ملتا ہوا مضمون ایک دوسری آیت کا بھی ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ لَافْقًا لِّغَىٰ مُتَّبِعِينَ (الجمعة ع ۱)

وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں کے درمیان ایک رسول بھیجا انہیں میں سے جو ان پر اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں سنوارتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب اور حکمت کی۔ اگرچہ وہ (لوگ) اس سے قبل صرف گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

مشاغل روزانہ اور فرائض نبوی کا کچھ اس آیت میں بھی نظر آ جاتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا بِتِلْكَ عَلَيْنَا وَمِزْكِيكُمْ وَيُعَلِّمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ، ع ۱۵)

جیسا کہ ہم نے بھیجا تھا ہمارے اور تم میں ایک رسول تمہیں میں سے جو تمہیں پڑھ
کرتا ہے ہماری آیتیں اور تمہیں سناتا ہے اور تمہیں تعلیم دیتا ہے کتاب
اور حکمت کی۔ اور وہ سکھاتا ہے وہ جو تم نہیں جانتے تھے۔

قرآن مجید کی تبلیغ و تعلیم کو ذکر مکتبہ آبی چکا۔ آیات قرآنی نے تصریح کر دی کہ اس کے
اور ذکر یہ نفوس کے علاوہ آپ نہ تکتے اور ایسی باتوں کی بھی تعلیم دیتے تھے جو اس وقت تک
امت کے دائرہ علم میں نہ تھیں اور اس سے یہ صاف معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ الفاظ قرآنی سے
قطع نظر خود بھی تعلیم و تربیت فرمایا کرتے تھے اور نظری و عملی حیثیت سے وہ زمانہ اپنی قوم کی
کرتے جواب تک اس کے دماغ کی رسائی کے باہر تھی۔

اور آپ کی بعثت کی غرض وہ دعایت تو بہت صاف ارشاد ہو گئی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (الانبیاء، ع ۷)

ہم نے آپ کو بھیجا ہی ہے رحمت بنا کر جہانوں کے لیے۔

یعنی آپ تو سب رحمت ہی ہیں بلکہ جہان والوں کے لیے۔

آپ کی اطاعت مخلوق پر واجب ہی نہیں بلکہ مرادف ہے اطاعت الہی کے۔

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ (النساء، ع ۱۱)

جس نے اطاعت کی رسول ﷺ کی اس نے عین اطاعت کی اللہ کی۔

اور یہ جب ہی ممکن ہے جب آپ کا ہر خطا و غرض سے معصوم و مبرا ہونا پہلے تسلیم کر لیا
جائے۔ ورنہ غیر معصوم سے تو ہمیشہ احتمال رہے گا کہ فلاں معاملہ میں اس سے لغزش مرصیات
حق کی ترجمانی میں ہو گئی ہو اور اطاعت رسول کی تاکید کرنے والی آیتیں ایک نہیں متعدد
ہیں۔ بلاشبہ طواور اکثر براہ راست، چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَنْهَاكُمْ عَنْهُ فَلْيُتَوَّعَا (الحشر ع ۱)

اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں اس
سے رک جائو۔

اور اس آیت منع میں رسول ﷺ کے سارے احکام مثبت و منفی آگئے ساتھ ہی کلی اور مجموعی
طور پر یہ بھی یاد دیا گیا کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب ع ۲)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے۔

اس لیے قدر آقا آپ کا ہر قول و عمل امت کے لیے واجب تقلید ہے، تاہم تقلید اس کے
خلاف کوئی تفریق نہ ہو۔

اب وہ آیتیں بھی ملاحظہ ہوں جن میں اطاعت رسول ﷺ کا حکم براہ راست موجود ہے،
اطاعت الہی پر عطف ہو کر سورہ آل عمران ع ۳ میں ہے۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ

آپ کہہ دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول ﷺ کی۔

اور اسی سورہ کے رکوع ۱۳ میں لفظ قل حذف کر کے ہے

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ

اور اطاعت کرو اللہ اور رسول ﷺ کی

سورۃ النساء رکوع ۸ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی۔ اور اطاعت کرو رسول کی۔

اسی کے متصل اطاعت اولوالاشرار بھی حکم ہے لیکن معاذ اللہ یہ بھی ارشاد ہو گیا ہے کہ
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔

اگر تمہارے آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو حوالہ کرو یا اس امر کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف۔

خوب خیال کر لیا جائے۔ اہل کی عدالت صرف ہارگاہ خداوندی نہیں دربار رسول ﷺ بھی ہے اور اس سے بڑھ کر کسی مخلوق کا اعزاز خالق کے یہاں کس طریقہ پر ظاہر کیا جاسکتا ہے؟ اور اطاعت رسول والے وہی الفاظ جو ایک مثل قرآن مجید سورۃ النساء سے نقل کئے جانے لے ہیں ایک بار پھر سورہ محمد رکوع ۴ میں دہرائے ہوئے ملتے ہیں۔

سورۃ النساہ کے رکوع ۱۲ میں پہنچتے تو پھر یہی تاکید ملتی ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

اطاعت کرتے رہو اللہ کی اور اطاعت کرتے رہو رسول ﷺ کی۔

اور انہیں الفاظ کا گھر از سورۃ التغابن کے رکوع ۳ میں واقع ہوا ہے۔

سورۃ الانفال کھولنے کو اس کے شروع یعنی پہلی رکوع میں یہ الفاظ نظر آتے ہیں۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اطاعت کرتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان والے ہو۔

اور سورۃ کے تیسرے رکوع کا آغاز ہی اس آیت سے ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اے ایمان والو! اطاعت کرتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔

سورۃ میں تیسری بار پھر یہی حکم ملتا ہے اور رکوع ۶ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اطاعت کرتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی اور انہی الفاظ کا اعادہ سورۃ الاحزاب رکوع ۳ میں ہوا ہے۔

پھر سورۃ النور کے رکوع ۵ میں پہلے تو یہ ہے کہ:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

آپ کہہ دیجیے کہ اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی۔

اور پھر اسی رکوع میں لہرا گئے بڑھ کر ہے کہ:

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔

اتنی جگہ صریح حکم اطاعت رسول ﷺ کا صیغہ امر میں اور وہ بھی اکثر اطاعت الہی پر عطف کر کے قطعاً کسی اور مخلوق کے حق میں وارد نہیں ہوا ہے اور یہ نظر تو حکم اطاعت پر صیغہ امر کے ہوئے باقی دوسرے طریقوں سے اسی مفہوم کی جو تکلیف و تکلیف اور تاکید ہوئی ہے وہ بھی کھم موثر اور پر زور نہیں۔

سورۃ النساء رکوع ۱۱ ایک آیت وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ کچھ دیر قبل نقل ہو چکی ہے اسی سورۃ کے رکوع ۹ میں انعام یافتہ بندوں کی معیت کے سلسلہ میں یہ آچکا ہے کہ۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(یہ وہ ہیں) جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

اور اس سے بھی قبل اسی سورۃ کے رکوع ۲ میں جہاں اہل خست کا ذکر ہے وہاں بھی ٹھیک یہی الفاظ موجود ہیں..... اور آیت کا بھی سبکی لوث لوث کر سورۃ النور رکوع ۵ اور سورۃ الاعراف رکوع ۹ اور سورۃ الحج رکوع ۲ میں بھی آیا ہے۔

حکم کی یہ سب تاکیدیں لفظ اطاعت کی صراحت کے ساتھ جس ایک جگہ مصدر اتباع آیا ہے وہ بھی اس شان کے ساتھ اتباع رسول ﷺ تکلیف دینا اللہ کے ہاں محبوبیت کا قرار دے دیا ہے۔

قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تم سے

کرنے والا اور اللہ کی طرف اسی کے رحم سے جانے والا اور ایک روشن چراغ بن کر نکلا ہے۔

شعیدہ کی تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ سب پر گواہی دیں گے اور اس صفت کا ظہور بشر میں ہوگا۔ بشرودنبر کے معنی صاف ہیں اچھوں کو صلہ نیک کی خوشخبری سنانے والے اور بدوں کو ان کے انجام سے ڈرانے والے اور اللہ کی طرف اسی کے رحم و درمنا سے دعوت دینے والے اور ایک روشن چراغ یعنی نمونہ ہدایت، کہ آپ ہی کے چراغ سے خدا معلوم کتنے اولیاء صادقین کے چراغ آج تک روشن ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی روشن ہوتے رہیں گے اور یہ مضمون قرآن میں چاہیہ آیا ہے اور اسی سرانِ منیر کی آیت سے استنباط کر کے جن لوگوں نے یہ کہہ کر قرآن میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔

لوگو تمہارے پاس آگیا ہے اللہ کے یہاں سے ایک نور (اور) ایک کتاب واضح بھی۔

وہاں نور سے اشارہ ذات رسالت کی جانب ہے تو انہوں نے کچھ بے جا تفسیر و تاویل نہیں کی ہے۔

آپ ﷺ کے فضائل کی ایک جامع سورۃ سورۃ الانشراح ہے جہاں یہ ارشاد ہوا ہے کہ:

لَمْ نَشْرَكَ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔

کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا ہے اور آپ سے آپ کا دھارا تار دیا جو

آپ کی پشت توڑ دیتا تھا۔

یعنی آپ کا شرع صدر کر کے آپ کے قلب و روح کو علوم و معارف ربانی سے بھر دیا اور ہدایت خلق کی فکر میں جو آپ کھٹے جا رہے تھے اس بار کو آپ کے لیے ہلکا کر دیا۔

اس سے آپ کی اس عادت مبارک پر بھی روشنی خود بخود پڑ گئی کہ ہدایت خلق کی فکر آپ

جنت کرنے لگے گا۔

اور اس مثبت و ایمانی پہلو کے علاوہ ایک مضمون متحد دینی اور ملی پہلوؤں سے بھی قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً:

وَمَنْ يَخْصُصِ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَوْ مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ، أَوْ إِيَّ الَّذِينَ يَخْصُصُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ۔

اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی، اور جو کوئی عداوت رکھے گا اللہ اور اس کے رسول سے اور جو کوئی دکھ پہنچائے گا رسول کو اور جو لوگ دشمنی رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے۔

اور اسی قبیل کی دوسری آیتیں اور وہ آیتیں جن میں ذکر رسول سے نافرمانی کرنے یا معصیت الرسول کا آیا ہے اگر یہ سب استدلال و استشہاد کی غرض سے نقل ہونے لگیں تو یہ محدودیت و تنگی اپنے حدود سے بڑھ کر اور بہت بڑھ جائیں اس لیے سامعین کو اس خاص سلسلہ میں قناعت اسے ہی پر کرنا ہوگی۔

لیکن ابھی دو چار نہیں بیسیوں آیتیں اور ہیں جن میں رسول ﷺ کے فرائض اور فضائل اور خاصاں تئیں کا بیان موجود ہے ان سب سے قطع نظر کیوں کر ممکن ہے؟ اور اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو سیرۃ نبوی کا قرآنی خاکہ بالکل ہی ناقص رہ جائے گا اور اتنی اختصار پسندی اصل موضوع کے ساتھ ایک طرح کی خیانت ہی ہوگی۔

رسول ﷺ کے فرائض کا جہاں تک تعلق ہے (اور مضافات بھی اس میں آگئے) یہ آیت اس باب میں بہت صاف واضح ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَصِدْرًا مُنِيرًا۔ (الاحزاب ۷)

اے پیغمبر، ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خبردار

کو کتنی شفقت و عجب میں ڈالے ہوئے تھی اور اس کے معابد پر مژدہ بھی ہے کہ:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

ہم نے آپ کے لیے آپ کا آواز بلند کر دیا۔

آج دنیا میں کون بشر ہے جو پیہر اسلام ﷺ کے آوازہ کی بلندی میں کام کر سکتا ہے؟ کوئی شخص کسی بھی عقیدہ اور مذہب کا ہوا قرآن اس سے کیسا انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کی بشری آبادی میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جس کا نام خدا نے واحد کے نام کے ساتھ ساتھ، دنیا کے ایک ایک گوشہ سے ہر روز پانچ پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے۔

اور اس بدسوئی اور پشت توڑ دینے والی محدود نوع انسانی کا بیان اسی آیت تک محدود نہیں۔ دوسری آیتوں میں اس جذبہ فاشی کی تصریح در تصریح موجود ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ہے کہ مکروں کے فحاشان فحاش قول سے

وَصَلِّ عَلَىٰ هَٰذَا الصَّوْتِ (ہود ع ۲)

آپ کا یہ صہنگ ہوا جاتا ہے۔

ایک جگہ اس سے بھی زیادہ فاش و بد ملا ہے، مسکینوں کی شدید گمراہی اور مسک پرستی کے شرک کے سابق میں۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَبِيبِ
أَسَفًا (الکہف ع ۱)

تو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو اپنی جان دے دیں گے۔

یہ ٹکٹنی اور بدسوئی جب غیروں کے واسطے تھی تو اپنی امت کے حق میں اس کا جو درجہ ہوگا، ظاہر ہی ہے۔ دوسری جگہ بھی مکروں کی سلسلہ بیان میں ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء ع ۱۶)

شاید ان کے ایمان نہ لانے پر آپ اپنی جان ہی دے دیں گے۔

جو عالم انسانی کے لیے ایسے ہی غم جان گداز میں پھنسا رہتا ہو۔ چھینٹا ہی کو حق بھی سارے عالم کی رہبری اور انبیاء و مرسلین کی سروری کا ہے۔

اور جب مقتدرائی میں آپ کا یہ مرتبہ تھا۔ چھی تو یہ قرار پایا کہ اللہ کے یہاں مقبول محمود محبوب ہوئے کا نسخہ یہ ہے کہ اس کا لہستی کے شش قدم پر چلا جائے۔

خود آپ کی زبان سے اعلان کر دیا گیا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران ع ۴)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو بس میری راہ پر چلو اللہ تم سے محبت رکھنے لگے گا۔

رسول ﷺ کے فرائض میں نمایاں طور پر یہ بات داخل تھی کہ آسمانی کتابوں کو ماننے والی پرانی قومیں اپنے ہاتھوں تقلید انسانی اور اوہام پرستی کے جن مذاہبوں میں جھلا تھیں انہیں ان قیدیوں اور غفلتوں سے نجات دلائیں اور انہیں دین کا سپہ سدا، ہموار، راستہ دکھائیں چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ پیہر جن کا ذکر قرآن و حدیث میں آچکا ہے۔

يَسْأَلُهُمْ بِالْعَرُوفِ وَيُنْفَعُهُم مِنَ الْفَنَاءِ وَيُجِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَنْهُمْ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف ع ۱۶)

انہیں نیک باتوں کا گھم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بنا دیتے ہیں اور گندمی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور مطلق تھیں ان کو ان سے دور کرتے ہیں۔

اور اتنا ہی نہیں بلکہ اہل کتاب کے مقتدر اؤں سے تحریکات و تلبیسات و تصرفات کا انہار جو اپنی آسمانی کتابوں میں لکھا تھا اسے بھی یہ صاف کرتے ہیں اور ان مجرموں کی بہت سی

ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں آپ کو رنج لاتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ بخدا یہ آپ کی نہیں کرتے۔ بلکہ آیات الہی کے منکر ہٹ دھرمی سے ہو رہے ہیں۔

ورنہ ذاتی حیثیت سے تو آپ کی سیرت اتنی ممتاز اور آپ کا پایہ اخلاق اتنا بلند تھا کہ بڑے بڑے منکروں معاندوں کو بھی گرفت کی محاکمات تھی آپ کی زندگی اتنی بے لوث بے داعی تھی کہ خود اسی کو جہت بنا کر منکروں کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سے سوال کر لیا گیا کہ میں تو تمہارے ہی اندر رہا ہوں تمہارے ہی اندر اتنی عمر گزار دی ہے تم ہی بتاؤ کہ اس سے قبل جہیں کوئی پرگمانی کا موقع ملا ہے؟

فَقَدْ لَبِثْتُ فَيْكُمْ عُمْرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (یونس ع ۲)

میں تمہارے ہی درمیان اس (دعویٰ نبوت) سے قبل ایک عمر گزار چکا ہوں سو تم

لوگ کیوں عقل سے کام نہیں لیتے؟

اور یہ بھی کہنا یاد گیا ہے کہ اگر میں ارادہ غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا ہوں تو تمہاری شخصیت کے مطابق لازمی ہے کہ مجھے کوئی دماغی بیماری ہو، کہ اس میں پڑ کر میں اس وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں تو اس مفروضہ کو بھی تم اپنی ملود اور اقلیت کی کوئی پرکس کر دیکھ لو۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِطْتُكُمْ بِنِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُولُوا لِلَّهِ مُنْهَىٰ وَهَرَادِي نَمُوتُ نَتَفَكَّرُوا مَا لَصَاحِبِكُمْ مِّنْ جَنَّةٍ۔ (السباہ ع ۶)

آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے دوائے کھڑے ہو جاؤ دو دو، ایک ایک، پھر سوچو کہ تمہارے (ان) حاجی کو کہیں جنوں تو نہیں ہے۔

اور پھر اسی کو مختصر اور ہلکا کیا ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا لَصَاحِبِكُمْ مِّنْ جَنَّةٍ۔

یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے ان کے حاجی کو کوئی شاہ جنوں کا ہے نہیں۔

پھر لے دے کے ایک احتمال یہ ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی شیخ دنیوی آپ کو اس منزل پر لائی

باتوں سے روزگزر بھی کر جاتے ہیں، ارشاد اہل کتاب کو مخاطب کر کے ہوتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ۔ (المائدہ ع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن امور کو تم چھپاتے رہے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے کھول دیتے ہیں اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے چشم پوشی بھی کر جاتے ہیں۔

آپ کی راویوں مشکاک اتنی حاکم ہوئی تھیں کہ تبلیغ رسالت کے لیے مواقع اتنے سخت پیش آ گئے تھے کہ ان حالات میں ثابت قدم رہنا معمولی بہت دالہ انسان کا کام نہ تھا آپ کو اختتام اور ثبات قلب و ثبات کی طاقت بھی اسی لیے غیر معمولی عطا کی گئی۔

وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتُمْ تَمُوتُونَ مَعَهُ شَرِيفًا قَلِيلًا۔ (مئی لسرا اہل ع ۸)

اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ آپ کچھ تو ان لوگوں کی طرف جھک جاتے۔

یہ بیان فطرت بشری کا ہوا۔ بشریت کا عین متعصب ہے تھا کہ آپ ان منکرین سے کسی قدر کوئی صورت مصالحت و مصلحت ہی نہ نکالتے۔ لیکن امداد نبی آ کر آئی اور اس نے درجہ ادنیٰ میں آپ کو اپنی جگہ سے جہنم نہ ہونے دی۔

منکرین معاندین کے شدید مخالفانہ رویے سے آپ کو اذیت قلب محسوس ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ اس پر آپ کو ملایا تسکین دہی گئی کہ کوئی آپ کی ذاتی حیثیت سے بخدا یہ تموڑی ہی ہوئی یہ بخدا یہ تو عین آیات و دلائل الہی اور آپ کے پیام کی ہے تو آپ اس سے اپنی ذات پر اتنا اثر کیوں نہیں۔

قَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَحِزُّكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ (الانعام ع ۴)

ہو۔ قرآن مجید نے اس احتمال کی بھی جڑ کاٹ دی۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجَرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجَبْتُمْ إِلَّا عَلَى اللَّهِ (المائدہ، ۶)

آپ ﷺ کیجئے کہ اگر میں نے (اس تبلیغ رسالت) کا کوئی معاوضہ مانگا ہو تو میں

وہ تمہارا ہی رہا میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

اور اسی کے ہم مشغول تھے کہ حضرت نوح، حضرت شعیب، حضرت لوطؑ کی زبان سے

اداکر کے رسول اللہ ﷺ کے اس جواب کو اور زیادہ قوی و موکم کر دیا ہے۔

قرآن مجید آپ کو اعزاز و احترام کے جس مرتبہ پر رکھنا چاہا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس کا ہم تبیین میں قسم آپ کی عمر کی دلائل گئی ہے قوم لوط کی بدکرداریوں اور بدستکیوں کے سلسلہ میں ہے کہ:

لَعَنُواكَ إِنَّهُمْ لَغَفَىٰ مُكَرَّمِيهِمْ يَصْهَوْنَ (الحجر، ۵)

قسم ہے آپ کی جان کی وہ لوگ اپنی سستی میں مدہوش تھے۔

اور قسم کا استعمال اگر عربی میں شہادت کے مفہوم میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ حضور کی سرری زندگی کو صداقت کی نظیر کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور آپ کی مرتبت عالی پر روشنی اس حقیقت سے بھی کچھ نہ کچھ پہنچاتی ہے کہ جہاں اور ہم منصب حضرات کا ذکر صیف نساء میں نام کے ساتھ آیا ہے یا آدم، یا ابراہیم یا موسیٰ یا داؤد وغیرہم، وہاں آپ کا ذکر قرآن مجید بھر میں مخاطبت کے وقت نام کے ساتھ نہیں بلکہ صفات کمال و جمال میں سے کسی نہ کسی صفت ہی کے ساتھ آیا ہے۔ مثلاً:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

و غیرہ اور صیف نساء میں مطلق لفظ عہد سے اشارہ آپ ہی کی طرف کیا گیا ہے جس کے کلمے ہوئے معنی یہ ہوئے کہ عہدیت اپنی کامل ترین یا مکمل صورت میں جلوہ گر آپ ﷺ ہی کی ذات میں ہوتی ہے۔

اسی قسم کے سلسلہ میں یہ بات بھی سن رکھنے کی ہے کہ قرآن مجید میں قسم ایک شہر کی بھی مذکور ہے۔

لَأَقْسِمَنَّ بِهَذَا الْقَبِيلِ (البلد) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

لیکن معاہدہ رسول ﷺ کو ظاہر کر کے ہے۔

وَأَنْتَ جَلَّ بِهَذَا الْقَبِيلِ (البلد) اور آپ اس شہر میں اترے ہوئے ہیں۔

یا کہ آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی حال ہونے والی ہے۔

ان دونوں تفسیروں میں سے جو بھی اختیار کی جائے، بہر حال اتنا جزو صاف ہے کہ اس مکان کو جو شرف و عظمت حاصل ہے وہ اس گنیں کی نسبت سے ہے آپ اس شہر میں مقیم فرض کئے جائیں یا آپ کے لیے اس مزمع مزمع میں جنگ چارہ ہو رہی ہو۔ ہر صورت میں آپ کی نسبت ہی باعث احترام ہوئی۔

مشہور واقعہ معمران کی تفصیلی کیفیت جو کچھ بھی ہوں، بہر حال قرآن مجید اس کی گواہی تو دے ہی رہا ہے کہ وہ ایک واقعہ عظیم و نادر تھا۔ جس سے آپ ﷺ کی کبریا کی ظاہر ہو رہی ہے۔

مَنْبَحَاتِنِ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ

الْأَقْصَى الَّذِي بَلَّغَنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا (بنی اسرائیل، ۱)

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بند کو لے گیا۔ رات کی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ

تک جس کے گرد اگر دم نہ لے برکتیں دکھ دی ہیں تاکہ ہم انہیں اپنے کچھ

نشانات دکھائیں۔

اور اسی طرح دوسری جگہ رسول ﷺ کی جس سیر آسمانی کا ذکر کیا گیا ہے اور جس طرح آپ کی روحانیت کے مرتبے دکھائے گئے ہیں وہ آپ کو نہ صرف عام نوع بشری میں بلکہ صف انبیاء و مرسلین میں بھی ممتاز کرتے والے ہیں۔

مُضَلِّلٌ صَاحِبُكُمْ وَمُغْلَوِي. (النجم عا)

اس پر معائنہ کو خوب شادیانے بجانے کا موقع مل گیا ان کے خیالات خام کے رد و ابطال میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی طب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

مَلَأُوذَ عَكَ رَوْكَكَ وَمَا قُلَى. (الضحیٰ)

آپ کو آپ کے پروردگار نے نہ چھوڑا نہ وہیزا رہا۔

اور دست برداری و بیزارگی کا کیا کرے آپ کا مستقل آپ کے ماضی سے آپ کا انجام آپ کے آغاز سے بھی کہیں زیادہ مالی شان و تاجدار رکھ دیا گیا ہے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى. (الضحیٰ)

آخرت آپ کے لیے دنیا سے کہیں بہتر ہے۔

اتنا ہی نہیں آپ کی رضا خود آپ کے خالق کو کس درجہ منظر ہے۔

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى. (الضحیٰ)

حقیر رب اللہ آپ کو اتنا چھوڑے گا کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے۔

اور اس عطا و اور بخشش ہی کے سلسلہ میں دو جملہ چھوٹی اور معنا بڑی آیت بھی

پڑھ لینے کے قابل ہے اِنَّا غَطَيْنَاكَ الْكُوْفُ (الکوثر)

اور اب کوثر کو خواہجہ کی خوش و منبر کے معنی میں لیا جائے خواہ خیر کثیر کا مراد سمجھا

جائے یہ ہے وہ بشارت عظیم، جو آپ ﷺ کے سوا مخلوق میں اور کسی کو بھی نہیں ملی۔ اور اسی معنی

کی تائید تا کید و تقویت میں یہ آیت بھی ہے۔

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ. (القلم ع ۱)

اور آپ کے لیے بے شک ہے اجر غیر منقطع۔

قرآن کی زبان جس اجرو غیر منقطع بنائے اس کی حد و نہایت کا کون حساب لگا سکتا ہے؟

ایک جگہ قرآن نے آپ کے ایک ایسے وصف جامع کا ذکر کر دیا ہے جس کے اندر سارے

ہی اوصاف آئسکے اور آجاتے ہیں۔ اور اس کی شرح و تفصیل حتیٰ بھی کی جا سکے، وہ وصف اتنا

یہ تبار سے ساجھی (اس عالم میں بھی) نہ راوے ہو سکے نہ غلط راست پر پڑے۔

بلکہ آپ ﷺ کا مرتبہ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ جو چیزیں پیش کر رہے ہیں وہ کوئی بھی اپنی

خواہش نفس سے نہیں بلکہ وہی الہی ہی کے ماتحت ہیں۔

وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ.

اور آپ اپنی خواہش نفس سے باتیں نہیں بناتے بلکہ ان کا ارشاد وہی الہی ہوتا

ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

اور اس خاص موقع پر۔

فَلَا وَحْيَ إِلَيَّ عَنْبُدُهُ مَا أَوْحَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ.

اللہ نے اپنے بندہ پر وہی نازل فرمایا جو کچھ نازل فرماتا تھی اور (آپ کے)

قلب نے کوئی غلطی دیکھی ہوئی چیز میں نہیں کی۔

اور ملائکہ نورانی کی دید اور دوسرے تجلیات ربانی کے مشاہدہ کی جن منزلوں سے اور جس

طرح گزرے اس کی روداد بھی انما کی سنگی لیکن بڑی پختگی کے ساتھ قرآن کے صفحات میں

محفوظ ہے۔

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ إِذْ يَخْفَى السِّدْرَةَ

مَا يَخْفَىٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ

الْكُبْرَى. (النجم ع ۱)

اور ان پیغمبر نے اس فرشتہ کو ایک بار اور بھی دیکھا (سدرۃ المنتہی) کے قریب،

جبکہ (سدرۃ المنتہی) کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں۔ (ان

پیغمبر کی) نگاہ نہ ٹہنی نہ پڑھی، انہوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے

عجاہات دیکھ لئے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہی کا آج، کسی حکمت و مصلحت سے کچھ روز کے لیے بند ہو گیا اور

جامع ہے کہ اس پر کسی اضافہ کا امکان نہیں ارشاد ہوا ہے کہ:

إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقِي عَظِيمٌ. (القلم ع ۱)

اے خالق آپ مخلوق پر عظیم ہیں۔

خلق میں بزرگ میں ہے اور اس کے اندر اخلاق حسہ کے سارے ہی اصناف و افراد آگئے پھر جب قرآن نے جوہر الٰہی زبان سے آفاقی کلمات سے اس کے ساتھ صفت عظیم کی لگادی تو اب یہ صفت اس وسعت و بلندی کو پہنچتی ہے جو بندوں کے اور اک کی رسائی کی محتاج ہے۔

کیسں کیسں قرآن اخلاق حسہ کی اس جامعیت کی کچھ تفصیل و تصریح کرتا گیا ہے مثلاً ایک جگہ موافق ماحول کے سیاق میں ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ. (آل عمران ع ۱۷)

اللہ کی رحمت ہی ہے کہ آپ ان لوگوں کے حق میں نرم رہے اور اگر آپ کیسں تند و سخت طبیعت والے ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے سو آپ ان کو معاف کر دیجیے اور ان کے لیے استغفار کر دیجیے۔

اس سے ہر قسم کی سخت جزائی کی نفی اور نرم خوئی کا اثبات پوری طرح ہو گیا اور کیسں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے ہاں سے جو باتیں آپ کی معلوم ہوتی رہتی ہیں ان کو پھیلانے بتانے میں آپ ذرا بھی غل کو کا میں نہیں لاتے۔

وَمَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِحَسِينِ. (التکویر)

اور یہ رسول غیب کے بتانے میں ذرا بھی غلط نہیں۔

تحریک شفقت کی نہیں۔ افراد شفقت و دوسری سے آپ کو منع کرنے کی ضرورت تھی۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ. (الفاطر ع ۳)

ان لوگوں کے حال پر غم کر کے کیسں آپ جان نہ دے سکیں۔

عبادت خصوصاً عبادات شہید کے آپ ﷺ بہت عادی تھے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلَاثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلَاثِي

(المزمل ع ۲)

آپ کے ہر روز گرا کو اس کا علم ہے کہ آپ رات کی دو تہائی رات کے قریب اور آدھی آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔

ان عبادات شائقہ سے قرآن مجید کو آپ کو روکنے کی ضرورت پڑی اور عایت شفقت و کرم سے ارشاد ہوا۔

وَمَا آتَيْنَاكَ عَلَيْكَ الْفُرْقَانَ لَتَشْفَىٰ. (طہ ع ۱)

ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں اتارا کہ آپ شفقت میں پڑ جائیں۔

معاندین کی مسلسل شرارتوں پر تحسین آپ کو بار بار دی گئی ہے اور ایک جگہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ آپ قابل ملامت قابل الزام کی طرح بھی نہیں۔

فَقُولْ عَنْهُمْ فَأَنَا أُمْلُؤُكُمْ (الذاریات ع ۳)

آپ لوگوں کی طرف التفات نہ کیجیے اور آپ پر کوئی ملامت نہیں۔

اور ایک جگہ تسلی کے لیے شفقت خاصہ اور عایت خصوصی کے الفاظوں وار دہوئے ہیں کہ آپ تو ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا. (الطور ع ۲)

آپ اپنے پروردگار کی جو چیزیں کہے رہیں آپ تو خاص ہماری حفاظت میں ہیں۔

مگر نبی و معاندین کے پاس بڑا حرج و غم و استہزاء کا حق قرآن مجید نے تسکین اس پہلو سے بھی دی۔

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر ع ۶)

(ان) استہزاء کرنے والوں سے ہم آپ کے لئے کافی ہیں۔

اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے خاتم (مجموعی)

آپ کی آگئی اور پھر کبھی تفسیریں، اگر کچھ تفسیریں سب معاف ہو چکی تھیں۔

لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. (الفتح ع ۱)

تاکہ اللہ آپ کے وہ گناہ جو پہلے ہوئے اور جو پیچھے ہوئے وہ سب بخش دے۔

اور بات اپنی جگہ دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ پیغمبروں کے سلسلہ میں جب ذنب و عیساں کا استعمال ہوگا تو وہ انہیں کی شان و مرتبہ کے مطابق ہوگا۔ عام بشری معیار سے الگ۔ آپ ﷺ کا استغفار، مومنین صادقین تو الگ الگ رہے۔ کالموں و ناستوں تک کے حق میں مقبول و موثر تھا۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

الرَّسُولَ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. (النساء ع ۹)

اور اے پیغمبر جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر آپ کے پاس آجاتے پھر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو یہ ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

دنیا میں رسول ﷺ کی موجودگی نزول عذاب الہی سے روک نئی ہوئی تھی، صاف ارشاد ہوا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ. (الانفال ع ۴)

اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ آپ ان کے درمیان موجود ہوں اور وہ (اس حال میں) انہیں عذاب دے۔

رسول ﷺ سے نہایت اللہ سے نہایت کے مترادف تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبْلِغُونَكَ إِنَّمَا يُبْلِغُونَ اللَّهَ. (الفتح ع ۱)

بے شک جو لوگ آپ سے نہایت کرتے ہیں، وہ (درحقیقت) اللہ ہی سے

اس سے نفس استہزاء کا جو دو قاتل ہی ہو گیا۔

حقائق و معانی کثرت سے تھے، جیسا کہ قرآن مجید کے متعدد اشاروں سے معلوم ہوتا ہے تصریح کے ساتھ ذکر ابولہب کا اور اس کی بیوی کا آتا ہے، ابولہب کا نام تاریخ میں عبدالمعزی آیا ہے اور سیرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ وہ عطاوہ آپ کا عزیز قریب یعنی چچا ہونے کے پروردی بھی تھا یہ خود اور اس کی بیوی جو اموی خاندان کی تھی، دونوں اذیت رسانی میں بہت بڑے ہوئے تھے اور پرزوں کی بنا پر انہیں اس کے مٹاتے بھی زیادہ تھے قرآن مجید نے اس اللہ انھما کے تذکرہ میں کہا ہے۔

تَبَّتْ يُدَا أَيْمُنُ لَهْبٍ وَتَبَّتْ مَلَغَمُ عَنْهُ مَلْأَةً وَمَا كَسَبَ (لہب)

لوٹ گئے دونوں ہاتھ (ابولہب کے) (یعنی اس کی ساری کوششیں اور تدبیریں

ضائع کر گئیں) اور وہ ہلاک ہو گیا، کچھ کہ اس کے نہ آیا نہ اس کا مال اور اس کی کمائی۔

بڑا غر و معلوم ہوتا ہے اسے اپنے مال و دولت پر تھا، اور جو انھما اس کا ہوا ایسا ہی کہنا چاہیے کہ دشمنان رسول ﷺ کے جتنے سرخیل تھے سب کا ہوا پیش خیر و واضح لفظوں میں کہ بھی دی گئی تھی۔

إِنَّا شَانِيكَ هُوَ الْآيَتُ. (الکوثر)

جو آپ کا دشمن ہے بے شک وہی ہے نام دشمن (رہ جانے والا) ہے۔

اور زیادہ عالم اور وسیع الفاظ آئے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. (التوبة ع ۸)

جو لوگ رسول اللہ کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

آپ صرف رسول ﷺ ہی نہ تھے، یعنی سلسلہ انبیاء میں سے ایک بلکہ اس سلسلہ کے خاتم

اور آخری نبی بھی تھے، آپ کے نہ امی کی تصریح کے ساتھ آیا ہے کہ

وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. (الاحزاب ع ۵)

پکارتے ہو۔

آپ کی محفل سے بلا اجازت انجانہ ممنوع ہوا۔

وَإِنَّا كُنَّا نَعْنَىٰ عَلَىٰ أَمْرٍ جَلِيمٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوا.

(مومنین) رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں، جس کے لئے مجمع کیا

گیا ہے، تو جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں نہیں جاتے۔

آپ کا حق مومنین پر ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ. (الاحزاب ع ۱)

نبی مومنین کے ساتھ خداوند کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

اٹھائی نہیں بلکہ آپ کی ازواج مطہرات اللہ کی مائیں ہیں۔

وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ. (الاحزاب ع ۱)

اور نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

اور جب یہ ہوا تو اس اصل کی ایک فرخ قدرہ لے گئی کہ ان ماؤں کے ساتھ امت کے کسی

فرد کا نکاح بھیہ کے لئے ممنوع قرار پایا۔

وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبْذَلًا. (الاحزاب ع)

مسلمان تنہا رہے لے جائز نہیں کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے بھیگی

نکاح کرو۔

یہ بیویاں عام عورتوں سے ایک ممتاز و بلند حیثیت رکھتی تھیں۔

يَلْبَسْنَ الْيَنبِيَّ لَسْتُمْ كَأَخَدٍ مِنَ الصِّفَةِ إِنْ تَغَيَّبْتُمْ. (الاحزاب ع ۱)

اے نبی کی بیویاں تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کئے ہو۔

ان نبی کی مساحیوں سے کوئی چیز مانگنا ہوتا لست کو ہدایت تھی کہ پردہ کے باہر سے مانگ

کریں۔

نیت کرتے ہیں۔

ایمان کا معیار یہی یہ رکھ دیا گیا ہے کہ معاملات میں گم جہیر کو بتایا جائے اور ان کے ہر

فیصلہ پر کراہت قبول کر لیا جائے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي شَيْءٍ مِّنْهُم مَّا تَحْكُمُ لَهُمْ فَيُطِيعُوا مَا تَحْكُمُ لَهُمْ. (النساء ع ۱)

تو قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ انہیں ایمان نصیب نہ ہوگا جب تک یہ نہ ہو

کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ فیصلہ آپ سے کر انیں

اور آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں گلی کر انیں اور آپ کے فیصلہ سے اپنے

دلوں میں گلی (بھی) نہ پائیں اور اسے پوری طرح تسلیم کر لیں۔

اور اس کی تصریح بار بار آئی ہے کہ آپ خصوصی فضل و رحمت الہی کے مورد تھے۔ مثلاً

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا. (النساء ع ۱۷)

میں نے آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا افضل رہا ہے۔

یہ پھر اسی طرح بالواسطہ

وَمَا كُنْتُمْ تَدْرِكُونَ إِنَّا تِلْكَ الْكِتَابُ الْأَرْحَمَ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ. (النقص ع ۱)

اور آپ کو تو یہ امید ہی نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل ہوگی لیکن آپ کے

پروردگار کی رحمت سے اس کا نزول ہوا۔

ایسے سرور و سردار کی خانگی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کے لیے کچھ خصوصی آداب بھی

مقرر ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ ہے مثلاً ایک ادب یہ تھا کہ آپ کو اگر پکارا جائے تو اس طرح

نہیں جیسے لوگ ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہیں۔

وَلَا تَقْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. (النور ع ۱)

(نکو) اپنے درمیان رسول کو اس طرح نہ پکارا کرو جیسے تم ایک دوسرے کو

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُونَ. (النحل ٦)

اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے
ہیں آپ ان کی شرح ان پر کر دیں تاکہ وہ سوچتے رہیں۔
اور پھر اسی سورت میں ذرا آگے چل کر ہے۔

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلتَّبَيِّنِ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ
وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ. (النحل ٨)

اور ہم نے تو یہ کتاب آپ پر بس اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان لوگوں پر وہ
کھول کر ظاہر کر دیں جس بارہ میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور ایمان والوں
کی ہدایت و رحمت کی فرض ہے۔

غرض یہ کہ سب قرآن و معلم قرآن ہی کی طرح آپ کا شارح قرآن ہونا بھی قرآن مجید
ہی سے ثابت و ظاہر ہے اور جس طرح باب کا آغاز آپ ﷺ کے وصف بشریت سے ہوا
تھا۔ اسی طرح باب کا خاتمہ بھی آپ کی رسالت کے اس خاص الخاص وصف کے اثبات پر
ہو رہا ہے اور جس کس نبی کے لیے قرآن نے مکمل کر رکھا یا کہ یہ لوگوں کی پیروی کے لیے
ایک اسوۂ حسنہ یا ایک بہترین نمونہ ہے تو اس کے متقی ہی یہ ہونے کے وہ بہترین صفات
و کمالات کا مجموعہ ہے کہ بغیر اس خاص جامعیت کمالات کے وہ نمونہ کا کام دے کیوں کر سکتا ہے
اور اوصاف و کمالات کی تعمیری بہت تفریح و تفصیل جو آپ کے سامنے آیات قرآنی سے
ہو چکی، یقین ہے کہ اس کے بعد آپ کا دل خود بول اٹھے گا کہ بے شک وہی ذات مستحق تعالیٰ
اس کی کہ خلق کے سامنے خالق کی طرف سے اس کی کوری گری کے شاہکار کی حیثیت سے
پیش ہو۔

وَإِنَّمَا أَلْهَمُوهُمْ فَتَنًا فَتَنَلُوهُمْ مِّنْ وَرَاءِ حُجَابٍ (الاحزاب ٧)
اور جب تم کو ان بیبیوں سے کوئی چیز اٹکنا ہو تو پردہ کی آڑ سے مانگو۔
پیغمبر کے گھر میں بے حجابا، بظاہر ہات پٹے آنا، جائز نہ تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ
(الاحزاب ٧)

اے مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ داخل ہو چاہا کرو وہ اس کے کہ تمہیں اس کی
اجازت دے دی جائے۔

یہ بھی مکت کو ہدایت ہوئی کہ پیغمبر کے ہاں اگر کھانا کھانے کا اتفاق ہو تو کھانے سے
فرافت کے بعد بس اٹھ کھڑے ہوا کرو یہ نہ ہو کہ پیغمبر کے اوقات کا لحاظ رکھے بغیر بے فکری
سے باتوں میں لگ گئے۔

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مَسْتَلَبِينَ لِحَدِيثٍ. (الاحزاب ٧)
پھر جب کھانا کھا چکے ہو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے
رہنا کرو۔

رسول اللہ ﷺ پر مروت یا حیا اس درجہ غالب تھی کہ خود اپنے کٹش پر دراز ہونے سے اتنی
بات بھی برا دراست نہیں فرما سکتے تھے اور قرآن مجید کو یہ ہدایت دینا پڑی۔

إِنَّ لِّدَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ
الْحَقِّ. (الاحزاب ٧)

اس بات سے پیغمبر کو گوری ہوتی ہے لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ
صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا۔

اور آپ ﷺ کے ذمہ قرآن مجید کی مجلس تبلیغ و تعلیم ہی نہ تھی، بلکہ اس کی تعین بھی تعین
اس کے خفی کو چلی کر اس کے مشکلات کو کھولنا اور واضح کرنا رہا ہوا ہے۔

رسالت و شریعت

فضائل و مناقب کا مرقع آپ ﷺ کا خطہ کر چکے اور ابھی رسول ﷺ کی جلالت قدر کے جلوے نظر سے گزرتے رہیں گے۔ لیکن قرآن مجید جیسی جامع مانع اور کل ملتی کتاب کو دوسرے سرے کی طرف سے بھی پوری احتیاط رکھنی لازمی تھی۔ پیہروں اور ہادیوں کی شخصیتوں پر دنیا کی تاریخ میں برابر یہ ظلم عظیم ہوتا رہا ہے کہ جہاں ایک طرف منکروں اور معاندوں نے ان کے کمالات کی طرف سے سکرانہائی اکھٹیں بند کر لیں اور کھذبہ و انکار کو اپنا شعار بنالیا وہیں دوسری طرف مانعے والوں نے بھی عقیدت میں وہ خلوک کیا کہ اپنی کو بادشاہی اور بندہ کو خدائی ہی کے تحت پر بٹھا کر دم لیا۔ بندہ کو بندہ رہنے ہی نہ دیا اور طول، اتھاہ و تنہیت اہلیت عینیت وغیرہ طرح طرح کے عقیدے گڑھ کے رسالت کے ڈاٹے الوہیت سے چلائے۔ حضرت عیسیٰ کی مثال تو مکمل ہوئی موجود ہی ہے، ہندوستان کے جن بزرگوں کو اوتار کہہ کر مانا جاتا ہے، عجب نہیں کہ ان کی بھی اصلی اور ابتدائی حیثیت پیہری ہی ہو۔

قرآن مجید نے اس شدید گمراہی بلکہ کہنا چاہیے کہ گمراہیوں کی جڑ سے مسلمانوں کو بچانے کے بالواسطہ اور براہ راست دونوں طریقے پر زور صورت میں اختیار کیے۔ پہلے طریق بالواسطہ پر کیجیے۔ قرآن مجید نے پہلے اس سلسلہ میں یہ اصل قائم کی کہ آپ ﷺ بھی اسی طرح ایک رسول ہیں۔ جیسے آپ کے قبل ہو چکے ہیں۔

اسلامی صحافت کے علمبردار
آپ ﷺ کے ہدیہ اعلیٰ
جناب مولانا محمود الرشیدی
اور ان کی پوری ادارتی ٹیم کو
ولادت رسول ﷺ کے مبارک دن کی
مناسبت سے خوب صورت اور شاندار

سیرت النبی ﷺ نمبر

شائع کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے

مبارکباد

نمبر

ابورویف محمد اطہر (لکھنے والے)



امیر مجلس تحفظ اسلام پاکستان لاہور
پرنسپل اقرأشرف الاطفال ٹاؤن شپ لاہور
Mob: 0300-4510986

میں ہجڑ اس کے بشر ہوں پیغمبر ہوں اور کیا ہوں۔

شرک اور مشرک کا نہ عقائد میں ڈوبے ہوئے مشرکین ہمارے پیغمبروں سے انکار و استہجاب کے لہجہ میں کہتے تھے۔

أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا زَمَنُوْا۔ (بنی اسرائیل ع ۱۱)

کیا خدا نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

پاکیہ کنہ

أَبَشْرُ يَهُدُ وَنَنَا (التغابن ع ۱)

کیا ہماری ہدایت ایک بشر کرے گا۔

یا کبھی اپنے پیغمبر کی کو براہ راست مخاطب کر کے کہتے۔

مَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعرا ع ۸)

تم اور کیا ہو ہجڑ اس کے ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔

اس طرح کے فقرے قرآن مجید نے ان کذب قوموں کی زبان سے بار بار نقل کئے ہیں اور اس کے جواب میں ان کے پیغمبروں کی زبان سے اس واقعیت کو بڑی خندہ چھنی سے تسلیم کر لیا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ارہیم ع ۲)

بے شک ہم تو بس بشری ہیں تم جیسے۔

اور اسے ہی پر نہیں نہیں کیا، بلکہ اس کی بھی تصریح بار بار کرادی کہ پیغمبروں کا جسم بھی عام انسانوں کی طرح مادی جسم ہوتا ہے اور انہیں احتیاج بھی کھانے پینے کی رہتی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا إِلَّا يَكْفُلُونَ الْعُلَافَةَ (الانبیاء ع ۱)

اور ہم نے انہیں جسم بھی ایسا نہیں دیا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔

اور خود ہمارے رسول سے متعلق مکرر یہ مسئلہ طرہا کہ یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں پٹے پھرتے بھی ہیں۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالْقَبِيلِينَ مِنْ بَعْدِهِ۔ (نساء ع ۱۲۳)

ہم نے (اے نبی) آپ کی طرف بھی بے شک (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسی نوح اور ان کے بعد (دوسرے) نبیوں پر بھیجی تھی۔

اور خود آپ کی زبان سے یہ کہلایا گیا۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَايِ الْمُرْسَلِ۔ (الاحقاف ع ۱)

آپ کہہ دیجئے کہ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا تو ہوں نہیں۔

اور یہ بھی تصریح کے ساتھ ارشاد ہو گیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران ع ۱۵۰)

محمد ﷺ تو بس ایک پیغمبر ہی ہیں، بے شک ان سے پہلے بھی پیغمبر ہو چکے ہیں۔

اور اس اصل کے مقرر اور متعین ہو جانے کے بعد یہ حقیقت بھی ارشاد ہوئی کہ سارے

رسول ﷺ انسان ہی ہوئے ہیں۔ بشر ہوئے ہیں فوق البشر نہیں۔ نہ دیوتا، نہ اونٹارہ، نہ لاکن

اللہ نہ کچھ اور فقط وحی الہی سے سرفراز بشر!

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نَوْحِينَ إِلَيْهِمْ مِنْ لَعَلِ الْغُرَىٰ (نساء ع ۱۱۳)

(اے پیغمبر) ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے وہ بدستیوں کے رہنے والے

بہن آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

اسی حقیقت کا اعادہ سورہ اہل ع ۶ میں ہے اور یہی مضمون سورہ انبیاء ع ۱۸ میں ایک بار

بہرے نام لفظی فرق کے ساتھ ارشاد ہوا ہے گویا خوب وضاحت اور تکرار کے ساتھ یہ ارشاد ہو گیا کہ نبوت بشریت کے باور اور اس سے باوق کوئی چیز نہیں۔

یہ طریقہ تو بالواسطہ آپ کو بشر قرار دینے کا تھا۔ لیکن قرآن نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ براہ

راست آپ کی بشریت کا اثبات اور وہ بھی بے تکرار کیا ہے، ایک جگہ آپ ہی کی زبان سے کہلایا ہے۔

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ۔ (بنی اسرائیل ع ۱۰)

وَمَا كُنُوا خَالِدِينَ (الانبیاء ع ۱)

و وہ ہمیشہ رہنے والے نہ تھے۔

اس قسم کی آجوں میں تو ہمارے رسول ﷺ کا ذکر صرف صفات و احاطہ لاء ہے باقی دوسری

آجوں میں آپ ﷺ کی وفات یا فانی ہونے کا ذکر صراحتاً ہے۔ مثلاً۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ. (آل عمران ع ۱۵۰)

محمد ﷺ تو بس ایک پیغمبر ہیں، پیغمبران سے پہلے بھی (بہت سے) گزر چکے

ہیں تو اگر یہ وفات یا ہلاک کر ڈالے جائیں تو کیا تم واپس پھرتے ہو

واپس چلے جاؤ گے۔

اور کہیں اس قسم کے الفاظ ہیں۔

وَإِنْ مَسَّ رُسُودُكَ بَعْضُ الَّذِي نَعُذُّهُمْ أَوْتَوْا فَبَيْنَكَ فَلَمَّا عَلِيكَ
الْبَلَاءُ وَغَلَبْنَا الْحِسَابَ. (الرعد ع ۶)

اور جس عذاب کا وعدہ ہم (کافروں) سے کر رہے ہیں، اگر اس کا کچھ حصہ ہم

آپ کو دکھا دیں یا آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے ذمہ تو صرف تلف ہے

اور حساب لینا ہمارا ہی کام ہے۔

اور کہیں اس سے ملنے جلتے الفاظ ایسے آئے ہیں۔

وَإِنْ مَقَرَّ يَدُكَ بَعْضُ الَّذِي نَعُذُّهُمْ أَوْتَوْا فَبَيْنَكَ فَلَمَّا مَرَجَعُهُمْ
(یونس ع ۵)

اور جس عذاب کا وعدہ ہم ان (کافروں) سے کر رہے ہیں، اگر اس کا کچھ

حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا آپ کو وفات دے دیں تو ہمارے پاس تو انہیں

واپس آتا ہی ہے۔

اور یہ مضمون انہیں آجوں میں نہیں اور بھی حصہ و آجوں میں آیا ہے اور اس حکم سے

فَقُولُوا لِمَا هَذَا الرَّسُولُ يَكُلُ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُ فِي الْأَسْوَاقِ. (الفرقان ع ۱۶)

بولے کہ ان رسول کو کیا ہوا ہے کہ وہ کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے

پھرتا ہے۔

جواب میں آپ کی بشرت کی واقفیت کو تسلیم کر کے ارشاد ہوا کہ اس میں نئی بات کیا

ہے۔ جتنے پیغمبر پیش آچکے ہیں سب کی جسم اور مکی اصناف میں لے کر آئے تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنَّهُمْ لَيَكُلُونَ الطَّعَامَ
وَيَشْرَبُونَ فِي الْأَسْوَاقِ. (الفرقان ع ۲)

اور ہم نے آپ سے پیش جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور

بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

اور یہی نہیں کہ پیغمبران روح کھانے پینے پھرنے کی بشری ضرورتوں سے بے نیاز

نہ تھے بلکہ یہی بچے شادی بیاہ اور خاندان کے معاملے میں بھی ترک و محل اور رہائش کے

فائل اور عامل نہ تھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَاهُمْ نَزَاجًا وَزُجَّةً. (الرعد ع ۶)

(اے پیغمبر) بے شک ہم نے آپ سے پیش پیغمبر بھی بھیجے ہیں اور انہیں

نیزیاں اور اولاد دیں بھی دیں ہیں۔

اور پیغمبروں میں تو اتنی قوت بھی نہیں ہوتی کہ خود اپنی طرف سے کوئی مجبور و کھائیں یا

کوئی امر بہ طور خارق عادت پیش کر سکیں۔

وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ. (ابراہیم ع ۲)

اور ہمارے بس میں تو ہے نہیں کہ ہم تمہارے پاس کوئی دلیل لائیں بجز اس

کے کہ اللہ کے حکم سے۔

معمودیت کی بڑی پہچان اور حقو کی بات بالکل ضرور اہم نہایت یا اہمیت ہے اس وصف

کی کامل نفی پیغمبروں سے قرآن نے کی ہے۔

مقصود دعا طین کو رسول اللہ ﷺ بشریت اور وفات پذیر ہی سے خوب مانوس کر دینا ہے اور ایک جگہ تو اجتہاد ہے کہ اس خاص وصف کے لحاظ سے رسول مقبول اور کفار معاندین کو پا لکل ایک ہی صف میں رکھ دیا گیا ہے۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَلَهُمْ مَيِّتُونَ. (الزمر ع ۳)

آپ بھی موت پانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی موت پانے والے ہیں۔

عبدیت، قرآن نے بتایا کہ حضرات انبیاء کے لیے کوئی تک و عار کی چیز نہیں، فخر و مہابت کی بات ہے حضرت مسیح کا نام لے کر ہے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمُؤْمِنُونَ أَنْ يَكُونُوا عَبْدًا لِلَّهِ. (النساء ع ۲۴)

مسیح ہرگز اس سے عار نہ کریں گے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔

رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہاں تک کہلا دیا گیا کہ اور تو اور میں اور اپنی ذات کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا أَنِيفِي صَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ. (یونس ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات تک کے لئے تو نقصان و نفع کا اختیار رکھتا نہیں ہوں مگر ہاں جتنا انا کو منظور ہو۔

اور یہی معنوں ایک برائے نام فطری فرق کے ساتھ سورۃ الاعراف میں ۲۳ میں دہرایا ہے۔

شرکاء نہ ہوں گا ذکر نہیں، مسیت تو اصل ایک تو حیدی دین سے اس تک میں شفیق مطلق حضرت مسیحؑ کو ظہر الایا گیا ہے، بلکہ روز جزا کے گویا حاکم و مالک ہی وہی ہوں گے۔ اور جس کو چاہیں گے اپنے اختیار سے جنت دلا دیں گے قرآن مجید نے اس کے برعکس رسول اسلام ﷺ کی زبان سے یہاں تک کہا یا ہے۔

وَمَا أَتَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِهِ وَلَا بِكُمْ (الاحقاف ع ۱)

اور میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔

اور خبر یہاں تو معاملہ حشر کے علم کی نئی رسول ﷺ کی زبان سے کرائی گئی۔

دوسری جگہ طیب کی نئی کہنا چاہیے کہ مطلق صورت میں ہے۔

وَلَوْ كُنْتَ كُنْتَ أَعْلَمَ الْغَيْبِ لَاسْتَكْفَرْتَ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السَّوْءَ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُثْقَلُونَ.

اگر میں غیب کا علم رکھتا ہوتا تو اپنے لئے بہت سے نفع حاصل کر لیتا اور کوئی مضرت میرے اوپر واقع نہ ہوتی، میں تو کھل ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بشریت ایک لطیف و نادر طریقہ سے بھی قرآن مجید نے ظاہر کر دی ہے یعنی انجام کے ساتھ حضور کے باوی اجزائے جسم، اعضاء اور شکل و شبہ کے اہم جزئیات کا بھی ذکر اپنے صفات میں کر دیا ہے اور اس طرح کہنا چاہیے کہ سراپائے مبارک کا ایک خاکہ قرآن مجید کی مدد سے تیار ہو جاتا ہے۔

فَأَنصَبْنَا بِسَرِّئَانَا بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ. (الدخان ع ۳)

ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان سے آسان ہی کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔

زبان مبارک کا ذکر وہ ایک دوسرے موقع پر بھی موجود ہے۔

لَا تُحْزِنُكَ بِهِ لِسَانُكَ لِنَفْعٍ لِّهِ. (القیامۃ ع ۱)

اے پیغمبر! آپ قرآن پر زبان نہ ہلایا کیجئے کہ آپ اسے جلدی جلدی لیں۔

زبان کے وجود کا اثبات اور وہ بھی دودھ جگ، خواہ مخواہ اور بلا مقصد نہیں اس سے جہاں ایک طرف حضور کے جسد ظاہری کی اکرام ظاہر ہوتا ہے، وہاں مخاطبین کو یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ اس عید محترم کا جسد و قالب گوشت و پوست کے انہیں لوازم کے ساتھ تھا، جنوں بشری کے لیے عام ہیں، زبان کے ساتھ دل کا ذریعہ آیا ہے قلب اور فوادوں انھوں کے ساتھ دو

ہم آپ کے چہرہ کا آسان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے تھے۔

اور پھر اسی آیت کے اندر انہیں الفاظ سے شمل۔

قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

بس آپ پھیر لیا کیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔

اور پھر چند سطروں بعد انہی الفاظ کی تکرار دوسری تیسری بار اور دئے مبارک کو دین کی

طرف کیسور کئے کا حکم سورۃ الاروم میں دوبار قریب ہی قریب ہے۔

فَلَقَدْ وَجَّهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ (الروم ۵)

سو آپ اپنا رخ اس دین راست کی طرف رکھیے۔

اور ایک جگہ حد کی صورت میں آپ سے خطاب ہوا ہے کہ۔

فَإِنْ حَاجَّكَ فَقُلْ أَسَلَّمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ (آل عمران ۶)

اگر یہ (شرکین) پھر بھیجی آپ سے جھگڑیں گاتے رہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں

تو اپنا رخ (خاص) اللہ کی طرف کر ہی چکا۔

ایک اور جگہ بار بار مبارک سے یہ کہلایا گیا ہے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ۔

وَأَنْ أَلْقِي وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا

اپنا رخ دین کی طرف کیسور کر رکھا۔

چشم مبارک کے علاوہ گوش مبارک کا بھی ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، مگر صراحت نہیں

تو لایا تو بہر حال، منافقین مدینہ کا قول نقل ہوا ہے۔

يَقُولُونَ هُوَ أَوْنٌ قُلْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ (التوبہ ۸)

یہ کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سنتے ہیں کہہ دیجئے کہ آپ کان دے

کر دیتی بات سنتے ہیں جو تمہارا حق میں بہتر ہے۔

اب میں نے مبارک کی طرف آئے اور اس کا کس اس آئینہ آسمانی میں ملا حظہ فرمائیے۔

أَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح)

جگہ چنانچہ یہی جگہ۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَلَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْنَا مِنْ قَبْلِكَ بَاقِنَ اللَّهِ (البقرہ ۱۶)

آپ کہہ دیجئے کہ جو کوئی جبرئیل سے دشمنی رکھتا ہے تو انہیں نے تو یہ قرآن آپ

کے قلب پر اللہ کے رحم سے اتارا ہے۔

دوسری بار ایک اور سورۃ میں۔

نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ (الشعراء ۱۹)

اس قرآن کو امانت دار فرشتہ نے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے

والوں میں سے ہوں۔

لفظ فواد کے ساتھ یہ سلسلہ معراج آیا ہے۔

مَلَكُذَّبَ الْفَوَازِ مَلَأَهُ (النجم ۱)

قلب (خفیہ) نے دیکھنے والی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔

چشم مبارک کے ذکر جمیل سے بھی یہ جھجھکتا ہی غالی نہیں۔

حضور ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَمْنَنَّ عَيْنُكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ (الحجر ۶)

اور آپ ہرگز آنکھیں اٹھا کر بھی ان چیز کو نہ دیکھیے جن سے ہم نے ان

(نافرانوں) کے کلف گرد ہوں کو متعین کر رکھا ہے۔

چشم مبارک کی عبارت کا ذکر کر کے ارشاد ہوتا ہے

مَلَأَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى (النجم ۱)

نگاہ نہ بجی نہ بڑھی۔

روئے مبارک کا تذکرہ تو شاید اور زیادہ ضروری تھا، اس سے یہ کتاب آسانی کیسے غالی

رہتی حکم جو مل قبلہ کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

قَدْ نَرَى تَغَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ

کیا آپ کا جہنم نے آپ کے لئے کھول دی ہے۔

اور پشت مبارک کے کڑے لے گئیں اور جانے کی ضرورت نہیں اسی کے متصل موجود ہے۔
وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ.

اور آپ سے آپ کا وہ بوجھ دور کر دیا جو آپ کی پشت کو توڑنے والا تھا۔
اور ان اعطائے جہد کے علاوہ قرآن معروض بیان میں حضور ﷺ کے بعض اعمال و حرکات جسمانی کو بھی لایا ہے مثلاً حضور ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا اور نماز اور عام عبادتیں مثلاً۔

الَّذِي يَذُكَّ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلِبُكَ فِي السَّجْدِ (الشعراء ۱۱)
وہ اللہ جو آپ کو کھڑے کرتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کی نشست پر خاست نمازوں کے ساتھ۔

یا مگرین شریکین کی زبان سے۔
مَلِكُنَا الرَّسُولُ يَكُلُ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُ فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان ع ۱)
ان رسول کو پے کیا یہ کھاتا بھی تھے اور بازاروں میں پتے پھرتے بھی ہیں۔

یا پھر اس قسم کی آیتیں۔
قُلْ إِنَّا صَلَاتُنِي وَنُسُكِي وَمَعَالِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الاعراف ع ۲۴)
آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ پر درودگار عالم کے لئے ہیں۔

حیات اور موت دونوں کا ذکر اس آیت میں آیا ایک جگہ شریکین کو مخاطب کر کے عمر شریف کا بھی حوالہ آپ ہی کی زبان مبارک سے دیا گیا ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ (یونس ع ۲)
میں اس (دعوتی نبوت) سے پہلے ہی تو ایک عمر تک تمہارے درمیان رہ چکا ہوں۔
اسی طرح ایک جگہ اور قوم لوط کی خرمی کو آپ ﷺ کی عمر یا جان کی قسم کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

لَعَنَّاكَ إِنَّمْ لَغِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ
آپ کی جان کی قسم وہ لوگ اپنی سستی میں مدہوش تھے۔



حضور کا مولد جیسا کہ آپ پہلے سن آئے ہیں، امیر ایسی شہر کہ یا یکہ تھا، جس کے صفاتی نام مثلاً
أُمُّ الْقُرَى، الْبَلَدُ الْأَمِينُ، الْبَلَدُ الْحَرَامُ۔

بھی قرآن مجید میں آچکے ہیں جب یہاں آپ کے ہر دو دن پر سختی حد سے گزر چکی اور اذیت ناقابل برداشت حد کو پہنچ چکی تو آپ کو حکم اس شہر سے ہجرت کر جانے کا ملا، ہجرت محض ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقلی کا نام نہیں اصطلاح شریعت میں اس ترک سکونت، اس نقل مکانی کو کہتے ہیں، جو دین کے تحفظ کی خاطر یا احکام الہی کی تعمیل میں اختیار کیا جائے۔

معلوم بلکہ جس میں کیا عمر اور کیا عمر تھیں اور کیا بچے سب ہی شامل تھے اس کی زبان پر فریاد مدت سے جاری تھی۔

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا (النساء ع ۱۰)
اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں مرد بھی ہیں، اور عورتیں بھی اور بچے بھی، جو دعا کر رہے ہیں، اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں۔

رسول اللہ کی ذات اور رسول اللہ کی دعوت یا مشن کے ساتھ تسخیرِ ان کی عام حادث بن گئی تھی۔ دعوت کو قبول کرنا لگہ با لگہ پانچ سو برس کے ساتھ غور کے بھی روادار نہ تھے۔

وَإِنَّا أَنْزَلْنَاهُ يُنَادِيكَ الْهَزْوَلا (الانبیاء ۱۶)

جب آپ کو یہ کافر (یعنی مشرکین کہ) دیکھتے ہیں تو بس آپ سے مسخرہ پن کرنے لگتے ہیں۔

اور اپنے خیال میں ہنسی اڑاتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ:

أَهَذَا الَّذِي يُنَادِيكُمْ وَهُمْ لَا يَكَفُّونَ الْهَزْوَلا (الانبیاء ۱۶)

کیا یہی وہ حضرت ہیں جو تمہارے معبودوں کی بدگویی کرتے ہیں اور (خود ان کا یہ حال ہے کہ) زمین کے ذکر پر یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔

اور یہی مضمون حمزہ سے فرق کے ساتھ ایک دوسری جگہ بھی قرآن میں نقل ہوا ہے۔

وَإِنَّا نُنَادِيكَ إِنَّ يَنْفَعُونَكَ إِلَّا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَبْغَتْ لَهُمْ رُسُولًا (هرون ۱۶)

اور جب یہ لوگ (یعنی مشرکین کہ) آپ کو کہتے ہیں تو بس تسخیری کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ حضرت ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

گویا دعویٰ امت ان لوگوں کے نزدیک سر سے ناقابل قبول بلکہ ناقابل التفات تھا اور بڑا حربہ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہی مسخر و استہزاء تھا، ہر طرح آپ کی ہنسی اڑاتے اور

آپ کی تعلیم کو کھر و تھجہ مسخر ہلاتا، چنانچہ رسول اللہ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ وَإِنَّا نَمُكِّرُوا لَا يَنْفَعُونَ وَإِنَّا نُلَوِّا (الصافات ۱۶)

آپ تعجب کرتے ہیں اور وہ ہنسی اڑاتے ہیں اور جب آپ انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت نہیں سننے اور جب کوئی سی تشانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا ہجو ہے اور بس۔

آخر تجویزیں آپ کو قید میں ڈال دینے کی ہونے لگیں، مشورے آپ کی حیا و عفتی کے شروع ہو گئے اور منصوبے آپ کے نقل کے ہونے لگے۔ سیرۃ کی کتابوں میں یہ واقعات تفصیل سے آئے ہیں قرآن مجید نے ایجاز و جامعیت کے ساتھ یہ بتا دیا کہ:

وَأَنبِئُكَ الْيَوْمَ كَفَرُوا بِالْبَيْتِ نَوَكَ أَوْ يَمُوتُوا أَوْ يُخْرَجُونَ (الانفال ۴)

اور جب یہ لوگ (یعنی مشرکین کہ) آپ کی نسبت یہ سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔

یہ چالیس بڑی گہری اور یہ تدبیریں بڑی ذہری تھیں۔ ایسی کہ ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو خود اپنی حکمت و تدبیر کا ذکر کرنا پڑا۔

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ (الانفال ۴)

وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔

آپ کے گھنی کے پیر اور رئیس اپنے کو کھدی اقلیت اور ہر طرح کے معاشی ضعف اور نامدگی میں پارہے سے تھے اور پناہ کی تلاش میں رہتے تھے قرآن مجید نے اس دور کے ختم ہو جانے پر اس کا جھڑک دیا ہے اس سے اس پر پوری روشنی پڑ گئی۔

وَإِنَّا نُرَاكُم مِّنْ دُونِ الْأَعْيُنِ فَأَنظِرْهُمْ إِلَى الْيَوْمِ (الانفال ۳)

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے اور ملک میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اور اس اندیشہ میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اور اس اندیشہ میں رہا کرتے تھے کہ تم کو یہ لوگ (یعنی مشرکین کہ) کوچ کھسوت نہ لیں، پھر اللہ نے تمہیں جگہ دی۔

قرآن مجید ذکر کرتا ہے کہ جب مظلوموں کو حکم ہجرت کا ملا اور ان میں سے بعض پھر بھی

کلی اصطلاح میں ایک سرد جنگ حزب محمدی کے خلاف جاری کئے ہوئے تھے قرآن مجید میں منافقوں پر عطف کر کے ان کا ذکر بھی آیا ہے۔

وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ (الاحزاب ع ۸)
اگر منافقوں کو شر باخبری جنگ میں کبھی مسلمانوں میں شامل ہو کر لکھن پڑتا بھی تو کہتے کہ۔

لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (المالغون ع ۱)
بمگر اگر ہم واپس آئے تو ہم میں سے جو گروہ زبردست ہے وہ زبردستوں کو یقیناً نکال باہر کرے گا۔

اور زبردست وغائب فریق سے اشارہ نماہری ہے کہ ان کا اپنی ہی طرف ہوتا اور زبردستوں اور مظلوموں سے مسلمانوں کے جانب۔

اسی طرح ایک بار ایک جنگ کے موقع پر عین میدان جنگ سے ان منافقین نے دوسروں کو بڑھا کر دواہیں لے جانا چاہا تھا قرآن مجید میں ذکر اس کا بھی موجود ہے۔

وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا (الاحزاب ع ۲)

اور وہ وقت یاد کرو، جب ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا تھا، اے یثرب والو! غرے کا موقع نہیں واپس چلے جاؤ۔

مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا اور اصلاً یہ یہود کا مسکن تھا، مدینہ النبی یہ نہرت نبوی کے بعد کہلا یا اور پھر صرف المدینہ کہلا گیا۔

اس شہر سے ہمت کر، ہجر عارضی جتنی ضرورتوں یا حج وغیرہ کے کہیں اور آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اور نہ سیرۃ تاریخی میں آتا ہے یہیں قیام آخر عمر تک رہا، وفات شریف یہیں ہوئی اور یہیں مدفن ہے۔

دشمنان اسلام کی سازشوں میں شریک، ان میں زیادہ تر تو مشرکین مدینہ تھے اور یہود بھی ان کا اصل تذکرہ کسی مستقل عنوان کے ماتحت آپ آگے چل کر میں گے یہاں سلسلہ بیان میں صرف اتنا سن لینا کافی ہوگا کہ ان کی چال بازیوں کی بات قرآن مجید نے بار بار دہرائی ہے اور يُخَذِّلُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا انہیں کے لیے فرمایا ہے یعنی یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں یا دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں، اللہ کو اور مومنوں کو۔

دوسرا ایسا سبب یہاں آکر آپ کا اہل کتاب سے پڑا خصوصاً یہود سے اور ان سے طرح طرح کے مناقضے رہے یہ سرگزشت بھی آگے چل کر آپ سنئے گا۔

تیسری نئی بات یہ پیش آئی کہ آپ کو فخر و غرور سے یا دینی عمارت کے لیے ایک نہیں متعدد کرنے پڑے زیادہ تر تو مشرکین مکہ اور دوسرے عرب قبائل کے خلاف اور کبھی کبھی قبائل یہود کے مقابلہ میں بھی اس کی تفصیل بھی ایک آئندہ صحت کے لیے اٹھا رکھے۔

اور چوتھی بات جو اس صورت حال سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوئی یہ ہے کہ آزادی و خود مختاری مل جانے سے آپ ﷺ کو مدینہ میں حکومت و سلطنت کی بنیاد ڈالنے، اس کے لیے قانون و آئین وضع کرنے اور طرح طرح کے احکام جاری کرنے کی ضرورت بھی آپڑی۔ یہ احکام کچھ بذریعہ وحی نازل ہوتے رہے اور قرآن مجید میں جگہ جگہ پاتے رہے اور کچھ رسول نے اپنے اجتہاد سے یا قرآن مجید سے استنباط کر کے صادر فرمائے۔

منافقین مدینہ کی ہفت نفاق کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے۔

وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّفَاقِ (التوبة ع ۱۳)

مدینہ والوں میں ایسے بھی ہیں، جو نفاق پر اڑ گئے ہیں۔

ان پانچ منافقین کے علاوہ اور بھی کچھ آبادی مدینہ والوں کی ایسی تھی جو ایمان کے باپ میں دودھ لی ہی ہو رہی تھی، یہ کچھ اور مدہ بذلی ایمان والے بھی منافقوں کے شریک ہو کر طرح طرح کی افواہیں شہر میں مسلمانوں کو ڈرانے سہانے کے لیے اڑاتے رہتے تھے اور گویا آج

غزوات و محاربات

قرآن مجید اس حقیقت پر شاہد و ناظر ہے کہ رسول کریم ﷺ کی عمر مبارک کا ایک حصہ قتال و غزوات میں بھی گزرا ہے اور چونکہ قیام مدینہ کے دوران میں گزرا اس لیے لازمی طور پر یہ عمر شریف کا آخری حصہ تھا، ملک کا جو ماحول تھا اور ہر طرف جو فوجی امن نے اس صورت حال کو نگہ کر دیا تھا۔ قتل و غارت، ظلم و فساد، غصب حقوق و زبردستی، غرض کوئی بات جرم و مصیبت کی انتہا نہیں رہی تھی اور ایک عرب ملک کیا معنی کل دنیا میں اخلاقی و فیزیکی یا ان کی جگی ہوئی تھی قرآن مجید کے جامع الفاظ میں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي قَعْرِ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم ع ۵)

پکار نکلیں گئے ہیں فحشی اور فساد میں (سب کہیں) لوگوں کے اپنے کرتوتوں سے۔

مؤمنین کا طبقہ جو ہر مفسدہ کی اصلاح کا بیڑا ہی اٹھا کر وجود میں آیا تھا اور جس کے پر ورامر میں اللہ کی زمین پر صحیح عدالت و رہائی، ریاست کا قیام داخل تھا وہ خود ہی ظالموں اور کافروں کے ہاتھ سے ظلم و ستم کا خصوصی حقد مشت بنا ہوا تھا، اپنے مولد و مکرز یعنی شہر مکہ میں اللہ کے رسول اور اس کے پیروؤں پر جو زبردستی رہی، اس سے آپ ہجرت کے ذیل میں واقعات سن کر کچھ واقف ہی ہو چکے ہیں اب وقت وہ ہے کہ مکہ کے یہ مظلوم و مہاجر ملک کے ایک دور دراز شہر مِثرب میں آکر آباد ہو گئے ہیں اور اس کا نام مدینہ النبی پڑ چکا ہے۔ لیکن معلومات میں اب بھی کچھ فرق نہیں پڑا ہے بلکہ مصائب کا ہار گراں سے کچھ گراں تر ہی ہوتا جا رہا ہے۔

جب حالات اس درجہ ناقابل برداشت ہو چکے اور صبر و ضبط اپنی حد کو پہنچ چکا تو اب اذن

الشفاء کلینک

ڈاکٹر محمد عباس ایم بی بی ایس۔ آرا ایم پی

حمل ٹیسٹ

بلڈ شوگر

الٹراساؤنڈ

ای سی جی

سائنس کی بیماری کا علاج بذریعہ مشین
خفنی۔ خون اور پیشاب ٹیسٹ
ہر قسم کے آپریشن کئے جاتے ہیں

کلینک ہائیم: صبح 9:00 سے 1:30 تک

چوک نواں پنڈ کھوکھے Mob:0300-9615291

کے لیے اب تک لفظ حرب کا معنی رسول اللہ ﷺ کی ان ربانی مہموں کے لیے محدثین و فقہاء کے پاس اصطلاح غزوات کی رائے ہے حضور ﷺ نے غزوات متعدد فرمائے، محدثین و اہل سیر کے ہاں ان کی تعداد ۱۹ یا ۲۱ درج ہے آپ نے ان میں سے اہم ترین پر قرآن مجید کی روشنی میں نظر کرتے چلیں۔

غزوہ بدر:

پہلا بڑا غزوہ، غزوہ بدر کہلاتا ہے، اس مناسبت سے کہ یہ مقام بدر پر واقع ہوا تھا بدر ایک سرسبز منڈی اور منزل کا نام تھا، جو مدینہ کے جنوب مغرب میں وہاں سے تین یا چار منزل کے فاصلہ پر تھی۔ قرآن مجید میں اس غزوہ کا بیان آیا ہے، اشارۃً کتابیہ نہیں بلکہ تصریح سے اور اس تفصیل کے ساتھ جس کا یا بئی اہمیت کے لحاظ سے مستحق بھی تھا غزوہ بدر کے ایک عرصہ بعد ایک دوسرے موقع پر اس کا تذکرہ نہ صرف نام کی صراحت کے ساتھ، بلکہ اہل ایمان پر بھی لایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ أَهْلًا لِّقَاتِلِ اللَّهِ لَقَاتُوا اللَّهَ عَنكَ رِجْوَاءُ لَا تَأْخُذُكُمْ أَسْلِحَةُ الْكَافِرِينَ (آل عمران ۱۶)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد بدر میں کی، اور تمہاری تم بہت کمزور تھے، پس اللہ سے تقویٰ اختیار کرو شاید کہ شکر گزار بن جاؤ۔

فقہ اسلام کی اس "کمزوری" کی تفصیل تخریج حدیث و سیرۃ کی کتابوں میں مذکور ہے مختصر یہ کہ مسلمان تعداد میں بھی بہت کم تھے اور سامان جنگ کے لحاظ سے بھی بہت پست تھے۔ اس لیے بہت سے مسلمان تدفین اس موقع پر جنگ سے بچنا چاہتے تھے لیکن اللہ اپنے فضل سے انھیں اس تدبیر کے باوجود راہِ لشکر کو میدان جنگ میں لے آیا۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَاذِبُونَ. (الأنفال ع)

جس طرح آپ کا پروردگار آپ کو (اے پیغمبر) حق کے ساتھ آپ کے گھر

خداوندی ان مردانِ خدا کو بلا کہ اب تم بھی اس ظلم کے خلاف تلواریں اور جو ظلم و زیادتی کر رہے ہیں ان کا مقابلہ مردانہ وار تم بھی کرو۔

أَيُّهَا الَّذِينَ يُفَكِّهُونَ يَفْهَمُونَ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الْفَيْنِ أَخْرَجُوا مِنْ بَيْتِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنَّ يَقُولُوا وَبُئْنَا اللَّهُ. (الحج ۶)

جن لوگوں کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے، اب انہیں بھی اذان (قال) ملتا ہے، اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ہے شک ان کی مدد پر قادر ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے بغیر کسی قصور کے سو اس کے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

تو قتال کی اجازت مومنین کو بھی ملی۔ جب ان کی مظلومیت کمال کو پہنچ چکی تھی، اہل تعمیر کہتے ہیں کہ یہی سب سے پہلی آیت ہے جو اجازت قتال کے بارے میں نازل ہوئی ایک اور قول نقل ہوا ہے کہ پہلی آیت قتال کی یہ نہیں بلکہ یہ ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ.

قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

بہر حال سلسلہ قتال کی پہلی آیت وہ ہو یا یہ ظاہر ہے کہ ہم قتال مومنین کو جب ہی ملا، جب پانی سر سے اٹھا ہو چکا تھا، زمانہ قیام مکہ میں مشرکین مکہ نے آپ کے ساتھ جو گستاخیاں کیں اس سے تو آپ کو لوگ واقف ہو ہی چکے ہیں، مدینہ سے کہ ترک وطن کے بعد بھی عداوتوں سے نہ گیا اور اسے دور بلکہ اس وقت کے معیار سے دور دراز شہر میں منتقل ہو جانے کے بعد بھی معاندانہ کارروائیاں برابر جاری رہیں، بغرض یہ کہ ہم قتال کی قیام میں آپ ﷺ نے خود بھی قتال شروع کیا اور اسی کا نام اصطلاح فقہ میں جہاد پڑ گیا اور نہ محض جنگ

الْمُجْرِمُونَ. (الانفال ع ۱)

اور اللہ جہنم سے وعدہ کرتا تھا کہ وہ لوگوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے اور تم آرزو رکھتے تھے کہ وہی کروہم کو جس میں کوئی فساد (تمہارے لئے) نہیں، حالانکہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کر دے اور کافروں کی جزا کاٹ دے۔ تاکہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے، چنانچہ یہ مجرموں کو تباہی گزاری۔

انظر اسلام اس وقت قرآن کا خطرہ اور پیکر کا قافرا پر یاد رکھیں ان کی غیبی اور دلوں میں اطمینان مزید پیدا کرنے کی غرض سے ارشاد بھی صاف ہو گیا کہ تمہاری امداد کو فرشتے بھی ایک ہزار بیچے جارہے ہیں، قرآن مجید نے اس اہم ترین غرور و غمخیزی کی یہ تفصیل بھی محفوظ رکھی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

إِن تَسْتَعِينُونَ رَبَّكُمْ فَأَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنِّي مُيَكِّدُكُمْ بِالْغَلَبِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَ اللَّهُ إِلَّا بَشْرًا وَلِيُطْلِقَكُمْ بِهِ قُلُوبَكُمْ وَمَا الْغَنُورُ إِلَّا مِنَ عِبَادِ اللَّهِ إِنْ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَكِيمًا. (الانفال ع ۱)

یاد کرو وہ وقت جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے، اس نے تمہاری سن لی اور (فرمایا کہ) میں تمہاری مدد ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے کروں گا، اور اللہ نے یہ صرف تمہارے خوش کرنے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کو کیا۔ ورنہ حق تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

اسی جنگ کے دوران میں یہ ہو کہ حکمت خداوندی ہے بارش مین وقت پر، اور ایسے موقع سے ہوئی کہ نفع تمام تر مسلمانوں ہی کے فراق کو پہنچا، اور اس سے ان کے وضع مسل و غیرہ کی ضرورت جس سب پوری ہو گئی اور یہ دوسرے شیطانی ان کے دل سے دور ہو گیا، کہ

سے (بد رنگ) لے آیا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ (اس سے) ناخوش تھا۔ اپنے ضعف، اذیت، سامان غرض برادری، معیار سے ان لوگوں کا شامل ایک امر طبعی تھا اور یہ ایسے نامساوی معرکہ کو خوشی کا مرادف سمجھ رہے تھے اور اسی لئے وہ رسول اللہ سے بڑھ کا مسند چاری رکھے ہوئے تھے۔

يُجَادِلُوكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَلِمَاتُ يَسَارِعُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ. (الانفال ع ۱)

یہ لوگ آپ سے حق ظاہر ہوئے پیچھے بھاڑتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف بھاگے جارہے ہیں اور وہ موت کو کچھ نہیں سمجھتے۔

آگے بڑھنے سے قبل یہ طور جملہ معترضہ کے یہ بھی سن لیں کہ وہ اسلامی فوج ہے جس کے لیے مغربی اہل قلم کا یہ مستقل خطر ہے کہ یہ مالِ فحشیت اور لوٹ مار کے حریص مشرکوں پر فوج کو اٹھانے پر اترتے تھے، قرآن مجید کی شہادت اس کے برعکس سخت واضح و صریح ہے کہ انہیں بعض اوقات غلیل کر جھیل کر میدان میں لانا پڑتا تھا۔

بالِ اب بھر اصل قصہ سنئے، اس وقت مسلمانوں کو اجماع گزر رہے تھے ایک یہ کہ ممکن ہے مذبح قریش کی فوج سے ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ مقابلہ کی نوبت صرف تمہاری قافلہ قریش سے رہے جو شام سے واپس ہو رہا تھا اور وعدہ نصرت الہی کے باوجود مسلمان طبعی طور پر پندہ اس آسان تر حق کو کر رہے تھے اور آرزو یہ رکھتے تھے کہ سامان فوجی خطرہ کا نہ کرنا پڑے بلکہ محض کاروان تجارت سے نہپٹ کر واپس چلے آئیں قرآن مجید کا پورا بیان سنئے۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَ يَقَطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ

وَان تَسْتَفْتَحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَاِنْ تَعُودُوا نَعْدُ وَلَنْ نَغْنِيَّ عَنْكُمْ فَلَنتَكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَاِنْ
اللَّهُ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ. (الانفال ع ۲)

اور اگر تم فیصلہ ملنا چاہتے تھے تو فیصلہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی
کرو گے، ہم بھی پھر وہی کریں گے، اور تمہارا مجمع تمہارے ذرا کام نہ آئے
گا۔ خواہ (کیسا ہی) بڑا ہو، اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔

اس معرکہ بدر میں شیخ رسول کریم ﷺ کو ایسی کھلی ہوئی اور اسباب ظاہری کے مختصا
اٹنے پر تھیں ہوئی کہ قرآن مجید نے اس کو طمانیہ عام الفراق (فیصلہ کا دن) قرار دے دیا اور
یہ مومنین کو بھی اقرار ہے کہ اگر اسلام کو اس روز فتح کہیں نہ حاصل ہوگئی ہوتی۔ تو عربی
کی نہیں دنیا کی تاریخ کا رخ ہی آٹ چکا اور ہوتا ایک مضمنی موقع پر یہ الفاظ زور ہوئے ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ
التَّقْيِ الْجَمْعَانِ. (الانفال ع ۵)

اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن
نازل کی یعنی اس دن جب کہ دونوں فریق باہم مقابل ہوئے تھے۔

اور تو اور اس خاص معرکہ کے میدان جنگ کا نقشہ کہ قرآن مجید نے ایک خاص زاویہ
نظر سے پیش کر دیا۔ مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الْفَنِيَا وَهَمَّ بِالْعُدُوِّ الْقُصُوِّ وَالرُّكْبَ اسْفَلَ
مِنْكُمْ. (الانفال ع ۵)

یہ وہ وقت تھا جب تم (میدان جنگ کے) قریبی کنارے پر تھے اور وہ یعنی
ظفر مشرکین (دور کے کنارے پر اور کاروان تمہارا تم سے غیب میں تھا۔

دور اور قریب، آیت میں شہر مدینہ کی نسبت و اضافت سے ہے اور یہ اشارہ ہے ان

مخدول کہیں ہم ہی تو نہیں۔ نیز انہیں فینہ کی ہچک بھی آگئی، جس سے وہ تازہ دم ہو گئے،
دیکھئے قرآن مجید ان سارے جزئیات کو کس طرح اپنے احاطہ بیان میں لے لئے ہوئے ہے۔

اِذْ يُغَشِّبُكُمُ الْغَاسِقُ اَمْسًا سِنَةً وَيَنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءٌ
لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی
قُلُوْبِكُمْ وَيُخَيِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ. (الانفال ع ۲۶)

یاد کرو وہ وقت جب اندھن اپنی طرف سے تم پر فینہ طاری کر رہا تھا۔ تمہارے سکون
کے لئے او آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک صاف کر دے اور تم سے
دوسرے شیطان دور کر لے اور تمہارا بدل مضبوط کرے اور تم کو ثابت قدم رکھے۔

قرآن مجید کی اتنی آیتوں سے مضمنا اس کا اندازہ ہوگا کہ قرآن مجید کا اسلوب بیان
مورخوں اور اہل سیر کے انداز تحریر سے کتنا مختلف ہوتا ہے جس قسم کے جزئیات و تفصیلات
اہل روایات کے ہاں جان سخن کا حکم رکھتے ہیں کتاب اللہ انہیں مومن نظر انداز کر جاتی ہے اور
جو گہری حقیقتیں یہ ہے یہ بیان کرتی جاتی ہے ان کی طرف عموماً راویوں کا ذہن بھی نہیں
جاتا، بہر حال اللہ کو ان مجلس چاہنا زور اور ان کے سرور و سرداری کا خاطر ولد ہی اس حد تک
منظور ہے کہ جو فعل ظاہری طور پر سرزدان سے ہوئے۔ انہیں منسوب اپنی جانب فرما دیا ہے
ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتُمْ اَنْزَمِيْتُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
رَمٰی. (الانفال ع ۳)

ان دشمنوں کو تم لوگوں نے نہیں مارا۔ بلکہ اللہ نے مارا اور آپ نے پتھر نہیں
پھینکا جب پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔

اور ظفر اسلام کو فتح چونکہ اس معرکہ میں نمایاں اور قطعی ہوئی۔ اس لیے مشرکوں کو خطاب
کر کے صاف صاف ارشاد ہوا۔ اور مدعو و صحیبہ بھی انہیں چاری کر دی گئی۔

جغرافی حقیقتوں کی جانب کدہ بندہ اے شمال و شرق کی طرف سے آئے تھے اور مکہ والوں کا التفکر جنوب و مغرب کی سمت سے آیا تھا۔ یہی زمین پہاڑی تھی اس لیے قدرۃً چند اور قافلہ تجارت رعل سندھ سے گزر رہا تھا۔ جو قدرۃً ایک لکھنی علاقہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے معرکہ جنگ سے قبل ایک روایہ میں التفکر نصف کو قبل تعداد میں دیکھ تھا اور اسے صحابیوں سے بیان کیا تھا۔

وَإِذْ يَرْيَكُهُمُ اللَّهُ فِي مَفَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَنَّكُمْ كَثِيرًا لَفُتَلَمْتُ وَلَقَدْ لَاقَى عَمْرُؤُا وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ (الانفال ع ۵)

(یاد کرو وہ وقت جب اللہ نے آپ کے خواب میں وہ لوگ آپ کو کم دکھائے اور اگر اللہ نے وہ لوگ تم لوگوں کو زیادہ دکھادے ہوتے تو تم لوگ ہمت ہار جاتے اور آپس میں مٹھڑا اس باب میں کرتے گتے لیکن اللہ نے تم کو بچالیا۔

خواب کی بات تو ختم ہوئی، یہی داری میں یہ واقعہ پیش آیا کہ کین معرکہ قتال میں ہر فریق دوسرے سے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہا اور اندازہ اصل تعداد سے کم ہی کرتا رہا، اگر کین اس کے برعکس ہوتا تو مجب نہ تھا کہ کوئی ایک فریق یا دونوں فریق خیر و زما ہونے کی ہمت ہی نہ کرتے اور اس طرح فیصلہ کی بات گول ہی رہ جاتی اسی انشائیہ حقیقت پر قرآن مجید یوں روشنی ڈالتا ہے۔

وَإِذَا يَرِيكُمْ هُؤْمُومًا إِذْ تَلْقَوْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّمُ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (الانفال ع ۵)

(اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے ان لوگوں کو تمہاری نظروں میں کم کر کے دکھلایا اور ان کی نظروں میں تمہیں آہم کر کے تاکہ اللہ اس امر کو پورا کر دے جو جو کر رہا تھا۔

یہی قریش نے قریش کے مشہور لیڈر ابوالہثم عمر بن ہشام مخزومی معروف

ہا جو چوں کی کبر و غرور کا ذکر پڑھا ہوگا۔ قرآن مجید نے بھی التفکر قریش کی متکبرانہ ذہنیت کی طرف اشارہ کرتی دیا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِطَرَاوِيءَ النَّاسِ وَيَصْطَوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (الانفال ع ۶)

(اے مسلمانو!) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو (جنگ کے لیے) اپنے گھروں سے نکلے تو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے۔

تاریخ کا بیان ہے کہ یہ غزوہ ۱۵ رمضان ۳ھ مطابق ۱۵ مارچ ۶۲۴ء کو پیش آیا تھا غزوہ بدر کا ذکر تو ہماری تصریح اور پھر اسی تصدیقات کے ساتھ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کی توقع کسی اور غزوہ دیا محاربہ سے متعلق تو نہ کر کے تاہم دوسرے اہم غزوات نبوی کے سلسلہ میں بھی اچھی خاصی رہنمائی قرآن سے ہوجاتی ہے۔

ایسا اور غزوہ کے ذکر کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

وَإِذَا غَدَوْتُ مِنْ أَهْلِكَ تَبَعُوا الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (آل عمران ع ۱۳)

(اور وہ وقت بھی یاد کیجئے) (اے پیغمبر) جب ایک صبح آپ اپنے گھروں (کے پاس) نکلے مسلمانوں کو قتال کے لئے مناسب مقام پر لے جاتے ہوئے اور اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

ذکر جنگ احسا کا ہے، احمد یہ منور سے شمال کی جانب ایک پہاڑی ہے وحاشا کین میں کے فاصلہ پر قریش جیسی خود دار اور خود چین تو کم ہد رہیں جو کثرت فاش نصیب ہوئی تھی، ایسے ممکن تھا کہ وہ لوگ اس پر چپکے ہو کر پیچھے رہ جاتے اور اس کا انتقام نہ لینے، ابوجہل کے قتل ہوجانے کے بعد ابیہرہ کی بیعت کی خارجی و داخلی سیاست ابوسفیان صحابہ بن حرب اموی

افزائی کر رہے تھے اور اللہ کے بے رسول ﷺ کی طرح موئین کو تائید نہیں اور لشکر ملائکہ کی شرکت کا یقین دلا رہے تھے قرآن میں خود رسول ﷺ ہی کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

اذ تقول للمؤمنین ان یفکفیکم ان یتدکم ربکم بفلائۃ الآف
من المملکۃ مغزلیں بلی ان تصبروا وتتقوا ویدا توکم من
فورہم ہذا یمددکم ربکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم
بخمسة الآف من المملکۃ مسؤمین۔ (آل عمران ع ۱۶)

(وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب آپ ﷺ موئین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے
لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد میں ہزار ہا تارے ہوئے فرشتوں
سے کرے؟ ہاں کیوں نہیں، بشرطیکہ تم نے صبر و تقویٰ قائم رکھا، اور وہ لوگ تم پر
فورا ہی آجائے، تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار نشان کئے
ہوئے فرشتوں سے۔

اس جنگ کے نتیجہء موافق کے امکان کی خبر اور پھر اس تسلی عالم الغیب نے اپنی کتاب
مبین میں پہلے ہی سے درج کر دی تھی ملاحظہ ہو۔

ان یمسکم قرح فقد من القوم قرح مثلاً وتلك الايات
نداولها بین الناس۔ (آل عمران ع ۱۷)
اُرترم لوگوں کو کوئی زخم پہنچ جائے تو ان لوگوں (مشرکوں) کو بھی تو ایسا ہی
زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان ایام (یعنی زمانہ) کی اتل پھیر تو لوگوں کے درمیان
کرتے ہی رہتے ہیں۔ (عمومی مصلحتوں سے)

چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ اس جنگ میں کچھ دیر کے لیے ہزیمت کے پورے آثار
مسلمانوں پر مسلط و مرتب رہے لیکن اس عارضی ہزیمت کے باوجود جنگ کے مستقل اور
آخری انجام سے متعلق کوئی تذبذب یا عدم نہ تھا۔ ارشاد ہو گیا تھا کہ:

کے ہاتھ میں تھی اور اسے اموی ہونے کی بنا پر رسول ہاشمی سے خاندانی دشمنی بھی تھی رسول
اس صبح حضرت عائشہ کے حجرہ سے برآمد ہوئے تھے۔ انذدوت من اهلك میں ارشاد اسی
جانب ہے، مقاعد للقتال کا لفظ بھی ناقابل توجہ نہیں جنگ میں پوزیشن Position کی
اہمیت تو آج بھی مسلم ہے اور ان حرب (مطری سائنس) کی تازہ کتابوں میں بھی مفصلہ
اس کے لیے وقف رہتے ہیں، چہ جائے کہ اس دور میں جب جنگ نام ہی دست بدست
جنگ کا تھا، ضمناً اس سے روشنی اس حقیقت پر بھی پڑ گئی کہ حضور مسلم ایک بہترین سردار و فوج
بھی تھے جیسا کہ حال میں ایک مسلم ملک کے ایک بھجڑ جنرل نے اپنی کتاب حدیث و فاع
میں تفصیل سے دکھا دیا ہے۔

اس سے آگے کی آیت بھی اہمیت میں کچھ نہیں۔

انھت طائفتان منکم ان تغشلا واللہ ولیہما وعلی اللہ
فلیتوکل المؤمنون۔ (آل عمران ع ۲۳)

جب تم میں سے دو گروہ اس کا خیال کر بیٹھے تھے کہ ہمت باریدیں در آجھالید
الذان دونوں کا مددگار تھا اور مسلمانوں کو اللہ پر اعتماد رکھنا ہی چاہیے۔

سیرۃ کی کتابوں میں ان دونوں گروہوں یا گھڑیوں کے نام درج ہیں، ایک قبیلہ اوس کے
بنی حارث کا تھا اور دوسرا قبیلہ خزرج کے بنی مسلمہ کا، انہیں یہ خیال اپنی قلت تعداد و قلت
سلمان و غیرہ ضعف بذریعہ کی بنا پر ہوا تھا اس لیے کہ رنج کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ایک
جزائر کی تعداد میں تھا اور اس میں سے منافق لیڈر، عبداللہ بن ابی سلول کے عین وقت پر نکل
جانے سے کل سات ہی سورہ گیا تھا۔ مشرکین کہہ کا لشکر ہزار تھا جس میں دو سو سوار تھے،
غرض یہ کہ کسی ضعف ایمانی کا قدم درمیان میں نہ تھا اور پھر یہ خیال بھی دوسری تک رہا،
”م“ کے درجہ تک نہ پہنچے پاپا جیسا کہ واللہ ولیہما کے لفظ سے ظاہر بھی ہو رہا ہے۔

اس جنگ میں بھی رسول اللہ ﷺ ایک اچھے جنرل کی طرح اپنی سپاہ کی خوب ہمت

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا یَنفَقُوۡنَ اَمْوَالَهُمۡ لِیَصْنَعُوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فِیۡسَبۡغُوۡنَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ عَلَیۡهِمْ حَسْرَةٌ ثُمَّ یَغْلِبُوۡنَ۔ (الانفال ۷۶)
بے شک یہ کفر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روئیں، سو یہ لوگ مال خرچ تو کرتے ہی رہیں گے۔ لیکن وہ ان کے حق میں باعثِ مسرت بن جائے گا۔ اور پھر وہ مغلوب ہو کر رہیں گے۔

اہلِ بصرہ کا بیان اسی آیت کی شرح میں ہے، کہ قریش کا لیزر ابو سفیان، محترمِ حرب تجارتِ شام سے خوب مالامال ہو کر لوٹا تھا، اس سے سردارانِ قریش نے مطالبہ کیا تھا کہ یہ سب مسلمانوں کو بخش دینے اور ان سے انتقام لینے میں لگا دیا جائے اور اس پر عمل ہوا تھا، یہ دور کی بات بھی قرآن مجید نے بتادی تھی کہ عارضی غلبہ اور وقتی تفوق کے باوجود مشرکین اپنے اندر ہمت نہ پائیں گے اور شوکتِ اسلام و مسلمانین سے مرعوب ہی رہیں گے۔

سَنُلَاقِیْ فِی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا الرَّعۡبَ بِمَا اُفۡشَرۡكُوا بِاللّٰهِ مَالَمۡ یُنۡزَلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا۔ (آل عمران ۱۶۷)

ہم ابھی کافروں کے دلوں میں ہیبت بٹھا دیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا کہ جس کے لئے کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری ہے۔

اس مرعوبیت کا ظہور ہوا کہ حسبِ تصریحِ موصوفین، مشرکین اپنی عارضی فتح کے باوجود مسلمانوں کے تعاقب کی جرأت نہ لا سکے۔ اگلے پاؤں مکہ کو واپس ہوئے اور یہ خود مسلمان تھے، جنہوں نے اپنے بے مثال دسبہ عدیل سالارِ الفکر کے ہاقتِ مدینہ سے آنکھ میل آگئے یہ نہ کہ مرزاہد اسلام کی ان کا تعاقب کیا اور یہاں تین دن تک اپنا پڑاؤ پوری آن پان کے ساتھ قائم رکھا۔

معمر کا صد میں شروع شروع مسلمانوں کو اپنی قلتِ جمعیت وقتِ سامان کے باوجود بڑا غلبہ رہا، لیکن امکانِ نات جنگ کہ، بالکل صحیح اندازہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے پچاس ماہر تیر

اندازوں کا ایک دستہ شروع ہی میں ایک بلند ٹیکری پر ایک گھائی میں متعین کر دیا تھا اور اس کو تاکید کر دی تھی کہ اس مورچے سے کسی حال میں بھی نہ بے لگین جب مشرکوں کو شکست ہوئی اور ان کو سامان لٹنے لگا تو یہ دستہ اس حکم کی تعمیل پر قائم نہ رہا، بلکہ اس میں سے ۴۰ تیر انداز بچھ کر کہ اب لڑائی ختم ہو چکی مالِ قیمت کی لوٹ میں شریک ہو گئے گھائی والا مورچہ چھائی پا کر خالد بن ولید جو اس وقت مشرکوں میں شامل تھے اپنے سواروں کو لے کر عتبہ سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں کی فتح کچھ دیر کے لیے شکست میں تبدیل ہوئی۔ تاریخ کی ان ساری تصریحات و دیکھئے قرآن مجید کس امتیاز و اعجاز کے ساتھ اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰهُ وَعَدَہٗ اِذَا تَحٰسَبُوۡہُمۡ بِاَنۡہُمۡ حَتّٰی اِذَا فُشِلۡتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصِیْتُمْ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا رَاَکُمۡ مَّتَّحِبُوۡنَ مَنۡکُمۡ یَۡرِیۡدُ التَّنۡذِیۡرَ وَمَنۡکُمۡ مِّنۡ یَّزِیۡدِ الْاٰخِرَۃَ ثُمَّ صَرَفَکُمۡ عَنْہُمۡ لِیَبۡتَلِیَکُمۡ وَلَقَدْ عَفَا عَنۡکُمۡ وَاللّٰہُ ذُو فَضۡلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیۡنَ۔ (آل عمران ۷)

اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ (الفرت) کجا کر دکھایا جب کہ تم مشرکوں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم خود ہی کمزور پڑ گئے، اور حکم (رسول) کے پاب میں باہم جھگڑنے لگے اور فریانی کی، اس کے کہ اللہ نے تمہیں دکھایا جو کچھ تم چاہتے تھے، کچھ تم میں سے وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ تم میں سے وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے پھر اللہ نے تم کو ان مشرکوں سے بٹالیا تاکہ تمہاری پوری آزمائش کرے اور یقیناً اللہ نے تم سے درگزر کی اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑا صاحبِ فضل ہے۔

فوج کے جب قدم اکھڑتے ہیں اور جھگڑ پڑ جاتی ہے تو افراتفری ہر قسم کی واقع ہونے لگتی ہے اور اس وقت ثابت قدمی عام انسانوں کا کم نہیں، اس موقع پر لشکرِ اسلام کا سپہ دار

موتیں نہ ملتی تھیں جو یہ بانگ لگے ہوئے تھے کہ یہ مصیبت تو مسلمانوں کی اپنی لائی ہوئی ہے، دین نام تو خروں ہی سے جنگ و جدوجہد کے مخالف تھے۔ ہماری ستر کون ہے، ہماری سن کی بونی تو یہ فوجی ہی کیوں آئیں، قرآن مجید نے ان جزئیات کو ضبط بیان میں آکر واقعہ کے اس پہلو کو بھی حیات دوم بخش دی۔

وَمَا أَشَقُّ قَدْ أَهْمَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ
الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا
مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَقْتُلْنَا هُنَا. (آل عمران ع ۱۶)

اور یہ سرد رو تھا، جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی، یہ اللہ کے بارے میں خلاف حقیقت خیالات قائم کر رہے تھے، جاہلیت کے خیالات وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار پٹنا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اگر کچھ بھی اختیار پٹنا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔

صحابہ مخلصین سے بھی فطری ہری کڑویوں کی بنا پر جو غرضیں سرزد ہو گئی تھیں ان سے انہیں کوہِ روانہ غفلت کیا تھا۔ پھر بھی حبیہ خاص انہیں بھی کر دئی تھی۔

أَنْ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
حَلِيمٌ. (آل عمران ع ۱۶)

یقیناً تم میں سے جو لوگ اس دن پھر گئے تھے جس دن کہ دونوں فریق باہم متشابہ ہوئے تھے تو یہ تو قوس اس سبب سے ہوا کہ شیطان نے انہیں ان کے بعض کرکوتوں کے سبب لغزش دے دی تھی اور بے شک اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور یقیناً اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحیم والا ہے۔

ان نافرمان سپاہیوں کا قصور بے ظاہر بہت سخت تھا، مبین معرکہ جنگ میں ایک نازک

عظیم، جو علاوہ تدبیر جنگ کے، ذاتی شجاعت و ہمت کے لحاظ سے بھی فرد فرید و بے عدیل تھا، یہ جو زخمی ہونے کے اپنی جگہ پر ثابت وقار و باہادری دوسروں کو پکارا کیا کہ ادھر آؤ میں ادھر ہوں، لیکن بدحواسی میں بھاگنے والوں کے اسے ہوش ہی کہاں تھے، قرآن مجید نے ایسوں کو مواخذہ آخرت سے تو بری کر دیا جیسا کہ ابھی لحد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین سے واضح ہو چکا ہے لیکن جنہوں نے وقتی نافرمانی کر کے رسول اللہ ﷺ کا اذیت پہنچائی تو لازم ہوا کہ خود انہیں بھی اذیت پہنچے۔ یہ ساری سرگزشت چند لظفوں کے اندر قرآن کی زبان حقیقت ترجمان سے سنئے۔

إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونُ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي
أَحْرَاكِمُ فَاتَّبِعْكُمْ غَضًّا بَغْيًا لِكَيْلا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا
مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ. (آل عمران ع ۱۷)

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب تم (بھاگتے ہوئے) چڑھے چلے جا رہے تھے۔ اور مرکز بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اور رسول تم کو پکار رہے تھے تمہارے پیچھے کی جانب سے، سو اللہ نے تمہیں غم و یا غم کے پاداش میں کہ تم رنجیدہ نہ ہو کر وہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور اس مصیبت سے جو تم پر پڑے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

جنگ بدر کی طرح اس جنگ میں بھی یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ذبیہ فوج کو آرام کی سخت ضرورت تھی۔ اللہ نے ان پر یہ فضل کیا، کہ دو پہر کے وقت ان پر نیند طاری کر دی، اس سے یہ بھی مادی فوج تازہ دم ہو گئی۔ اس حقیقت کا عکس قرآن مجید کے آئینہ میں ماحکم ہو۔

ثُمَّ لَنَنْزِلَنَّ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نَاعِلًا يَغْفِي بَعْضَهُ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ (آل عمران ع ۱۸)
پھر اللہ نے اس غم کے بعد تمہارے اوپر راحت نازل کی یعنی غنودگی جس کا لفظ تم میں سے ایک جماعت پر پورا تھا جنگ احد کے بعض منزلوں میں مؤمنین مخلصین کے ساتھ ساتھ

وليعلم الَّذِينَ نَافَقُوا (آل عمران ع ١٧)

اور جو مصیبت تم پر اس روز پڑی جب کہ دو لوں گروہ کا ہم مقابل ہوئے سو وہ اللہ کی حکمت سے ہوئی تاکہ وہ جان لے سونیں کہ کبھی اور چاں لے ان لوگوں کو بھی جنہوں نے منہ قہقہہ اختیار کیا۔

روایت تاریخ میں آتا ہے کہ عین معرکہ کربلا سے قبل قبیلہ خزرج کا ایک سردار اپنی تین سو کی جمیعت کے ساتھ عظیم الشان اسلام سے الگ ہو گیا تھا اور اس طرح منافقین جو اب تک بارہا آئیں جیتے ہوئے تھے ان کا پرہیزگار ہو کر رہا۔ اس غزوہ کی تاریخ اہل علم نے لکھا ہے کہ ۶۲۷ء شوال ۳ء مطابق ۲۳ مارچ ۶۲۵ء قمری۔

غزوہ بدر ثانیہ:

غزوہ واحد کے اتنے تفصیلی تذکرے متصل اور گویا ایسی لپیٹ میں ایک اور غزوہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں آیا ہے جس میں لشکر اسلام پوری ہمت و عزم کے ساتھ میدان جنگ میں حاضر ہو گیا۔ لیکن فریق مخالف جو کہیں کہیں تو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا رہا اور تھا اور کہاں خودی خاکف و مرعوب ہو گیا، ہمت چھوٹ گئی اور جسے راستے تک آکر وہ ایسے چلا گیا اور نوبت قتال کی نہ آئی۔ قرآن مجید کا بیان سنئے۔

قَتْنِیْنِ اسْتَجَابُوا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا صَاحِبَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اٰحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقُوْا اَجْرَ عَظِیْمٍ اَلَّذِیْنَ قَالُ لَہُمْ النَّاسُ اِنْ النَّاسُ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فُلًاخُشُوْهُمْ فَاَنْعَمِ لَیْسَ اَتَقَلُّوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنَعْمَ الْوٰکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةِ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلِ لَّمْ یَسْسِہُمْ سُوْۤءُ (آل عمران ۱۸۷)

(یہ دو لوگ ہیں) جنہوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو مان لیا بعد اس کے کہ انہیں دشمن لگ چکا تھا ان میں سے جو نیک و متقی ہیں (اور وہ سب ہی ہیں) ان کے لیے اجر عظیم ہے یہ اپنے لوگ ہیں کہ ان سے کہنے والوں نے کہا کہ لوگوں

موقعہ پر پہنچنے جزل کی عدول بھی کر کے اپنی اور اپنے جزل دونوں کی کچھ کاسب بن رہے تھے اور اپنی خود رائے سے ساری مدت کو اذیت پہنچا رہے تھے۔ لیکن وہ دونی افروں سرداروں، جزلوں کے برخلاف حضور ﷺ سے ان کے ساتھ معاملہ شفقت و ملاحظہ ہی کر رکھا۔ قرآن مجید اس طرز معاملہ کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے۔

فبما رحمة من الله لنت لهم. (آل عمران ع ١٧)

پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ نرم رہے۔
 یروہارن کا بیان ہے کہ احمد میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے اور اس سے قبل پندرہ میں
 ۷۰ مسلمان شہید ہوئے اور ۷۰ مسلمان شہید ہوئے تھے قرآن مجید نے رحمت کیا ہے
 میں نے حقیقت بھی جہرا دی۔

اولاً اصابتکم مصلیة قد اصبتم مثلها قلتم انی هنا قل هو من عندی انفسکم ان الله علی کل شیء قدير۔ (آل عمران ۱۷۶)

اور ہم آپ کو ایسی بارگاہِ نازی، جس کی دوئی تم حریف پر اُٹھانے کے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کافر سے ہوئی۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہوئی، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اسی میں مسلمانوں کی اس طبعی حیرت کا جواب بھی آ گیا کہ ہم اللہ کے صاحبِ ایمان بندے، اللہ کی راہ میں لڑنے والے، پھر رسول بھیجے ہیں میں موجود اس پر بھی شکست ہمیں کو؟ انہیں بتا دیا گیا کہ ہمارا دوسرا دفعہ حضرت تو تمہاری طاعت و اطاعت کے ساتھ شروع و طاقاً جب تم نے اس کا لحاظ نہ رکھا تو وہ دوسرا دفعہ جاتی کہاں رہا اور تم قادر جس طرح فتح دینے پر ہیں۔ اسی طرح اس سے بخرو و گردنے پر بھی انہی اسی ہذا قل ہو من عند انفسکم ان اللہ علی کلّ شئ قدید۔ جواب بھی ختم نہیں ہوا آگے چل رہے۔

وما أصابكم يوم التقى الجمعان فبإذن الله وليعلم المؤمنين

ہوئی نہیں بڑا نا اہل اپنی قلعہ بندی پر تھا۔ اس کے باوجود شکست ان کے نصیب میں آئی۔ مسلمانوں نے جہاد حقیقی جہاد ہوئی اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر شام میں صرف روانہ ہوئے۔ قرآن مجید ہمارے روادار اور اہل فخر و اعزاز میں لایا اور کھڑا ہے۔

هو الَّذِي اخرجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اهلِ الْكِتَابِ مِنْ ديارِهِمْ لِاولِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا اَنْهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَلَتَّاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرَّعْبَ يَخْرَبُونَ بِمُوتِهِمْ بَاطِلٌ يُفْتَنُ بِهِ الْمُؤْمِنُونَ فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ (الحشر ٤)

وہ اللہ ہی ہے، جس نے اہل کتاب کو ان کے خروں سے چبلیا اور انہیں کر کے نکال دیا۔ تمہارا ایمان بھی نہ تھا کہ وہ تمہیں گمراہ اور خوں کا خیال تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچائیں گے سوائے کاغذ اب نہیں ایسی جگہ پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی تو وہ اپنے گمراہ کو اپنے ہاتھ سے بھی اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی سوائے دانش و الورع و تجربت حاصل کرو۔

مردم نے کھانے کے روٹن چھوڑ دیے۔ وہاں ایک تھپڑی روٹ کی اجازت تو نہ تھی۔ باقی یہ سہرا انٹ الیٹ ساتھ لے کر گئے۔ یہاں تک کہ گھروں کے دروازے اور پتھریں بھی مٹی، نشتر، حضرت بارون کی اولاد میں اس لیے عداوت اپنی دولت و ثروت کے بیورو میں دینی پوشوائی کا مرجہ بھی رکھتے تھے، لیکن یہ چیز بھی انہیں عذاب الہی کی گرفت سے نہ بچا سکی۔ پھر بھی چندک انہوں نے شروع میں مٹی سے تھپڑا رکھ دیا ہے۔ سخت تر اور انتہائی سزا یعنی قتل سے بچ گئے۔ ارشاد ہوا ہے۔

ولولا ان كتب الله عليهم الجلاء لعذبهم في الدنيا ولهم في

ہم نے تمہارے خلاف بڑا سامان اکٹھا کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو، لیکن اس نے ان کو جوش و ایمان اور بڑا حاد و جاد دیا۔ لوگ بڑے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور جو بہترین کارساز ہے۔ لوگ اللہ کے انعام و فضل کے ساتھ وہاں آگئے انہیں کوئی نگرانی (ذرا بھی) پیش نہ آئی۔

حرب اعصاب یا سرد جنگ کی آوازیں آپ چند سال سے ہر طرف سے سن رہے ہیں۔ اہل عرب ابھی اس سے ناواقف نہ تھے بلکہ اس وقت کا کئی لیڈر یوفاغیان صحابی حرب عمومی کہتے ہیں کہ اس فتن کا تاریخ کا بیان ہے کہ اس نے معمر کا ادھ کے بعد اپنے خاص آدمیوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ مین شروع کر دیا تھا کہ قریش کی طاقت کے پیش نظر وہ ان سے ٹکر لینا آسان نہیں، ایمان کے پختہ مسلمان یہ خبریں سن کر ذرا بھی بددل و خراب نہ ہوئے اور رسول اسلام ﷺ کو لکھے، مقام بدر تک پہنچے، آٹھ روز وہاں قیام فرمایا، دوسری لیڈر یوفاغیان بھی فوج لے کر چلا۔ لیکن جتنا جواب دے گئی۔ کچھ دور چل کر راستہ سے واپس چلا گیا اور مسلمان بائیس قسم کا نقصان اٹھائے خوش خوش مدینہ واپس آ گئے۔ تاریخ کی کتاب میں غزوہ کا نام بدر ثانیہ آیا ہے اور اس کا زمانہ ذی قعدہ ۱۵ھ ہجری کیا یا ۱۶ھ ۲۳ھ بتایا گیا ہے اور دونوں میں آتا ہے کہ اس وقت اسلامی لشکر میں ۱۵۰۰ پیادہ اور ۱۰۰ سوار تھے اور اہل مکہ کے لشکر میں ۳۰۰۰ پیادہ اور ۵۰۰ سوار۔

غزوہ بنی نضیر:

اب تک جن غرور کا ذکر آپ نے سنا، یہ سب شرکین مکہ کے قتل میں تھے۔ چونکہ
 سے چڑھائی کر کے اطراف میں تک آتے تھے، لیکن وہیں سے عین متصل آبادی یہودی
 بھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک اہل حق و برکت کو یہاں سستی کی طرف رو دینے کے بعد یہی ان
 سے دوستانہ معاہدہ کر لیا تھا لیکن ان کے ایک بڑے گروہ نے جو نبی فطیر کہلاتے تھے، سچوہی
 روز بعد یہودی شروع کر دی اور مسلمانوں کی ایذا ابر کر رہے ہو گئے۔ بالآخر ان رفوف کشی

دوڑے اور نہ لوٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرماتا ہے اور اللہ برحق ہے پر قادر ہے۔

مدینہ کے پر قوت و ذی اثر منافقین نے بڑے بڑے دھڑے اعداد اور طاقت کے ان بیوہ سے کرکے کھے کھال ہوا یا جو اہل بیت تمہارا ساتھ ہر صورت دیں گے قرآن مجید نے زور تاکید کے ساتھ پیش خبری کر دی تھی کہ ایسا نہیں ہوئے گا۔ یہ وعدہ کرنے والے میں وقت پر خدا سے چاہیں گے۔

الم تر االى الذين نافقوا يقولون للاخوانهم الذين كفروا من اهل الكتاب لئن اخرجتم لنفجرنكم معكم ولا نطيع فيكم احدا ابدا وان قوتلتم لنفصرنكم والله يشهد انهم لكاذبون لئن اخرجوا لا يخرجون معهم ولئن قوتلوا لا ينصرونهم ولئن نصروهم ليولن الادبوا لئلا ينصرون۔ (الحشر ع ٦)

کیا تم نے نظر نہیں کیا کہ منافقین اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کھانا نہیں مانیں گے اور اگر کسی کی تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بہت جھوٹے ہیں اہل کتاب اور اگر نکالے گئے تو یہ بالکل ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو وہ لوگ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر مدد کی بھی تو (پھر) پیچھے پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔

اور وہ اللہ بھی سبب ہوا کہ جب بنی نضیر پر وقت پڑا اور ان کا شدید محاصرہ ہوا تو منافقین میں سے کوئی بھی مدد نہ پہنچا۔ قرآن مجید نے ان منافقین کی ذہنیت کی بھی تھوڑی سی تشریح و تحلیل کر دی ہے۔ وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔

الاخرة عذاب النار۔ (آل عمران ع ١٨)

اور اللہ نے ان کے حق میں جاوہری نیکوئی ہوئی تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دینا (یعنی جہنم کا عذاب) اور آخرت میں تو انہیں دوزخ کا عذاب ہونا ہی ہے۔

ان لوگوں سے باقاعدہ مقابلہ کی قوت نہ آئی تھی صرف یہ مصر وہی شدت کو قوی موثر بنانے کے لیے اور حیران دہانی و غیروہی جتنی ضرورتوں سے نظر اسلام کو یہ کارروائی کرنا پڑی تھی کہ مجبوروں کے ہاتھ جو بنی نضیر کے ارد گرد لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کو کات دیا، اس پر ان لوگوں نے بڑی فریاد برپا کی۔ قرآن مجید میں جزایات بھی مع جواب موجود ہیں۔ مسلمانوں کو ظالم کر کے ارشاد ہوا ہے۔

مسلطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فبئان الله وليجزى الفاسقين۔ (آل عمران ع ١٨)

مجبوروں کے درخت کو جھکے گا یا انہیں ان کی جڑوں پر قائم رہنے دو یہ (دونوں ہی باتیں) اللہ کے حکم کے موافق ہیں یا اللہ (اس سے) جزا مانوں کو سزا کرے۔

قرآن مجید نے جو جواب دیا ہے، اس کی شرح و تفسیر مختلف پہلوؤں سے کی جاسکتی ہے اور قدیم و جدید مفسروں نے مختلف و متعدد پہلو اختیار بھی کیے ہیں، لیکن یہ تفسیری بحثیں بغیر کسی غور و پزیری کے اور بغیر مسلمانوں کے کسی خلیفہ نصنان کے انہیں حاصل ہونی تھی اس لیے قرآن مجید نے اللہ کے اس احسان کو بھی نمایاں کیا ہے۔

وما افاء الله على رسولهم منهم فسا اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شئ قدير۔ (ايضا)

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا۔ سو تم نے اس پر نہ گھوڑے

ہرم میں اضافہ ایک انصاری خاتون کی توین کر کے بھی کیا تھا۔ بالآخر ان کا محاصرہ کیا گیا اور انہیں بھی سزائے جلا وطنی ملی تھی۔

تاریخ میں اس کا زمانہ شوال ۲ ہجری یا اپریل ۶۳۲ء ثبت ہے۔

غزوہ بنی قریظہ:

یہودیہ کے تیسرے قبیلہ کا نام بنی قریظہ تھا یہ بھی حوالہ مدینہ میں آہ دے اور ان کے اور بنی نضیر کے درمیان مدہ حاصل کچھ ہاں تھے، ہزہ بنی، اور شرنگیزی میں یہ شاید اوروں سے بھی کچھ زیادہ ہوئے تھے ہار ہار مسلمانوں کے عقیف پہنچے تھے اور پھر عہدہ ڈو دیتے تھے یہاں تک کہ ایک ہار کھل کھا جنگ میں مشرکین مدہ کے شریک ہو گئے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے ان پر بھی فوج کشی کی اور دس روز کے محاصرہ میں یہ اپنی جان سے عاجز آ گئے۔ اپنی قسمت کا فیصلہ انہوں نے مدینہ کے مشہور سردار قبیلہ اوس سعد بن معاذ پر چھوڑا اور پھر انہیں کے فیصلہ کے مطابق ان کے سر قتل کر دیے گئے اور ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو کر آئے قرآن مجید میں رسول کو خطاب کر کے یوں ارشاد ہوا ہے۔

الذین عاهدت منهم ثم ينقضون عهدهم في كل مرة وهم لا ينقون فاماتلثقنهم في الحرب فشدد بهم من خلفهم لعلهم يذكرون۔ (الانفال ع ۸)

یہ لوگ ہیں جن سے آپ عہد (ہار ہار) لے چکے ہیں پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اس سے) ڈرتے نہیں تو آپ انہیں اگر جنگ میں جا نہیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ دوسرے بھی کچھ جائیں۔

اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو اس موقع پر تو جنگ کرنا نہ پڑی اور غزوہ احزاب میں جن یہودیہ یعنی یہودی بنی قریظہ نے مشرکین و معاندین اسلام کا ساتھ دیا تھا۔ آخر مسلمانوں سے مرعوب و خائف ہو کر انہیں خود اپنے قتلہ چھوڑنے پڑے اور قتل و اسیری

لا انتم اشذ رهبۃ فسی صدورهم من الله ذلك بانهم قوم لا یفقهون لا یقاتلونکم جمیعاً الا فی قرۃ محصنة اومن وراہ جدر باسمہم بینہم شدید تحسبہم جمیعاً وقلوبہم شتی ذالک بانہم قوم لا یعقلون (الحشر ع ۱)

بے شک ان لوگوں کے دلوں میں تمہارا خوف اللہ سے بھی زیادہ ہے، اس لیے کہ یہ لوگ سب سے کام نہیں لیتے یہ لوگ سب کچھ تم سے نہ لڑیں گے۔ تمہارا قلعہ بند رستوں یا دروں کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس میں ہی تیز ہے اور (اسے غائب) تو انہیں باہم متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب ایک دوسرے سے بٹے ہوئے ہیں یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

بنی نضیر کی شکست اور جلا وطنی کا واقعہ تاریخ الاذال ۳۷ مطابق اگست ۶۳۵ء کا ہے۔

بنی قریظہ کا:

لیکن اس سے کوئی دو سال قبل تقریباً بالکل یہی صورت یہودیہ کے ایک دوسرے قبیلہ بنی قریظہ کا پیش آچکی تھی اور نضیر والوں نے ذرا سبق اس سے نہ لیا تھا۔ قرآن مجید نے بنی نضیر ہی کے سلسلہ میں اس کا بھی اشارہ کر دیا ہے یا اللہ اشارہ جو قائم مقام سرائت ہے ارشاد ہوتا ہے۔

کمضل الذین من قبلہم قریبنا ذاقوا وبال امرہم ولہم عذاب الیم۔ (الحشر ع ۲)

ان لوگوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہو چکے ہیں وہ اپنی کرتوتوں کا جزہ چکے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

یہود کا یہ قبیلہ بھی حوالہ مدینہ میں آہا تھا اور یہودیہ کے تینوں قبیلوں میں شجاع ترین تھا انہیں بھی ہزار ہائے قلعوں یا گڑھیوں پر تھا۔ انہوں نے علاوہ اپنی عبد ملکوں کے اپنی غزو

جزم میں اضافہ ایک انصاری خاتون کی توین کر کے بھی کیا تھا۔ پالاخران کا محاصرہ کیا گیا اور انہیں بھی سزا دے جاؤ واپس لے لی گئی۔

تاریخ میں اس کا زمانہ شوال ۲۷ ہجری یا پہلے ۲۸ ہجرت ہے۔

غزوہ بنی قریظہ :

یہودیوں کے تیسرے قبیلہ کا نام بنی قریظہ تھا یہ بھی حوالہ دینے میں آپ دتے اور ان کے اور بنی نضیر نے درمیان حد فاصل کچھ باغ تھے، ہندو پانی، اور شراب گھڑی میں یہ شاہیہ اوروں سے بھی کچھ بڑھے ہوئے تھے بارہ مسلمانوں کے حلیف بنے تھے اور پھر عہد توڑ دینے تھے یہاں تک کہ ایک بار کھلم کھلا جنگ میں مشرکین مکہ کے شریک ہو گئے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے ان پر بھی فوج کشی کی اور دس روز کے محاصرہ میں یہ اپنی جان سے عاجز آ گئے۔ اپنی قسمت کا فیصلہ انہوں نے دینے کے مشہور سردار قبیلہ اوس سعد بن معاذ پر چھوڑا اور پھر انہیں کے فیصلہ کے مطابق ان کے سر قتل کر دیے گئے اور ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہو کر آئے، قرآن مجید میں رسول کو خطاب کر کے یوں ارشاد ہوا ہے۔

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَوْقَعٍ

لَا يَتَّقُونَ فَلَمَّا نَشَقُّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَارَا بِهَمٍّ مِّنْ خَلْفِهِمْ لَعَلَّهُمْ

يَذْكُرُونَ. (الانفال ع ۸)

یہ لوگ ہیں جن سے آپ عہد (بار بار) لے چکے ہیں پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ

ڈالتے ہیں اور وہ (اس سے) ڈرتے نہیں تو آپ انہیں اگر جنگ میں پا

جائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ دوسرے بھی سمجھ جائیں۔

اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو اس موقع پر تو جنگ کرنا ہی نہ پڑی اور غزوہ

احزاب میں جن یہودیوں بنی قریظہ نے مشرکین و معاندین اسلام کا ساتھ دیا تھا۔ آخر

مسلمانوں سے مرعوب و خائف ہو کر انہیں خود اپنے قتلے چھوڑنے پڑے اور قتل و اسیری

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

لَا يَفْقَهُونَ لَا يِقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قَرَى تَحْصِنُ أَوْ مَن وَرَاءَ

جِدْرِ يَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدُ تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (الحشر ع ۱)

یہ لشکر ان لوگوں کے دلوں میں تمہارا خوف اللہ سے بھی زائد ہے، اس لیے

کہ یہ لوگ سب سے کام نہیں دیتے یہ لوگ سب کی کبھی تم سے نہ لڑیں گے۔

مگر ہاں قلعہ بند، تینوں یا دو چاروں کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز

ہے اور (اسے غیب) تو انہیں یا ہم مشتعل خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب

ایک دوسرے سے بٹے ہوئے ہیں یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے

کام نہیں لیتے۔

بنی نضیر، شکست اور جاؤ واپس کا واقعہ درج الاول ۳۷ مطابق اگست ۶۲۵ء کا ہے۔

بنی قریظہ کا :

لیکن اس سے کوئی دو سال قبل تقریباً بالکل سب صورت یہودی کے ایک دوسرے قبیلہ بنی

قیظہ و ویش آج بھی قحقی اور نضیر والوں نے ذرا سبق اس سے نہ لیا تھا۔ قرآن مجید نے بنی نضیر ہی

کے سلسلہ میں اور بھی اشارہ کر دیا ہے، ایسا اشارہ جو قائم مت مسیحی است ہے ارشاد ہوتا ہے۔

كَمِثْلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاتُوا أَوْبَالٍ أَمْ هُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

الْبَیْمُ. (الحشر ع ۲)

ان لوگوں کی مثال ان لوگوں کی ہی ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہو چکے ہیں وہ

اپنی کر تو توں کا حزرہ کچھ چکے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

یہود کا یہ قبیلہ بھی حوالہ دینے میں آیا تھا اور یہود کے تینوں قبیلوں میں شجاع ترین تھا

انہیں بھی بڑا ناز تھا، قلعوں یا گڑھیوں پر تھا۔ انہوں نے علاوہ اپنی عہد شکنیوں کے اپنی فرد

دونوں کی سزائیں جگہ نہ دیں۔

وَكُفِيَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَالِحِيهِمْ وَقَتِفَ فِي قُلُوبِهِم الرِّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا. (الاحزاب ع ۳۳)

اور جنگ میں اللہ خود ہی مومنین کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہے بڑا قوت والا اور بڑا دروست اور جن اہل کتاب نے ان کی (یعنی اہل احزاب کی) غدو کی تھی اللہ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں جھہارا رعب بھادیا پھر بعض کو قتل کرنے لگا اور بعض کو قید کرنے۔

اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا یہ ہوا کہ نئی قریطہ کی نقدی اور جا نہادوسب مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی، مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَأُورِثُكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا. (الاحزاب ع ۳۴)

(اور اللہ نے) تمہیں بنیادی وارثان کی زمین کا اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اسی زمین کا بھی جس میں تم نے اب تک قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا، جس بڑی وسعت ہے، قیامت تک جتنے ملک بھی مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گے سب اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں غرض یہ ہے کہ سرانجام بدعبداللہ کو ترادواقی ہی اور یہ واقعہ یقیناً وہ جس جہز مطابق مکی ۶۲ھ میں ہوا ہے۔

غزوہ احزاب:

رسول اسلام علیہ السلام کو اپنی عمرانی زندگی میں جو مبارک بات عظیم ترین و شہدہ ترین پیش آئے ان میں سے ایک کا نام تاریخ کی زبان میں غزوہ خندق ہے اور قرآن مجید نے اسے

الاحزاب سے موسوم کیا ہے، اس غزوہ میں نہ صرف مشرکین قریش ہی اپنی پوری قوت و سامان کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔ بلکہ ان کی کمک پر عرب کے بڑے قبیلے بنی مطلقان، ابی سہدہ بنی سلمہ و غیرہ شامل تھے اور یہود کا بڑا بڑا قوت قبیلہ بنی قریظہ بھی ان کا شریک ہو گیا تھا مسلمانوں کی ہجرت مکہ ۲ ہجری تھی اور حملہ آوروں کی ۱۰ ہجری کی اسلام کے سپہ سالار اعظم نے اس موقع پر ایک مجلس و چہاں دیدہ صحابی سلمان فارسی کے مشورہ پر بجائے میدان میں آنے کے مدینہ ہی کے گرد و خندق کو دور جنگ کی تیاری کی تھی قرآن مجید نے اس غزوہ کا ذکر و ہتھام کے ساتھ کیا ہے، اس کے تفسیر و فرائض پر پوری روشنی ڈالی ہے اور مسلمانوں پر اللہ کی شہادت و کرم خصوصی کا ذکر کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذَكِّرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنْجَاءً تَكُمُ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا. (الاحزاب ع ۲)

اے ایمان والو، اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب آئے (کئی کئی) لشکر تمہارے اوپر یا د کرو پھر تم نے ان پر ایک آندھی بھیج دی تھی ایسے لشکر جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا تھا۔

یہ ہوا اور بارش کا طوفان اس طرح آیا تھا کہ اس کی پوری زد و دشمن ہی کے لشکر پر پڑی اور دشمنان کچھ نہیں خپے اٹھ گئے، برتن بھانڈے بڑھک گئے غرض ہر طرح احمق بن گئی تھی اور غیر مرنے کا ندرتی لشکر سے مراد فرشتوں کا ہونا ظاہر ہے۔

حالت فحش آکر کچھ اطراف مدینہ کے لشکی حصہ میں خیمہ زن ہو گئیں تھیں اور کچھ لاکھ حصہ میں مدینہ کی شرقی سمت اونچی ہے اور غربی سمت نیچی قبیلہ بنی اسد بنی مطلقان کے لشکر سمت مشرق سے آئے تھے اور قریش و بنی کنانہ کے سمت نیچی قبیلہ بنی اسد بنی مطلقان کے لشکر سمت مشرق سے آئے تھے اور قریش و بنی کنانہ کے سمت مغرب سے اور یہ

تے چھٹی میں جائے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کے چرے سے یوں ثواب انویہ ہے۔
وانذالنا طلائعاً منهم نبالاً یثرب لایمقام لکم فارجعوا
ویستأذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما هی
بعورة ان یوریدون الا افراراً (الاحزاب ع)

اور یہ اس وقت ہو جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو،
تمہارے ظہیر کے کا موقع نہیں ہوتا ہے گھروں کو واپس جاؤ اور ان میں سے
بعض لوگ نبی سے اجازت مانگتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں،
حالانکہ وہ ذرا بھی غیر محفوظ نہیں، یہ محض بھانسانی چاہتے ہیں۔

منافقین کی بزدلی اور پست ہمتی کا پردہ اس غزوہ کے موقع پر پوری طرح فاش ہو کر رہا،
باہر کے آئے ہوئے اور جمع شدہ لشکر و اپنی چلے بھی گئے اور یہ منافقین اب تک دیکھے سے
پر سے رہے، ان کا بھی تو نہ ہوا کہ ان جگہ روزِ مہر کوں کے لشکارہ کی بھی تاب لائیں، اب اختیار
کھاتے تھے کہ کین دبیات میں جا کر پناہ لیں اور وہیں سے کس خبریں ہی میں لیں بھیدرہانی
کا بیان ملاحظہ ہو۔

یحبون الاحزاب لم یذهبوا وان یات الاحزاب یؤدوا الوائتھم
بالدون فی الاعراب یسئلسون عن انباءکم ولوکفنا فیکم
ماقاتلوا الا قلیلاً۔ (الاحزاب ع)

یہ سمجھ رہے ہیں کہ (حمزہ آوروں کے) لشکارہ اب تک بھی نہیں بٹے اور اگر یہ لشکر
آجائیں تو یہ لوگ تو یہ چاہیں گے کہ کاش ہم باہر دیہاتوں میں چارے کھاتے کھاتے
سے خبریں پوچھتے رہتے اور یہ لوگ اترتھیں میں رہیں جب بھی کچھ یوں ہی
سہ لڑیں۔

مومنین مسلمانین اس کے برخلاف ان شاندار عمل اور لشکروں سے ذرا بھی بدولت

وقتِ لشکر اسلام کے لیے ہرگز ترین تھا۔ اسے مضبوط جتنے سے مقابلہ کا اتفاق اس سے قبل
کبھی نہیں ہوا تھا، اس ساری صورت حال کا اور مسلمانوں کے دلوں میں شدت و اضطراب
بظہر اب سے بوجہ طرح کے دوسرے پیدا ہو رہے تھے ان سب کا نقشہ قرآن مجید نے
ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

انذلوکم من فوقکم ومن اسفل منکم وانزاغت الابصار
وبلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنونا۔ (الاحزاب ع)
اور جب کہ وہ لوگ تم پر آج رہے تھے تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے
کی طرف سے بھی، اور جب کہ آنکھیں کھلی رہ گئیں اور دیکھنے نہ کوارہے تھے
اور تم لوگ اللہ سے گمان طرح طرح کے کر رہے تھے۔

مسلمانوں کے لیے وہ دن واقعی سخت اور نازک تھا، گو مخصوص اس سے محض امتحان ہی تھا۔
اس حقیقت کو مومنین کو کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

هناک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزلاً شدیداً (الاحزاب ع)
اس موقع پر اہل ایمان کا (پورا) امتحان لیا گیا اور وہ سخت زلزلہ میں ڈالے گئے۔
اور منافقوں اور کج دلوں کی بدگمانیوں کا تو اس دن کچھ پوچھنا ہی نہ تھا۔

واذیقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ
ورسولہ الا غروراً (الاحزاب ع)

اور جب کہ منافقوں اور منافقوں نے جن کے دلوں میں مرض ہے یہ کہنا شروع
کیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے جو کچھ بھی وعدہ کر رکھا ہے۔

اسی غزوہ میں یہ بھی ہوا کہ منافقوں نے مبین وقت پر دغا دی، جنگ کے سورے چھوڑ
دیئے اور ان کی جماعت کی سوئی تعداد میں واپس چلی گئی اور بعض کج دلوں نے آکر سپہ سالار
اعظم ﷺ کے پاس طرح طرح کے بہانے تراشے شروع کر دیئے۔ تاکہ جہاد میں شرکت

کے ذیل میں کیا ہے۔ اس لیے یہ عنوان بڑھا دیا۔

ایک خواب کی بنا پر حضور ﷺ کا واقعہ ۶ ہجری میں عمرو کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تھے۔ ۱۰۰ صحابی ساتھ تھے، مکہ پر قبضہ بھی تک مشرکوں کا تھا اس لیے آپ ﷺ نے اپنے رفیقوں کو کھمڑا دیا تھا کہ کوئی شخص بجز ایک توار کے (جو عرب میں لازمہ سفر تھا) اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہ رکھے، انہی احتیاطوں کے باوجود بھی اہل مکہ بدگمان ہی رہے اور مقابلہ و محاربت کی تیاری اپنے ہاں شروع کر دی، ابھی آپ ﷺ مقام حدیبیہ میں تھے اور شہر مکہ سے ایک منزل اور کم یہ خبر آپ کو سن گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان کی سیادت میں ایک وفد سردارانِ قریش کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں، صرف عمر و ادا کرنے کے لیے آئے ہیں، حضرت عثمان گواہ اس میں دیے ہوئے اور خبر یہ اڑ گئی کہ قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا، اس پر تہذیبِ رسول ﷺ کو نصرت آئی اور سخت ناگواری پیدا ہوئی اور آپ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے ٹھہر لیا رکھ کر سب سے بیعت لی کہ خون عثمان کا قصاص اپنی جانیں دے کر لیا جائے گا۔ پھر جب وہ خبر یہ بے بنیاد بات ہوئی تو نبوت کسی جدال و قتال کی نہ تھی اور ایک معاہدہ صلح عرب ہو گیا۔

قرآن مجید نے مسلمانوں کی بہت وشائے کی اس مثال کو بطور یاد رکھ کر محفوظ رکھا اور خوشنودی کا پروانہ عطا کر دیا ہے۔

لقد رضى الله عن المؤمنين انيذا يعونك تحت الشجرة فعلم مالقى
قلوبهم فانزل السكينة عليهم واظلم فتحا قريظا (الفتح ع ۳)

اللہ راضی ہو گیا مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ اللہ کو اس کا علم ہو گیا سو اس نے ان پر تسکین آری اور انہیں قریب ہی زمانہ میں فتح نصابت کی۔

قرآن مجید نے مومنین کو یہ تسکین بھی دی کہ وہ اس عارضی التواء سے بدل نہ ہوں،

جو صدقہ نبوے ان کی بہت وشائے کا نقصان زوردار موشگفتوں میں ملاحظہ ہو۔

ولنا راء المؤمنون الاحزاب قالو هذا ما وعدنا الله ورسوله
وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما من
المؤمنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه فمنهم من قضى
نحبته ومنهم من ينتظرو وما بدلوا تبديلا (الاحزاب ع ۳)

اور جب اہل ایمان نے (ان) لشکروں کو دیکھا کہ بولے سب وہ موقع ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کیا تھا اور اس سے ان کے ایمان و اطاعت میں ترقی ہی ہوئی اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں بے اثر سے بھران میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ ان میں کے راستہ و کجیہ ہیں اور انہوں نے اپنے میں ذرا فرقی نہیں آنے دیا۔

دشمنوں کو باوجود کثرتِ تعداد اور پادجواری ساری خوش تدبیروں اور افراط ساز و سامان کے جس طرح نہ کام نہ مارا وہاں اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔

ورذالذین کفروا بغیظهم لیل ما یفلو اخیزا (الاحزاب ع ۳)
اور اللہ کے کافروں کو غصہ میں بھرا دیا اور ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگا۔

یعنی معاندین اسلام لائے تو اس کو فرستے تھے، لیکن کس حسرت کے ساتھ انہیں مدینہ کا محاصرہ اٹھایا اور تمام تر بے نکل مرام واپس جانا پڑا، مورخین کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۶ ہجری مطابق اپریل ۶۲۹ء کا ہے۔

غزوہ حدیبیہ:

یہ درحقیقت کوئی غزوہ نہیں، اس لیے کہ نہ یہاں کوئی جنگ پیش آئی اور نہ حضور ﷺ کوئی زبرد جنگ لڑ کر اس میں روانہ ہوئے تھے لیکن اہل بیرونِ مدینہ نے اس کا ذکر غزوات ہی

اس جوش و خروش کا یہ قرآن مجید کے حقیقت افروز بیان سے یہ جز کیے بھی نظر انداز نہیں ہوئے چاہے۔

اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ الجاہلیۃ فانزل اللہ
سکینۃ علیٰ رسولہ و علی المؤمنین۔

اور جب کہ کفر و کفر نے اپنے دلوں میں تعصب اور تعصب کا جلی کو جگہ دی تو
اللہ نے اپنی طرف سے قتل اپنے رسول اور مومنین کو عطا کیا۔

اور جب مومنین نے درخت کے نیچے حضور ﷺ کے ہاتھ پر سرفروشی کی بیعت کی تھی۔
ان کی منابت قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

ان الذین یدعیونک انما یدعیون اللہ یدالہ فوق ایدیہم۔ (الفتح ع ۱)

یہ شک جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی ہے انہوں نے اللہ سے بیعت کی
ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اور انہیں پروانہ خوشنودی جو عطا ہوا وہ ابھی چند منٹ قبل کے ذیل میں تو آپ ص ۱۱۱ پر
ہیں، اہدیبیہ کے اس واقعہ کا زمانہ بقیعہ ۶ ہجری ہے، مطابق مارچ ۶۲۸ء۔

غزوہ خیبر:

یہودی ایک ہستی مدینہ منورہ کے شمال میں شام کی جانب ۹۱ منزل پر یا بقل بعض سیاحوں
کے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر تھی یہاں ان کے قلعے محکم اور کئی کئی موجود تھے ان کے مسلسل جرائم
کے پادشاں میں ان کی تادیب پر جو مجرم رہا وہ ہوائی اس کی قیادت خود آنحضرت ﷺ نے کی کچھ
دن کے محاصرہ کے بعد سارے قلعہ فتح ہو گئے اور مال غنیمت کثرت سے حاصل ہوا۔

قرآن مجید میں اس غزوہ کا ذکر تو ہے مگر مستفاد اور بہ تصریح نام نہیں بلکہ اشارہ اور
دوسرے واقعات کے ضمن میں صلح حدیبیہ کے سلسلہ بیان میں منافقین کی فطرت کے اظہار
کے لیے بطور پیش خبری کی ہے۔

نبی کا خواب پوری طرح سچا ہو کر رہے گا اور مسلمان سب طواف کر کے اور ارکان معصوت
انہما و کرہیں گے اور شاد ہو جائے۔

لقد صدق اللہ رسولہ ﷺ بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاءً

اللہ امنین مطمئین رؤسکم ومضربین لاثقلون۔ (الفتح ع ۴)

یہ شک اللہ نے اپنے رسول ﷺ کا خواب سچ کر رکھا میں حق واقعہ کے تم لوگ
مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے انشاء اللہ امن کے ساتھ اپنے سر منڈائے
ہوئے اور ہال کترائے ہوئے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔

اسی حدیبیہ کی منزل میں قبل اس کے کہ معادہ صلح مکمل ہو۔ یہ واقعہ بھی پیش آکر رہا کہ
قریش نے اپنا ایک دستہ بھیج دیا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو، لیکن یہ لوگ خود گرفتار ہو گئے
مسلمان چاہتے تو ان قیدیوں کو قتل کر دیتے لیکن اس طرح جنگ و خونریزی کی سلسلہ فوراً
شروع ہو پتا اس لیے رحمت عالم نے انہیں سرے سے معاف کر کے رہا کر دیا قرآن مجید
میں صاف اور واضح اشارہ اس طرف بھی موجود ہے۔

وهو الذی کف ایدیہم عنکم و ایدیہکم عنہم ببطن مکۃ من بعد

ان اطفرکم علیہم (الفتح ع ۳)

اور اللہ ہی تو ہے جس نے ان لوگوں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے
مکمل نہ کر دیے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو سے دیا تھا۔

اسی معادہ حدیبیہ میں ایک واقعہ بھی پیش آیا کہ صلح نامہ مرتب ہو رہا تھا تو قریش
کے سفیر نے اعتراض کیا کہ ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے روا اور انہیں متوان پر
قدیرہ فقر صرف بسم اللہ رہے اور دوسری بات یہ کہ بجائے محمداً رسول اللہ
کے معادہ پر صرف محمد بن عبد اللہ ہو، مسلمانوں کو یہ چاہی تعصب قدرۃ حق کا گوارہ نہ
اور قریب تھا کہ صلح کی گفتگو ہی بات پر ٹوٹ جائے رحمت عالم ﷺ نے اپنے چاہنا روں کے

چاہے کہ سب سے بڑا کارنامہ ہے اور لڑائیاں چھوٹی بڑی جتنی بھی ہوئیں سب کا سرکاری نقشہ یک جہ تھا۔

صلح حدیبیہ کا زمانہ فتح مکہ سے کوئی دو سال قبل کا ہے، قرآن مجید نے پیش خبری اسی وقت تحقیق کے ساتھ کر دی تھی،

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (الفتح ع ۱)

ہم نے آپ کو (اے پیغمبر) ایک فتح دے دی تھی، جو سب سے اعلیٰ ہے۔

آیت میں گواہی دے کر یہ صلیح حدیبیہ کی جانب ہے، لیکن سب مانتے ہیں کہ اشارہ بعید فتح مکہ کی ہے۔

عرب اب جوق جوق ایمان لارہے تھے اور قبیلے پر قبیلے اسلام میں داخل ہوتے جا رہے تھے فتح مکہ چیز ہی ایسی تھی۔ قرآن مجید نے اس کی اپنی تبلیغ زبان میں یوں نقشہ کشی کی ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (النصر)

جب آگئی اللہ کی مدد اور فتح اور آپ نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ فوج کے فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

اور خبر یہ صورت توفیق مکہ کے بعد واقع ہوئی، خود فتح اس طرح حاصل ہوئی کہ گور رسول اللہ کے ہمراہ اہل ہذاں شامیوں کا لشکر تھا اور عرب کے بڑے بڑے پر قوت قبیلے اپنے آپ میں جھگڑتے ہوئے اور اپنے اپنے پرچم اڑاتے ہوئے جلو میں تھے، لیکن خنز بڑی دشمنی کے اس شہر بلکہ دارالشوم میں برائے کام ہی ہوئے پانی اور شہر پر قبضہ بغیر خون کی تدبیریں نہ ہو سکتی تھیں۔

هو الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَايْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ

سِمَقُولُ الْمَغْلُقُونَ إِذَا انْطَلَقْتَ إِلَى مَغَامٍ لَتَاخَذُوهَا وَذُرُونَا نَتَّبِعُكُمْ (الفتح ع ۲)

(یہ پیچھے رہ جانے والے) منافقین، مقرر یہ جب تم ٹھیکیں لینے چلو گے تو انہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو ہم تمہارے ساتھ ہوئیں۔

یہ اشارہ خبری ٹھیکوں کی جانب ہے، جو مقرر یہ ہاتھ لگنے والی تھیں پھر منافقین اہل مدینہ اہل حدیبیہ کی مدد کے سلسلہ میں ہے۔

فَانْزِلْ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابِهِمْ فَتَحًا قَرِيبًا وَمَغَامٍ كَثِيرًا يَلْخِذُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (الفتح ع ۳)

اللہ نے ان لوگوں میں اطمینان پیدا کر دیا، اور انہیں قریب ہی کی ایک فتح دی، اور انہیں ایسی ٹھیکیں بھی جنہیں یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

فتح قریب اور قیمت کثیر کی بشارتوں کا تعلق اسی مستقبل قریب کی فتح خیر سے ہے۔ اور معاذ بعد از شاد ہوتے ہے۔

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَامٍ كَثِيرًا تَأْخُذُوهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذَا (الفتح ع ۴)

اللہ نے تم سے، ہجری ٹھیکوں کا وعدہ کیا ہے کہ تم انہیں لو گے۔ سو زبردست تمہیں یہ فتح دے دی ہے۔

اس قیمت کثیر کی تفصیل سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں درج ہے اور سرورِ ولیم میر نے "کائف آف محمد" میں لکھا ہے کہ اس مقدار کثیر میں مال قیمت اس سے قبل مسلمانوں کو کبھی نہیں ملا تھا۔ واقعہ کا زمانہ حرمِ مدینہ عجمی مطابق مئی و جون ۶۲۶ء ہے۔

غزوہ الفتح:

غزوات نبوی کے سلسلہ میں فتح مکہ کا زمانہ (مصحح معنی میں غزوہ وہ بھی نہیں) کہہ

مسلمانوں کو زہر بولا، مگر جب ہم تعداد قبیل میں رو کر برابر ہوئے پاتے رہے تو اب کی تو تعداد اتنی بڑی ہے، اب ہم میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو اس کے بعد کے دور اسلامی لشکر پر بہت ہی سخت زلزلے اور مسلمانوں کا اپنی کثرت تعداد پر فخر کرنا ذرا بھی ان کے کام نہ آیا۔ ایک موقع ایسا بھی پیش آیا کہ مسلمان فوج کو ایک ٹھیک لکھنوی وادی میں اترنا پڑا اور دشمن نے کینن گاؤں سے ایک ایک ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ غیر تجربہ کئی بعد ان کا نزول ہوا اور فوج مسلمانوں ہی کے حصہ میں رہی۔

قرآن مجید نے اس سارے اتار چڑھاؤ کی نقش کشی اپنے الفاظ میں کر دی ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَفَرَتْكُمْ فَلِمَ تَغْنِفْنَ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَلَعْتَ عَلَيْهِمُ الْأَرْضَ بِمَا رَحِمْتَ ثُمَّ وَلَيْتُمْ مَسِيرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ. (التوبة ع: ٤)

اور اللہ نے یقیناً بہت سے موقعوں پر تمہاری نصرت کی ہے اور حنین کے دن بھی، جب کہ تم کو اپنی کثرت تعداد پر فخر ہو گیا تھا۔ تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین پر جو دو اپنی فراخی کے کھلی کرنے لگی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہو گئے اس کے بعد اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول اور مومنین پر قسمی نازل فرمائی اور اس نے ایسے لشکر اتارا جسے جنہیں تم نہ دیکھ سکے اللہ نے کافروں کو عذاب میں پکڑا اور یہی بدلہ ہے کافروں کے لیے۔

غزوہ حنین کا زمانہ شوال ۸ ہجری مطابق جنوری ۶۳۰ء کا ہے۔

غزوہ تبوک

آپ نے اب تک جتنے محارب کا ذکر کیا، یہ سب قبائل عرب و یہود کے مقابلہ میں

ان اظفرکم علیہم. (الفتح ع: ۲)

وہ اللہ ہی ہے جس نے روک دینے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے شریک میں بعد اس کے کہ تم کو اس نے ان پر فخر نہ کر دیا تھا۔

اس آیت میں اشارہ جہاں اتوں بعض شارحین کے حد یہی کی طرف ہے، وہ ہیں بقول بعض دوسرے شارحین کے غیر کو نیز فوج مکہ کی جانب ہے۔

فتح مکہ کا یہ عظیم الشان اور دنیا کی تاریخ کے لیے دور اور یادگار واقعہ رمضان ۸ ہجری مطابق جنوری ۶۳۰ء یسوی میں پیش آیا۔

غزوہ حنین:

غزوہ بدر کے علاوہ دوسرا غزوہ جس کا تذکرہ اشارہ نہیں بلکہ نام کی صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے وہ غزوہ حنین ہے، حنین ایک وادی کا نام ہے، جو شہر طائف سے ۳۰ میل شمال و مشرق میں جبل اوطاس میں واقع ہے یہ عرب کے مشہور جنگجو و جنگاؤں قبیلہ بنو ہوازن کا مسکن تھا اور اس قبیلہ کے ملکہ حیرا اندازی کی شہرت دور دور تھی۔ انہوں نے فتح مکہ کی خبر پا کر دل میں کہا کہ جب قریش مقابلہ میں نہ نظر کے تو اب ہماری بھی خیر نہیں اور خود ہی جنگ و قتال کا سامان شروع کر دیا اور چاہا کہ مسلمانوں پر جو ابھی مکہ ہی میں سنبھاتے ایک ایک آہنیں اور اس منصوبہ میں ایک دوسرا قوت و جنگجو قبیلہ بنی ثقیف بھی ان کا شریک ہو گئی اور ہوازن و ثقیف کے اتحاد نے دشمن کی جتنی قوت و بہت ہی بڑھا دی۔

حضور ﷺ کو جب اس کی معیت فرمائی گئی تو ایک اچھے جنرل کی طرح آپ خود ہی پیش قدمی کر کے باہر نکل آئے اور مقام حنین پر فہم کے سامنے صف آرہائی کر لی، آپ کے لشکر کی تعداد ۱۲ ہزار تھی ان میں ۱۰ ہزار تو وہی فدائی تھے جو مدینہ سے ہم رکاب آئے تھے، دو ہزار آدمی مکہ کے بھی شامل ہو گئے مگر ان میں سب مسلمان تھے۔ کچھ تو ابھی بدستور مشرک ہی تھے، اور کچھ تو مسلم کے بجائے صرف غم مسلم تھے۔ بہر حال بارہ ہزار کی اس جمعیت کثیر پر

قد مرکہ کر ہم تو توین کے فتنوں کے شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے ہمارا جان ہی بھلا قرآن مجید نے اس مذکورہ کجی نسل کر کے اس پر شدہ یہ گنہ گری ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَفْذَلُ لِي وَلَا تَفْتَنِي الْاَفَى الْفِتْنَةَ سَقَطُوا وَاِنْ
جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ۔ (التوبہ ۷۶)

اور ان میں بعض شخص دو بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے (روپے) اجازت دیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالے۔ ارے فتنہ میں تو یہ خودی پر پکے ہیں اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی۔

اس سب کے باوجود جب آپؐ آئے تو ہزار ہا فتنہ ہوا تھا جو کہ میں قیام دو مہینہ رہا لیکن ختم سامنے نہ آیا اور اسلامی لشکر فتح الحیرہ واپس آگئے قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے۔ مگر حضرت امیر لشکر اور جاننا زینتوں کی مدد کی ہے۔ وقت موسمی بختی کا پورا لحاظ رکھا ہے (چنانچہ اس فزوہ کا نام ہی جیش (الحسرة پر گیا) اور کمزور ارادہ والوں کو پروانہ عیادت کیا ہے۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ الْاِنْصِلَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي
سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَلَكَاةٍ يَزِيغُ قُلُوبَ غُورِيٍّ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
اِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ (التوبہ ع ۱۶)

اللہ نے ضرور رحیم کے حال پر توبہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی گنہ گری کے وقت میں توبہ کرنا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل میں کچھ تزلزل ہو چکا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر بھی توبہ فرمائی۔ بلاشبہ وہ (ان سب پر) بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے۔

اس فزوہ کا زمانہ جب تارمضان ۸ ہجری مطابق اکتوبر ۶۳۰ء مسوی ہے۔

تھے۔ مگر اب سامنا ایسے لشکر کا ہونے والا تھا، جو وقت کے معیار کے مطابق ہر طرح کے جدید و متجدد ساز و سامان سے آراستہ تھا، عرب کے شمال میں حکومت آل حسان کی تھی اور ایک ایک ہاتھ گزارہ سیاسی ریاست رومی عظیم شہنشاہی کی تھی اور روم و ایران میں دو اس وقت کی تہذیب و تمدن کی ترقیوں کے نمائندے تھے۔ مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ رومی شہنشاہ کے لشکر سے ۳۰ ہزار فوج کا اجتماع سرحد پر ہو رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ اطلاع پا کر حسب معمول پیش قدمی کر کے روانہ ہو گئے۔

لشکر اسلام بھی اب بعد اوس ۳۰ ہزار تھا اور جو کہ پر اس سے گھنے قائم کر دیا جو کہ مدینہ سے ۳۰۰ منزلوں کے فاصلہ پر شام کی راہ پر تھا۔ اتنی دور دراز مسافت جان ہی لوگوں کو کھل رہی تھی۔ پھر گرمیوں کے موسم اور اتفاق سے اس سال گرمی اس زمانہ میں بہت سخت تھی اور بغاوت مدینہ کی فضاں کا زمانہ اور سب سے بڑا کہ یہ کہ مقابلہ ایک متجدد و قوتدار فوج سے اور اپنی طرف سے سرور سامانی کا یہ عالم کہ ایک اونٹ میں کی کی سوار شریک اور رسد کی اس درجہ قلت کہ سالم ایک ایک فرما بھی ہر سپاہی کو نصیب نہیں، ان حالات نے مل جل کر قدرۃ اچھے اچھوں کی بہت پست کردی اور لوگ جانے سے ہی چرانے لگے۔

اور من فتنوں کی توین آتی تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہنا اور دوسروں کو اور غاہا ضرور کہہ کر دیا تھا کہ ایسی گرمی میں بھلا کوئی سفر کیسے اختیار کر سکتا ہے؟ قرآن مجید نے ان کا قول مع اس کے رد کے نقل کیا ہے۔

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فَاِى الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اشَدُّ حَرًّا اَلَوْ كُنْتُمْ
يَفْقَهُونَ۔ (التوبہ ع ۱۱)

یہ بولنے کے گرمی کے موسم میں نہ لکھو، آپؐ کہہ دیجیے کہ دوزخ کی آگ اس سے (گہیں) زیادہ گرم ہے، کیا خوب ہوتا؟ گرمی لوگ سمجھ سے کام لیتے۔ اور بعض نے تو یہ بے یہاں تک اونچی کر دی تھی کہ فرمانے لگے کہ دوسروں کی سرزمین پر



رسول اللہ ﷺ کے لیے بعض اہم سوالات یہ ہیں کہ آپ ﷺ کو کیا مہیا ہوا تھا اور آپ ﷺ پر مہربان کس کی طرف بھیجے تھے جو وہ وہ پیام ان لوگوں نے کس رنگ میں سنا۔
تبیخ کا حکم ایسی طور پر تو ایک معنی میں آپ کو بہشت و نبوت کے ساتھ ہی مل گیا تھا۔
چنانچہ ایک ابتدائی سورۃ میں ہے۔

قم فلانذر (امدش ع ۱) آپ کھڑے ہو جائے اور ڈرائے
لہذا یہاں یہ تو صرف نہیں کہ کس کو ڈرائے امدار کا عمل اس پر بھیجے اسی طرح یہ آیت بھی
رقیبہ کی کتاب میں بھی ملتی ہے۔

وقل انی انا النذیر المبین۔ (الحجر ع ۶)
آپ کہہ دیجئے کہ میں تو ایک کھڑا ڈرائے والا ہوں۔
اور کچھ ایسی حالت اس آیت کا بھی ہے۔

ان انا الانذیر وبشیر (الاعراف ع ۲۳)
میں اور آپ کو نہیں بجز اس کے کہ نہ پروا نہیں ہوں۔
پھر یہ آیت بھی اسی طرح مطلق ہے اور تشریح سے خاموش۔

فانصدع بما تقوموا عرض عن المشركين۔ (الاعراف ع ۲۳)
غرض آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اسے صاف صاف سنا دیجیے اور مشرکوں

الشیخ اکمل نعیم عرفہ فریضہ ستم

کے تحت کام کرنے والی تمام مشینیں جس میں ریفریجریٹر، فریج، ڈیپ فریج،
اسے سی وغیرہ شامل ہیں کا کام چلی چکیا جاتا ہے علاقہ اورہ مری، محوڑا
کلی اور گردنواح کے علاقوں میں ڈاکوینس مکانی کے کنٹیکٹر بھی ہیں جن
کریں اور اپنی شکایت درج کریں ۵ کارنگر آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔



Ph:0992-464554

محمد فیاض عباسی الشیخ اکمل نعیم عرفہ فریضہ ستم میں بازار اورہ ضلع لیٹ آباد

ماشاء اللہ شکار شمس اینڈ سوپس روڈ کی سیرٹور

تمام سہاں ہر قسم کی میناری، ہوزری، کامپلیکس، بیج
کا سامان، روپے والے ہار، سفید دوپٹے اور رنگائی
والے دوپٹے، نیز بچوں کی تمام ورائٹی دستیاب ہے۔

لہذا گراہے پر حاصل کریں، شادی بیاہ کے موقع پر خصوصی رعایت۔



Ph:0992-464502

فضل الحق اینڈ اعمال برادرز میں بازار اورہ ضلع لیٹ آباد

آجیوں سے اتنا تو واضح بلکہ مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے کہ آپ کے ذمہ فریضہ یعنی دعوتِ خدا اور آپ شروع ہی سے ”شیر“، ”غزیر“، ”میشر“ اور ”شاہد“ تھے اور یہ سب تصریحات اگر نہ ہوتیں، جب بھی خوفِ خدا رسول کے اندر ابھالنا ہی فراموش آگئے تھے، تو کئی رسالت کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی کا پیام کسی کو پہنچانا تو آپ کی پیام بری اور پیغام رسائی میں تو کوئی اشعبہ و اول روزی سے نہ تھا۔ لہٰذا صرف اس میں ہے کہ آپ کا مخاطب کون سا گروہ و کون سا طبقہ، کون سی انسانی آبادی تھی؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے سچے پیروکاروں نے ہر ایک سب سے پہلے آپ کے کلمہ اور برادر حق والوں کی ہوتی اور یہ آیت نازل ہوئی تھی؟
قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے سچے پیروکاروں نے ہر ایک سب سے پہلے آپ کے کلمہ اور برادر حق والوں کی ہوتی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وانذر عشيرت الاقربين (الشعراء ع ١١)

اور اپنے قریب کے خاندان والوں کو ڈرا پیئے۔

اور قدرہ آفہ نہیں ہے ہونے بھی تھا۔ اس کے بعد پھر اس قدر ذی ترتیب سے دائرہ
دعوت وسیع ہو کر تو عرب یعنی نسل اعلیٰ تک پہنچی، اس کی جانب رہنمائی شہداء آیات سے
ہوتی ہے۔ مثلاً

لَتَنْذِرْ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاءَهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ (يسين ١٤)

چاکر آپ ذرا کہیں اس قوم کو جس کے آباؤ اجداد نے زمینیں مجھے دیں وہ اس سے بے خبری میں ہیں۔

اس "قوم" سے کھلی ہوئی مراد قوم عرب یا نبی اسماعیل سے ہے۔ دوسری آیت اسی تا سیدی معنی میں ہے۔

کی پروا نہ کیجیے۔

اور کچھ ایسی قسم کا حکم گواور زیادہ مودکداس آیت سے بھی نکلتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدة ع ١٠)

اے خلیفہ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا ہے، آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا۔ تو آپ نے اللہ کا ایک پیغام بھی نہ پہنچایا۔

اور اسی قبیل کی یہ آیت بھی ہے۔

أَنَا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (البقرة ع ١٢)

بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو دین حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر۔

اور یہی آیت سورۃ الفاطر رکوع ۳ میں آئی ہے۔ اور وہیں یہ آیت بھی آئی ہے

ان انت الا نذير (الفاطر ع ٣)

آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہی ہیں۔

اور اسی مضمون کی اور لفظ بھی اسی سے ملتی جلتی آیتیں اور بھی ہیں۔

اَنَا ارْسَلُكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (الفاطر ع ٣)

ے شنب ہم نے بھیجا ہے آپ کو دین حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر۔

1

مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (بنی اسرائیل ۱۰۶)

وہ کہنے لگا: آپ کو نہیں بھیجا مگر ہمیشہ رو خدا کا کر۔

اور ان ہی آیتیں سورہ الفتح و سورہ الاحزاب و سورہ الفرقان میں بھی ملتی ہیں۔ ان ساری

لَتَقْدِرُوا مَا آتَاكُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ بَيْنِكُمْ، (السجدة ع ۱)
 کہ آپ اس قوم کو ڈرا کر میں جن کے پاس آپ سے قبل کوئی ڈرانے والا نہیں
 آیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپؐ نے یہ آیت ہے کہ آپؐ انہوں کے درمیان
 نبوت کئے گئے ہیں ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے مقرر۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
 وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ
 صَلَاحًا مَبِينًا (الجمہ ع ۱)

اور اللہ وہی ہے جس نے انہوں کے درمیان ایک انہیں میں سے رسول
 نبوت کیا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنا دے جن اور انہیں پاک صاف
 بنائے جن اور انہیں کتاب و دانائی کی تعلیم دیتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ قبل اس
 کے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

انہوں سے کھلی ہوئی مراد امی یعنی نہ معطرہ کے باشندے ہیں اور جب اس کے
 ساتھ وہ آیت ملانی چاہے، جس میں تقریباً یہی دعا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل نے اپنی
 ذریعہ سے حق میں کی ہے یعنی:

وَبِنَا وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
 وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (البقرہ ع ۱۵۰)

اے ہمارے رب سب ہماری ذریعہ کے درمیان ایک رسول انہیں میں سے اٹھا جو
 انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنا دے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں
 پاک صاف بنائے بے شک تو ہی زبردست جی ہے اور حکمت والا بھی۔

تو یہ بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے کہ مدت نبوت ساری نسل اسمعیل ہے، اب اس کے
 بعد ازاد نبوت میں اور وسعت ہوتی ہے اور خود سوس چھ پانچ کی زبان سے یہ باریا جاتا ہے۔

وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَذَا الْقُرْآنَ لِأَنَّكُمْ مِنْهُ وَمَنْ بَلَغَ، (الانعام ع ۲)
 اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے میں تمہیں بھی
 خبر داکر لوں اور میں کسی کو پہنچاؤں کو بھی۔

اس ایک سو من بلیغ کے اضافہ نے یہ صاف کر دیا کہ نبوت محمدی اب انہیں کے ساتھ
 مخصوص و محدود نہیں جو آپؐ کے مخالفین اول تھے، بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہو کر اس ساری
 آبادی کو بھی محیط ہو گیا ہے، جہاں تک قرآن پہنچ جائے اور چونکہ قرآن کے پہنچ جانے کا
 امکان روئے زمین کے ہر گوشہ تک ہے اس واسطے کہ ازاد نبوت بھی گویا اب سارے عالم
 تک وسیع ہو رہا ہے۔

یہ استنباط پھر بھی بالواسطہ تھا اور تھوڑا سا حتم کا نتیجہ تکمیل دین والی آیت سے بھی نکالا
 جا سکتا تھا۔ یعنی:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي. (المائدہ ع ۱)
 آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تمہاری پوری نعمة کو بھی اتمی کر دیا۔

اور کیا جا سکتا تھا کہ جب دین کی تکمیل ہر پہلو سے ہوئی اور اللہ کا انعام ہر طرح پورا
 ہو گیا، تو اب اب لا اودع کوئی خطہ اس کے فیض سے باہر کیوں رہے، لیکن اب اس بالواسطہ
 استدلال اور استنباط کی بھی ضرورت نہ رہی بلکہ صاف اور کھلے لفظوں میں ارشاد ہونے لگا کہ
 پیغام محمدی ملک گیر نہیں بلکہ عالم گیر ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

تَبْلُوكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان ع ۲)
 بابرکت ہے وہ ذات جس نے فیضہ والی کتاب اپنے بندہ (خاص) پر اتاری

مشرکین

ان میں سب سے پہلے مشرکین کا آنا ہے۔ ان کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے، کہ مشرکین اور الذین اشروکو اکاذروا شرک کے بابت احکام قرآن مجید میں صد ہا آیتوں میں وارد ہوئے۔ اور ان صریح الفاظ کے علاوہ ابوالوہیط بھی جو آیات عبادت غیر اللہ کی ممانعت ہے اور اس پر جزا و عذاب میں وارد ہوئی ہیں ان کی تعداد اور بھی زائد ہے، محمد ﷺ جو پیغام لے کر آئے تھے اس کا اہم ترین جز تو حید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یکائیت کا اثبات، ذات صفات، افعال، ہر پہلو اور ہر اظہار سے قرآن سے اسی پیغام کو صد پہاڑ ہر یا ہے۔ مختلف جہاںوں میں اور کیا سب سے زیادہ اسی میں رکھی ہے کہیں یوں۔

وَقَالُوا لَا تَتَّخِذُوا الْهَيْثِينَ اَنْعَاهُ الْوَالِدُ (النحل ع ۷)

کہا کہ دو خدا نہ بناؤ بس میں ایک ہی خدا ہوں

اور کہیں یوں

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَىٰ اَنْتُمُ الْهَيْكُم الْوَالِدُ (الکہف ع ۱۶)

خذ السجده ع ۱

آپ کہہ دیجئے میں تو بس بشری ہوں تمہیں جیسا۔ اور مجھ پر وحی یہ آئی ہے کہ میں تمہارا ایک ہی خدا ہے۔

کہیں مطلق صورت میں ارشاد ہوا ہے کہ

وَالْهَيْكُم الْوَالِدُ (البقرہ ع ۱۹)

عالم اسلام کے لیے عظیم خوشخبری

مکہ ریکارڈنگ سینٹر نے بچوں اور نوجوان نسل کو اہل باطل کے فتنوں اور جھٹکنڈوں سے بچانے کے لیے ایک نیا قدم اٹھایا ہے، مختصر وقت میں اسٹیڈیو ریکارڈنگ سے 6 وائیم منظر عام پر آچکے ہیں، جن میں۔

وائیم نمبر 1 اَللّٰہی صَلَوَاتُہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَام 2 عشق نبی ﷺ

وائیم نمبر 3 شاعر اسلام مفتی سعید ارشد صاحب کے 4 وائیم آچکے ہیں جن میں

۱ حمد و نعت ۲ مدح صحابہ ۳ سیرۃ النبی ﷺ ۴ ناموس صحابہ

اور نمبر 5 عنقریب فکر آخرت کے عنوان سے منظر عام پر آ رہا ہے۔

سید حسین فاروقی کا وائیم نمبر 1 لبیک یا میرے اللہ

مانا ہو بکر صاحب وائیم نمبر 2 وائیم نمبر 3 عشق دل اور جذبہ عشق بھی منظر عام پر چکا ہے

مولانا طارق جمیل کے وائیم 12 ریح الاول کو منظر عام پر آ جائیں گے

اور مختلف شعرا کرام کے 8 وائیم 12

ملک پاکستان میں کشمیر، پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان کے ہولیکرز

حضرات ہم سے رابطہ کریں مال آپ کو گھر بیٹھ مل جائے گا۔

مکہ ریکارڈنگ سینٹر سلام مبارک دکان نمبر 3

خود جامعہ علامہ غوری ٹاؤن کراچی نمبر 5 Ph:0333-2244915

جیسا کہ آیات کریمہ:

قل فلتند (المذثر ع) آپ کفر سے بچ جائے اور خبردار نہ کیجئے۔ اور

یا ایہا الرسول بلغ ما نزل الیک (المائدہ ع ۱۰)

اے رسول! آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے۔ اور

فلانما علیک البلاغ (آل عمران ع ۲)

آپ کے ذمہ بس پہنچانا ہے۔ اور

فلانما علیک البلاغ المبین۔ (الفصل ع ۱)

آپ کے ذمہ بس کلمہ بکھانا ہی ہے۔

اور بہت سی دوسری آیتوں سے ظاہر و ثابت ہے، اس لیے یہ بات ایک حد تک بالکل قدرتی تھی کہ جو لوگ اپنی وہم پرستیوں میں زیادہ راجح اور جامد تھے۔ انہوں نے نئی دعوت کو سن کر اس کی مخالفت بھی شدت سے کی اور دعوت و داعی دونوں کے دشمن ہو گئے۔ انہیں حیرت تھی کہ یہ نیا داعی سارے خداؤں کو چھوڑ کر خدا کے واحد (یکتا کی طرف کیسے بار بار بے کلمی حیرت اور فحشہ کے ساتھ کہتے کہ:

هَذَا صَاحِبُ كَذَابٍ اجْعَلِ الْاِلَٰهَةَ وَاحِدَةً لَّنْ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَلَبَ (ص ع ۱)

یہ شخص ساحر ہے، کذاب ہے، کیا اس نے تمام خداؤں کو بس ایک خدا بنا دیا ہے، یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے۔

اور کبھی یہ کہتے کہ:

مَلْسَمَعْنَا يَهْدِي فِي الْمَلَّةِ الْاُخْرَىٰ اِنْ هَذَا لَا اخْتِلَاقَ۔ (ص ع ۱)

ہم نے تو یہ (کلمی اپنے) پیچھے مذہب میں سنا نہیں ہوتا ہو یہ گمراہی ہوئی چیز ہے۔

اور اسی طرح تو مرنوع نے بھی اپنے نبی کی دعوت و توحید پر کہا تھا کہ

مَلْسَمَعْنَا يَهْدِي فِي اِبْاٰثِنَا الْاَوَّلِيْنَ۔ (المؤمنون ع ۲)

اور تمہارا خدا ایسا اکیلا ہی خدا ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

یا یوں

هو الله الو احد القهار (زمر ع ۱)

وہی اللہ ایک اور زبر دست ہے۔

اور کہیں یوں ارشاد فرمایا کہ نبی۔ عیار اسلام یا انبیاء کا ہے۔

قل لئنما یوحی الی انما الھکم فلو احد فهل انتم مسلمون (۷۴ قیبا۔ ۷۴)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر وحی آتی ہے کہ بس تمہارا خدا صرف ایک ہی خدا ہے تو

اب تم اسلام لاتے ہو؟

اس مضمون کی آیتیں ایک دوئیں، بیسیوں ہیں۔۔۔ ایک جگہ ایک مختصر جامع سورۃ میں ہر قسم کے شرک کی نفی کر کے لفظ بھی، بجائے ”واحد“ کے ”احد“ لایا گیا ہے۔

قل هو الله احدُ الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا

احدُ (الاخلاص)

آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے اور (سب سے) بے نیاز ہے، نہ اس کے

کوئی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا ہے۔

اہل لغت اور علماء ادب نے لکھا ہے کہ احد، واحد کی ترقی یافتہ شکل ہے واحد جمع واحد کو قبول کر لیتا ہے، لیکن احد بقرہ میں کاف اور تیرہ میں یکتا ہے اور اگر یہ ال کے اضافہ کے ساتھ احد احد کر کے لایا جائے تو یہ اسم ذات کی طرح مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور

هو الذی لا الہ الا هو اور اللہ لا الہ الا هو کی قسم کی تو یہ نہ سکتا آیتیں قرآن میں ہیں۔ جن سے خداؤں کے تعدد یا غیر اللہ معبود کے وجود پر کسی سے نفی کی گئی ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں اس قسم کے شرک جلی کی پڑی گرم بازار کی تھی اور سب

سے زیادہ یہی لوگ آپ کا پیغام سن کر سنی ان ہی کرتے تھے اور چونکہ آپ ﷺ مامور تھے تبلیغ پر

ہم نے اپنے باپ دادوں سے کبھی تو یہ نہ نہیں۔

قد رفا رسول اسلام کا یہ مطالبہ غلط نہیں کو بہت عجیب معلوم ہوتا اور تاہم گوارا بھی گزرتا اور ان کی طرف سے فرمائش طرح طرح کی ہوتی اور بار بار ہوتی کبھی کہتے۔

لولا یكلفنا الله اوتلتینا ایه (البقرہ ع ۱۴)

اللہ ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی بھڑکھڑا نہیں آتا۔

اور کبھی غصہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ:

لولا نزل علیہ ایه من ربہ (الانعام ۱۴)

ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی بھڑکھڑا نہیں آتا۔

یہ مضمون بیسیوں آیتوں میں دہرایا گیا ہے اور کبھی یہ لوگ ہجرات کا نام بھی متعین طور پر لے دیتے کہ اگر اپنے دعویٰ رسالت اور تعلق باللہ میں سچے ہوتو فلاں فلاں عارق عادت واقعات کر کے ہمیں دکھا دو چنانچہ کہتے

لولا انزل علیہ کنز اوجاء معہ ملک (ہود ع ۶)

ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی بھڑکھڑا نہیں آتا

اور کبھی یہ کہتے

اویلغی الیہ کنز اوتکون لہ جنة یسئل منها (الفرقان ع ۱)

ان پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتار دیا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔

اور کبھی ان فرمائش خوارق و ہجرات کی فہرست خاصی خوب طویل ہوتی تھی یہ کہتے کہ:

لن نمومن لك حتی تفجر لنا من الارض ينبوعا وتكون لك جنة

من نخيل وعنبر فتفجر الانهار خلالها تفجيراً وتسقط السماء

كما زعمت الينا کسفاً وتلتی بالله والملکة قبیلأ اویکون لك

بیث من زخرفی اوترقی فی السماء (بنی اسرائیل ع ۱۰)

ہم تجھ پر ایمان بزرگ نہ لائیں گے۔ جب تک تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ

جاری کر دے یا پھر تیرے لیے ایک باغ مجرور اور انجوروں کا بو اور تو اس

کے درمیان نہریں جاری کر دے یا آسمان کا کوئی ٹکڑا تو ذکر کر دے جیسا کہ

تیرا دعویٰ ہے یا اللہ اور فرشتوں کو تو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لئے گھر

سوسے کا ہو جائے یا تو آسمان پر (ہماری آنکھوں کے سامنے) چڑھ جائے۔

یہ ساری آیتیں یہی ہیں اور یہ فرمائش ہجرات کے مطالبے اہل کہ خصوصاً قریش ہی کی

جانب سے زیادہ پیش ہوتے رہتے تھے، اور ان کے شرک کے یہ سنی نہ تھے کہ یہ لوگ اللہ

کے وجود کے منکر ہیں اور اس کے بجائے اور خدا تسلیم کر رہے ہوں۔ نہیں یہ لوگ اللہ کے

وجود کے پوری طرح قائل تھے، لیکن اسے خدا سے واحد یگانا نہیں، بلکہ صرف خدا کے اعظم

تسلیم کرتے تھے۔ یعنی گویا وہ بڑا اللہ ہے تاہم اس کے ساتھ یا شاید اس کے ماتحت

اور بھی بہت سے خدا ہیں اور معبودیت و حاجت روائی میں اسی طرح ہیں، بلکہ شاید اس سے

بھی بڑھ کر اور اس لیے اس شرک میں منطقی تعلق انہیں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید

نے اس عقیدہ پر سخت جرح کی اور بار بار سوالات کر کے اہل جاہلیت کو ان کی جاہلیت پر خندہ

آگاہ کیا چنانچہ ایک جگہ یہ جرحی سوالات بہت دور تک چلے گئے ہیں۔

۞ اللہ خیر امایسرکون امن خلق السموات والارض وانزل

لکم من السماء ماءً فلنبتنا به حاشق ذات بهجةً ماکان لکم ان

تنبتوا و شجرها ۞ الہ تع اللہ بل ہم قوم بعد لون امن جعل

الارض قراراً وجعل خلالها انهاراً وجعل لہا رواسی وجعل

بین البحرین حلجراً ۞ الہ تع اللہ بل اکثرہم لا یعلمون امن

یحیی المصطر اذا دعا ۞ ویکشف السوء و یجعلکم خلفاء

الارض ۞ الہ تع اللہ قلیلاً ما تذکرون امن یتهدیکم فی ظلمات

ناظم امور ہے اور تم اسے تمام تر تسلیم بھی کرتے ہو تو آخر یہ تمہیں کیا سودا ہے کہ تم اس کے ہوتے ہوئے دوسرے خداؤں کی طرف جھکتے ہو ان سے اپنی حاجتیں عرض کرتے ہو اور انہیں بھی درجہ معبودیت میں رکھتے ہو!

اور اسی طرح کی آیتیں نیکدان سے بھی زیادہ واضح ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوئی ہیں، رسول کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ لَّعَنَ الْاَرْضَ وَمَنْ فِيهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لَئِنْ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سَيَقُولُونَ لَئِنْ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ قُلْ مَنْ يَبْدِئُ مَلٰكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لَئِنْ قُلْ اَفَلَا تَسْخَرُونَ (المؤمنون ع ۵)

آپ کہیے کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ سب کس کے ہیں اگر تم کچھ خبر رکھتے ہو؟ (اس پر) وہ ضرور یہ کہیں گے کہ یہ اللہ کے ہیں، ان سے کہیے کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے۔ آپ یہ بھی کہیے کہ (ان سات) آسمانوں کا مالک اور مافی ثمان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے آپ کہیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ آپ یہ بھی کہیے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پتا دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں کسی کو پتا نہیں دے سکتا۔ اگر تمہیں کچھ بھی خبر ہو؟ اب بھی وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب اوصاف اللہ کے ہیں۔ آپ کہیے کہ پھر یہ تمہیں کیا خیال ہو رہا ہے۔

اور اسی طرح ایک جگہ اور انہیں مشرکوں کی زبان سے اقرار کرایا ہے کہ خالق آسمان و زمین اللہ ہی ہے۔

الْبَسْرَ وَالْبَحْرَ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بِشَرِّاٰنِ يَدِي رَحْمَةً ۚ وَاللَّهُ مَعَ الْاٰتِلَةِ عَمَّا يَشْرِكُونَ اٰتِنِ يَبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعَبِّدُهُ ۚ وَ اٰتِنِ يَزِدُّكَ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّ مَعَ اللّٰهِ قُلُّ هٰاتُوا بِرَهْنٰكُم اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (النحل ع ۵)

(بھلا تاؤ تو کہ) اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں؟ آیا وہ جس ذات نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا آسمان سے اس نے تمہارے لیے پانی برسا یا، پھر اس کے ذریعہ سے ہم نے روٹی دار باغ کرائے اور تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو آگ لگا سکو تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ یا وہ ذات جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان درمیان ندیاں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان حد قائل بنائی تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر تو جھکتے ہی نہیں، آیا وہ جو ہے قراری (فریاد) سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین پر صاحب تعرف بناتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ بہت ہی کم تم لوگ یاد رکھتے ہو۔ آیا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کی تباہی میں مر رہا تھا تپا ہے اور جو تمہیں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ اللہ برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے آیا وہ جو مخلوق کو اقل بار پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور تمہیں رزق دیتا ہے۔ آسمان و زمین سے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے۔ آپ کہیے کہ تم اپنی دلیل لانا اگر تم (موجو شرک میں) سچے ہو۔

ان آیتوں میں مشرکین پر جہت قائم کی ہے کہ جب اللہ ہی خالق و قاطر، رازق و نافع اور

وَلَنَسْلَقَنَّهُمْ مِنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَقُولُ اللَّهُ (لقمان ع ۳)
اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ
بول انھیں گے کہ اللہ نے۔

چنانچہ جن آجوں میں اثبات تو خد اور ممانعت شرک پر زور دیا ہے وہاں اکثر یہ بھی
بڑھا دیا ہے کہ عبادت کا اعتقاد بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
فَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرُكُوا بِهِ شَيْئًا (النساء ع ۶)
عبادت اللہ کی کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔

۱۰

وَلَا يَشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الكهف ع ۱۲)
(انسان کو چاہیے کہ) اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔
جن کی عبادتوں میں یہ شرکین عرب لگے رہتے تھے ان کا جو خداوند میں سرے سے
تھا ہی کہاں؟ ان لوگوں نے محض ایک خیالی اور فرضی وجود عطا کر رکھا تھا۔

مَاتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَيَتِيمَوهَا أَنْتُمْ وَأَبَاكُمْ مَا أَنْزَلَ
اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ (يوسف ع ۵)

اور تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تو کس نام ہی نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے
باپ دادوں نے دے رکھے ہیں۔

اس شرک کا ایک خاص مظہر بت پرستی نام ہے کہ اس کی ممانعت وارد ہوئی۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ (الحج ع ۴)

بتوں کی پیدلی سے بچو۔

اگر یہ اوثان ہی کا لفظ پرانی شرک تو قوم یعنی قوم نوح (عکبوت ع ۲) اور قوم ابراہیم
(عکبوت ع ۳) کے حق میں بھی وارد ہو چکا ہے یہ صورتیں عموماً پتھر کی بنی ہوئی تھیں

چنانچہ قرآن مجید میں دو جگہ جو ذکر آتش دوزخ کے سلسلہ میں انسانوں کے ساتھ پتھروں اور
دوسری جگہ سورۃ البقرۃ کے رکوع ۳ میں وَقَدْ دَعَا النَّاسَ وَالْحِجَارَ اور دوسری جگہ
انہیں الفاظ کے ساتھ سورۃ الفہریم کے رکوع اول میں دونوں جگہ پتھر سے مراد پتھر کی ترشی
ہوئی صورتیں ہی ہیں اور ان بڑی صورتوں میں سے جن کا ذکر نام کے ساتھ قرآن مجید میں
آیا ہے ایک لات دوسرے عزرا اور تیسرے منات۔

افراثیمم اللات والعزرى مناة الثلثة الاخرى۔ (النجم ع ۱)

بھلا تم نے نظر نہیں کی ہے لات پر اور عزرا پر اور تیسری اور منات پر۔

تاریخ دسیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ تینوں بت عرب کے مشہور پر قوت قبیلوں کے
تھے اور قرآن مجید نے قوم نوح کے جن دیوتاؤں کے نام سورہ نوح ع ۲ میں گناہے ہیں وہ،
سواع، یثوق، یغوث، نسر، تاریخوں میں آتا ہے کہ یہ بت جاہلی عربوں کے بھی تھے اور
عراق سے عرب میں بھی بچتے لگے تھے۔

اہل جاہلیت کا اپنی صفائی میں کہنا یہ تھا کہ ہم ان بتوں کو کبھی خدا تصور ہی نہ سمجھ رہے
ہیں، ہم تو انہیں بارگاہ خداوندی کے لیے محض ایک وسیلہ گردانتے اور انہیں محض شافع یا
عارضہ کرنے والے مانتے ہیں۔

مَنْعِبُدُكُمْ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ وَالْعَظَمِ (الزمر ع ۱)

ہم تو انہیں محض اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ اللہ سے ہمیں قریب کر دیں۔

اللہ یا خدا نے عظیم کے لفظی اعتراف و اعتقاد کے ساتھ کہ میں ان شرکین عرب کا یہ
حال تھا کہ ان اپنی پیدوار اور اپنے جانوروں میں جو حصے لگاتے، ان میں اللہ کے نام والے
حصے تو بتوں کی طرف بے تکلف منتقل کر دیتے لیکن یہ نہ کرتے، کہ بتوں والے حصے اللہ کی
طرف منتقل کر دیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

وَجَعَلُوا مَنَازِمَ الْحَرِّ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ

کسی سند کے اور اللہ نے جو کچھ کہنے پہنے کو دیا تھا اسے حرام کر لیا اللہ پر جھوٹ نہ کرے شک یہ لوگ گمراہ ہو گئے اور راہِ یاب نہ ہوئے۔
ہر بت پرستی کے علاوہ یہ مشرکین ملائکہ پرستی میں بھی مبتلا تھے اور ملائکہ کو انہوں نے خدا کی بنیادیں یاد دیا یا پھر ٹھہرا لیا تھا۔ ارشاد ہوا ہے۔

وَجْعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جِزَاءً إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ أَمْ تَتَّخِذُ مِمَّا يَخْلُقُ بِنَاتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ (الزخرف ع ۲)
اور ان مشرکوں نے خدا کے بندوں سے خدا کا ایک جزو ٹھہرا لیا۔ بے شک انسان صریح بے شمارا ہے۔ کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بنیادیں اپنے لیے لے لیں اور بیٹوں سے تمہیں معزز کیا۔
اور دوسری جگہ رسول سے خطاب ہے۔

فَلَسْتَ تَهْتِكُمُ الرَّبَّ الْبَنَاتِ وَلَهُمُ الْبَنُونَ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ (الصافات ع ۵)
ان مشرکوں سے پوچھیے کیا آپ کے ہر وردگار کے لیے تو لڑکیاں ہیں اور ان لوگوں کے لیے لڑکے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں پیدا کیا اور یہ لوگ اس کے کواد تھے۔

ملائکہ پرستی کے علاوہ جنات پرستی بھی ان کے اندر موجود تھی۔
وَجْعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ (الانعام ع ۱۲)
اور مشرکوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنالیا حالانکہ اللہ ہی نے انہیں پیدا کیا ہے۔
جنات کو وہ اللہ کا قرابت دار سمجھتے تھے۔

وَجْعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا (الصافات ع ۵)
ان مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان رشتہ داری بنالی ہے۔

وَهَذَا لَشُرْكَاؤُنَا فَمَلِكُنْ لَشُرْكَاؤِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرْكَاؤِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (الانعام ع ۱۲)
اور اللہ تعالیٰ نے جو بھیجتی اور مویشی پیدا کی ہیں ان لوگوں نے اس میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا ہے اور بڑم خود پیدا کی ہیں کہ یہ ہمارے معبودوں کا ہے، پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ جو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی ہے اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے کیا یہی مجموعہ ان لوگوں نے نکال رکھی ہے۔

ان مشرکوں نے عقائد کا اثر ان مشرکوں کے اعمال اور ساری زندگی پر بھی پڑا تھا اور یہ لوگ طرح طرح کے خرافات و اہام میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک بڑی چیز ان کی عبادت اولاد کو بھی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے فلاں فلاں کا فلاں فلاں طبقہ کے لیے حرام کر لیا تھا۔ قرآن مجید نے اسی سورۃ انعام کی اسی آیت کے متحمل ان چیزوں کو بھی ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ شروع کی آیت ہے

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لَكُنْ يَرْبِئُ مِنَ الْمَشْرُكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءَهُمْ لِيَرِدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ (الانعام ع ۱۲)
اور اسی طرح کثرت سے مشرکین کے خیال میں اپنی اولاد کے ہلاک کر ڈالنے کو ان کے معبودوں نے اچھا بنا رکھا ہے تاکہ ان کو برہادر کریں اور ان کے دین کو ان کی نظر میں محبوب کر دیں۔

اور آخری آیت ہے

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَنَازِقَهُمْ اللَّهُ افْتَرَا عَلَى اللَّهِ قَدْحًا فَلَمَّا مَلَكَتْهُمُ مَهْتَادِينَ (الانعام ع ۱۶)
یقیناً گھائے میں آگے، جنہوں نے ہلاک کر ڈالا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر

سو نہ کھاؤ نہ پیو نہ چمکنا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم قتلِ ناجائز پا جاؤ۔

تیسری جگہ ای حدیث کے ساتھ

الَّذِينَ يَلْكُلُونَ الزُّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِينَ يَتَحَبَّطُهُ
الشَّيْطَانُ. (البقرہ ع ۲۸)

جو لوگ سو کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کی طرح
جس کو شیطان نے آسیب پہنچا کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

اور چہرہ سے بڑھ کر

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.

اگر تم سو نہیں چھوڑتے ہو تو اشتہار جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول سے۔

اولاد کبھی کا مرض بھی (کچھ آج ہی کے حالات سے ملتا ہوا۔) معاشی بنیادوں پر خوب
پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے علما و دانشوروں کے جو پہلے مذکور ہو گئیں۔ اس کی ممانعت اور اس پر
وعید خاص طور پر نازل ہوئی، مثلاً۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِلَيْكُمْ مَرْجِعُكُمْ
كَانَ خَطْلًا كَبِيرًا. (بنی اسرائیل ع ۴)

اور اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو الا کہ وہ داری کے اندیشہ سے ہم ہی ان کو کبھی
روزی دیتے ہیں اور تم کو کبھی بے شک ان کا مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اس اولاد کبھی میں بھی خصوصیت کے ساتھ روانہ دختر کبھی کا بعض قبیلوں میں تھا۔ ان کے
شرمندہ کرنے کا ذکر حشر میں ان سے سوال کے وقت کا کیا گیا۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ، (التکویر)

اور جب زندہ دفن کی گئی ہلاکی سے (حشر میں) سوال ہوگا کہ وہ کس جرم میں
مار ڈالی گئی۔

آفتاب پرستی اور ہاتھ پرستی کی جو سرخ ممانعت قرآن مجید میں آئی ہے۔

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ، (حم السجدہ ع ۵)

نہ سورج کے آگے جھکنا اور نہ چاند کے۔

اس سے اندازہ کیجیے کہ معاشرہ مشرکین عرب اجماعِ عقل کی پریشانی میں بھی بند نہ تھے۔
شراب، جوا، اور قمار کی مختلف قسمیں اتنی شائع تھیں کہ انہیں سختی سے روکا نہ پایا۔

أَنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ، أَنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ

يَوْقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصْنَعُ

عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ. (المائدہ ع ۱۲)

ہات میں ہے کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان اور قمار کے تیر سب گندمی

پائیس شیطان کی کام ہیں۔ سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو

بس یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت

اور بغض واقع کر دے اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز کرے سو اب بھی تم

ان چیزوں سے باز آؤ گے۔

اور سود خوری کو تو جس اہتمام تبلیغ سے قرآن نے منع کیا ہے وہ وہی دیلوں کی ایک دلیل
ہے اس واقعہ تاریخی کی کہ مشرکین عرب کے معاشرہ میں سود خوری خوب چلی رہی ہوئی تھی۔

ایک جگہ ارشاد ہوا۔

اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ. (البقرہ ع ۲۸)

اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو بقیہ سود کو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو۔

دوسری جگہ بھی اسی تاکید کے ساتھ

لَا تَكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعًا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ (آل عمران ع ۱۴)

وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا (نساء ع ۲)

اور تم عورتوں سے عقد مت کرنا جس سے تمہارے باپ عقد کر چکے ہوں مگر یہاں جو بچہ ہو چکا ہے شک یہ بڑی ہے حیاتی اور نفرت کی بات ہے بہرہ بہت پر مطلق ہے۔

عورتوں، مردوں کا آزادانہ میل جول اور اختلاط اور لباس میں بے احتیاطی اور بد نظری، آج کل کی تہذیب و تمدن کی طرح عام تھیں۔ ان سب پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی گئیں اور حد بندیوں عائد کی گئیں۔ ارشاد ہوا۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ. (النور ع ۴)

اے پیغمبر مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ اور عورتوں کے حق میں اس سے کہیں زیادہ پابندیاں بڑھا کر ارشاد ہوا کہ:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ (النور ع ۴)

اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ بجز اس کے جو اس میں سے کھلا ہوا ہے اور اپنی چادر میں اپنے گرد باندھ کر ڈال رکھیں، اور اپنی زینت نہ ظاہر ہونے دیں بجز اس کے کہ اپنے شوہروں پر۔

ان قرآنی رشتوں کے نام بھی اس آیت میں آگے درج ہیں۔ رسالت محمدی کو جو معاشرہ تیار کرنا تھا۔ اس میں بد خلاف معاشرہ چاہیے کے یہ ساری قیدی ضروری تھیں، چنانچہ

بے حیائی، بے جاہلی، بلکہ بے ستری کے عیب بھی عام تھے۔ چنانچہ فاحشہ و فحشا کی ممانعت بار بار آئی ہے اور اس قسم کی آیتیں بھی چاہی جاتی ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الانعام ع ۱۹)

اور جی بیاہیوں کے پاس نہ جاؤ۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ ذِي الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الاعراف ع ۴)

آپ کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو بس بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے۔ خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

اور نہ کے لیے جو ہر چاہیے کی طرح اس عرب تمدن میں عام تھا۔ یہ تہذیبی حکم ہازل ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا. (بنی اسرائیل ع ۴)

اور نہ کے پاس بھی نہ چلو، بے شک وہ بے حیائی ہے اور ایک بری راہ بھی۔

ایک دستور یہ بھی جاری تھا کہ خوشحال لوگ اپنی باندیوں کے جسم کو کرایہ پر چلاتے تھے وہی محمدی اسے کیسے نظر انداز کر سکتی تھی۔ ارشاد ہوا۔

وَلَا تَكْرَهُوا بَيْعَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ. (النور ع ۴)

اور اپنی باندیوں کو حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔

کہیں کہیں عورتوں کو راشت کا مال کچھ کر خود ان پر بھی قبضہ کر لیا جاتا تھا حکم آیا کہ ایسا ہر گز درست نہیں۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهَ اللَّهُ (النساء ع ۳)

تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ۔

یہ بھی ایک دستور تھا، کہ اپنی جنتی ماں کے سوا اور جو عورتیں باپ کے عقد میں ہوتی تھیں۔ انہیں مال و راشت کچھ کر انہیں اپنی بی بی بنالیا جاتا تھا۔ یہ رسم بھی حکماً مٹائی گئی۔

وَاِنَّا بِبَشَرٍ اٰحَدِهِمْ بِالْاِنْسَانِ ظَلَّلْ وَجْهًا مَسْوُوًا وَهُوَ كَظِيْمٌ
يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ تَابِشْرِهِ يَمْسِكُهُ عَلٰى هَوْنٍ اِم
يَدْسُهُ فِى التَّرَابِ. (نحل ۷۷)
اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے
اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے وہ خبر کے سبب سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے
اور دل میں سوچتا ہے کہ اسے ذات کے ساتھ قبول کرے یا زندہ زمین میں دفن
کر دے۔

جاہلی عرب کے عقائد اور اخلاق و معاملات کی دنیا میں تو یہ اندھیرا تھا جو تقاضی عبادات
کے عالم میں بھی سبک جہالت و جاہلیت ہی کا رواں تھا۔ کعبہ کو واجب انتظام اور اس کے
زائرین کی خدمت کو اپنے لیے باعث فخر و سعادت یہ لوگ بھی اپنے لیے سمجھتے تھے۔
جیسا کہ سورہ توبہ کے رکوع ۲ کی آیات اجمع لکم سفلیا و عمارا المسجد
الحرام سے ظاہر ہو رہا ہے لیکن ان کی عبادت کا طریقہ کیا تھا؟ خانہ کعبہ کے گرد بیٹیاں
بجائتا اور تالیاں بجاتا۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْاِمْكَاةَ وَتَصْدِيهٖ. (الانفال ۷)
ان مشرکوں نے خانہ کعبہ کا پاس نہیں کیا بجز بیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے۔
بلکہ اس عبادت کے وقت تو ان جاہلوں کو فرض ہو جاتی اور لباس سارتر کی بھی پروا نہ تھی اور
اس لیے قرآن مجید نے تاکید کی کہ:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ زِيْنَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ۳)
اے آدمی تو تم مسجد میں حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔
اور مسلمانوں کی عبادت پر تو یہ لوگ اہل کتاب کے ساتھ کمزور و استہزاوی کرتے رہتے۔
وَ اِذَا نَادَيْتُمُ الٰى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعَبًا. (فائدہ ۹۷)

آگے ارشاد ہوا ہے کہ:

وَلَا يَضْرِبْنَ بَارِجَلَهُنَّ لِيُعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. (النور ۳۱)
اور عورتیں زمین پر بھی اپنے پیر نہ ماریں کہ جس سے وہ زینت سے ڈھے وہ چھپاتی
ہیں، خانہ بر ہو جائے۔ بلکہ ازواجِ نبی اور بناتِ نبی کے علاوہ عام مومنات کے
لیے بھی یہ قاعدہ نافذ ہو گیا کہ:

يٰۤدٰىنِیْ عَلٰیہُنَّ مِنْ جَلَابِیْہِہٖ (الاحزاب ۸۷)

اپنے اوپر چادریں ڈٹا کئے رہیں۔

ایک جامع آیت میں آپ کو یہ بتا دیا کہ عورتیں جب آپ کی خدمت میں بیعت اسلام
کے لیے حاضر ہوں تو آپ ان سے بیعت فلاں فلاں امور کے لیے لیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَاۤءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يَبٰیْعُكَ عَلٰی اَنْ لَا یَشْرُکْنَ
بِاللّٰہِ شَيْۡئًا وَلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا
یَسْلُمْنَ بِیْہِتَانٍ یَغْتَرِبْنَہُنَّ بَیْنَ اَیْدِیْہُنَّ وَارْجُلَہُنَّ وَلَا یَعْبُدْنَ
فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبٰیْعُوْہُنَّ. (الممتحنہ ۲)

اے نبی جب مومنات آپ کے پاس ان امور پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ
کا شریک کسی شے کو نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی
اور نہ اولاد کو ہلاک کر دلائیں گی اور نہ اپنی بہتیاں بی بی رووا لائیں گی جس کو اپنے
ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالائیں اور نہ شروع باتوں میں آپ کے
خلاف کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجیے۔

اور عورت کی عام حالت اس جاہلی معاشرہ میں یہ تھی کہ لڑکی کا وجود باپ کے لیے باعث
نکاح و نکاح ورت تھا اور اس کے لیے ایسی شرم کی چیز تھی کہ وہ ہر طرف منہ چھپائے پھرتا تھا۔
قرآن مجید میں معاشرہ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے

قللوا تلك اذا كرت خسرته. (النازعات ع ۱)

کہتے ہیں کہ ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے کہ جب ہم بوسیدہ بن جائیں ہو جائیں گے۔ پھر واپس ہوں گے کہتے ہیں کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی۔

اور شکست کی زبان سے ہے۔

انهم ظنوا كما ظننتم ان لن بيعث الله احدا. (الجن ع ۱)

اور جیسا تم جنات نے خیال کر رکھا تھا، ویسا ہی ان انسانوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

اور پھر ایک جگہ مکرین کا قول نقل کیا ہے۔

هنا شي عجيب، اذا متنا وكنا ترابا تلك رجع بعين. (ق ع ۱)

یہ تو عجیب بات ہے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ دوبارہ زندہ ہونا تو بہت ہی عجیب ہے۔

تیسری اس تذکرہ آخرت پر بڑی حیرت سے یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں۔

هل نندلكم على رجل ينكبكم اذا مؤقتم كل معزق انكم لفي

خلق جديد افترى على الله كذباً ام به جنه. (البساق ع ۱)

ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں نہ، جو تم کو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے۔ اس شخص نے یا تو خدا پر جھوٹ باندھا لیا ہے اسے کسی طرح کا جھوٹ ہے۔

اسنے یہ قول بالکل کافی ہیں، ورنہ اگر سارے قول مکرین آخرت کے نقل ہوں مع ان

جوابات کے، جو قرآن مجید نے رسول اللہ کی زبان سے ادا کروئے ہیں تو مقابلہ اپنے حدود

سے گزر کر ایک مستقل رسالہ کی شرافت اختیار کر جائے۔

اور اسے ملنا تو! جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو تو یہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں۔

مشرکین عرب کے بنیادی عقائد کے سلسلہ میں ان کی اعتقادی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی عملی، معاشری، اخلاقی زندگی کا بھی ذکر آسکیا، لیکن شرک مٹی کی یہی ایک قسم ان میں رائج تھی۔ بعض کے عقائد کے خلاف طے دہریت کی سرحدوں سے چھو جاتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ملعی الا حيلتنا للتنبأ نموت ونحييا ومليلكننا الا لقتل. (الجلية ع ۲)

کوئی اور زندگی نہیں ہے بجز اس دنیوی زندگی کے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں کوئی نہیں مارتا بجز زمانہ کے۔

یعنی کوئی خالق بالا اور موجد نہیں، جو کچھ بھی ہوتا ہے، مادی حیثیت سے زمانہ ہی کے الٹ پھیر سے ہوتا رہتا ہے اور آخرت کی جزا اور اسے انکار تو ان کے ہاں عام تھا اور جو خدا کے کسی درجہ قائل بھی تھے وہ بھی اس کے قائل بہر حال نہ تھے کہ موت کے بعد کسی اور عالم میں جانا اور ہاں کسی حاکم سے ساتھ پڑنا تو ہر کسی مالک کے حضور میں جانا ہے، یہ طے کیا کہتے۔

ان هي الا حياتنا الدنيا ومانحن بمبعوثين. (الانعام ع ۳)

کہ زندگی تو بس فی الحال ہی ہے اور ہم بعد کو اٹھائے جانے کے ہیں۔

انکار آخرت کے اقوال قرآن مجید نے ان لوگوں کی زبان سے اس کثرت سے نقل کئے ہیں کہ معلوم ایسا ہونے لگتا ہے کہ شاید انکار تو حید سے بھی بڑھ کر یہ لوگ انکار آخرت میں سخت تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں کسی طرح نہیں آ رہی تھی کہ اس حیات مادی کے بعد ایک اور عالم ابھی ہے، جہاں اس زندگی کے اعمال کی پرستش ہوگی، ان بچاؤں بلکہ شاید تباہیوں اقوال سے صرف دوچار بہ طور نمونہ نقل ہوجانے کا کافی ہوں گے۔

يقولون اننا لمرءدون في الحافرة اذا كنا عظاما نخرة

اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے، تم تو مجنون ہو۔

کبھی کہتے:

ام یہ جَنَّةَ (السَّاءِ ع ۱) اُنہیں کیا کچھ جنوں ہے۔
قرآن نے خود ان کے متعلق سوال کیا ہے۔

ام يقولون بہ جَنَّةَ (المومنون ع ۱)

کیا یہ لوگ آپ کی نسبت جنوں کے قائل ہیں؟

کبھی ان کی تحقیق و تجویز میں آپ ﷺ کی ماضی مضمون باندھنے والے اور موثر مہارت میں ادھر کرنے والے شاعر ظہر تے اور آپ کی وحی قرآنی ایک خواب پریشان اور آپ کی گڑھی ہوئی قرار پاتی۔

بل قالوا اضغاث احلام بل افتراء بل هو شاعر۔ (الانبیاء ع ۱)
دوسری جگہ قرآن نے کہا ہے۔

ام يقولون شاعر نذرتص بہ ريب المنون۔ (الطور ع ۲)

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم عادیہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اور کبھی شاعری کے ساتھ دوپاگئی کا بھی اضافہ کر دیتے

ويقولون افتنا لناروكوا الهتنا لشاعر مجنون۔ (الصافات ع ۲)

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے دیوتاؤں کو ایک شاعر و دیوانہ کی خاطر

چھوڑ دیں؟

پور کبھی الفاظ بدل کر اسی مضمون کو یوں ادا کرتے۔

وقد جاءهم رسول مبين ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون۔

اُنہیں مشرکین میں ایک بہت بڑا فرقہ ایسا بھی تھا۔ جو کُود اور خدائے اعظم کا قائل کسی حد تک تھا۔ لیکن وحی الہی اور نبی کے ذریعہ سلسلہ ہدایت کا یکسر منکر تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ تو آجاتا تھا کہ خدا کے خواہے یا کہ نہ خواہے اسے انسان کا قاب اختیار کر کے دنیا میں آگیا، لیکن یہ کسی طرح بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خدا نے ایک بشر کو ذریعہ ہدایت بنا کر بھیجا اور اسے سرشت الہی کے تمام نکتے اور طریقے بتا دیئے یہ لوگ ہلکا کرکتے۔

ابشرو يهدو فغلا۔ (التغابن ع ۱)

تمہاری ہدایت کو بشر آتے ہیں۔

اور کبھی یہ کہ:

ابعت الله بشرا رسولا (بنی اسرائیل ع ۱۱)

کیا خدا نے رسول ﷺ بنا کر بشر کو بھیجا ہے؟

کبھی آپس میں پیہر کے حق میں سرگوشیوں میں کہتے۔

هل هذا الا بشر مثلكم (انبیاء ع ۱)

یہ تو بس تم ہی جیسا ایک بشر ہے۔

اور کبھی آپ ﷺ کے لوازم بشریت کو آپ کے خلاف بطور دلیل کے پیش کرتے۔

مال هذا الرسول يكلل الطلعم ويمشي في الاسواق لولا انزل

اليه ملك۔ (الفوقان ع ۱)

اس پیہر کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چل پھرتا ہے۔ اس کی

طرف کوئی فرشتہ کیوں نہاتا را گیا۔

اور چونکہ بشر پر وحی آتا، ان لوگوں کے دماغ کو تاہم بشریت کے معنائی تھا، اس لیے یہ

لوگ قدرۃ تخیل پر رسول پر مجبور تھے اور کبھی یہ کہتے کہ آپ مجنون ہیں۔

وقالوا ياتيناها الذي نزل عليه الذكر انك لمجنون۔ (الحجر ع ۱)

مقدور ہوتا ہے۔

اور ان کے خرافات کے الگ الگ بھی جوابات دیئے اور ان کی ایک ایک غلط بیانی کی تردید کی۔ مثلاً

وما صاحبکم بمجنون (التکویر)

اور یہ تمہارے رفیق دیوائے نہیں ہیں۔

یا

وما انت بمنعة ربك بمجنون (القلم ع ۱)

تو آپ اپنے پروردگار کے فضل سے ناکاہن ہیں نہ دیوائے۔

قرآن کے اثر سے ان مکرین و معاندین کے لیے بھی انکار ممکن تھا۔ مشاہدہ کی چیز تھی قرآنی اثر کی گہرائی اور وسعت دونوں یہ براہ راست مشاہدہ ہی کرتے رہتے تھے اس لیے رائے آخر یہ ہوئی کہ ہونہو یہ قرآن انہوں نے دل سے گڑھ لیا ہے اور ان کی امداد و اعانت پر ایک پوری جماعت بھی ہے۔

ان هذا آلا فک افتراء و اعانة علیہ قوم آخرون۔ (الفرقان ع ۱)

یہ قرآن تو نری ایک گڑھلت ہے جس کو اس شخص نے گڑھ لیا ہے اور ایک اور

جماعت نے اس میں ان کی مدد کی ہے۔

پھر آپ کے وصف امیت سے بھی چونکہ یہ لوگ براہ راست واقفیت رکھتے تھے اس واسطے یہ کہتے کہ یہ انگوں کی خرافاتی دعائیات انہوں نے کسی سے نکھواری ہیں اور وہ انہیں صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

وقالو اساطیر الاولین اکتتبها فہی تملی علیہ بکرۃ و اصیلاً۔

(الفرقان ع ۱)

اور کبھی یہ دور کی کوڑی لاتے کہ یہ تو فلاں شخص نے انہیں سکھایا ہمارا کھا ہے۔

بے شک ان کے پاس ایک کھلا ہوا پیپر آچکا پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ سکھایا ہوا ہے۔ (الفرقان ع ۱۱)

شاعری اور دنوں کے ساتھ ایک تہری تفتیش کر دگی کی بھی تھی۔

قال الظلمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً۔ (الفرقان ع ۱)

یہ ظالم لوگ (انہیں میں) کہتے ہیں کہ تم تو بس ایک محروڑہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔

اور یہی مضمون ایک دوسری جگہ:

انهم نجوى اذ يقول الظلمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً۔

(بنی اسرائیل ع ۵)

(ہم خوب جانتے ہیں) جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں اور

جب کہ یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ تو بس ایک محروڑہ شخص کی پیروی

کر رہے ہو۔

اور کبھی آپ ﷺ کی نسبت محروکہات کی جانب کرتے جو ان کی دانست میں دو

زبردست اور مؤثر فن، غیب سے تعلق رکھنے والے تھے قرآن مجید کو اس کی صاف صاف

تردید کرنا پڑا اور کہا پڑا۔

وما هو بقول شاعرٍ (الحاقہ ع ۱) یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔

نذر

وما هو بقول کاهنٍ (الحاقہ ع ۱) یہ کسی کاهن کا کلام نہیں۔

یہ باہم خود بھی کبھی کسی ایک بات پر جیتے نہ تھے اور قرآن نے انہیں مخاطب کر کے صاف

کہہ دیا کہ:

انکم لفی قولی مختلف یوفک عنہ من افک۔ (الذاریات ع ۱)

تم لوگ مختلف گفتگو میں پڑے ہوئے ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا

خدا اللہ کے نام سے یہ شمول و شرکت دوسرے معبودوں کے نہ تھی اصل خدا اس سے تھی کہ اس اللہ کی وحدت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے۔ اور پھر ارشاد ہوا ہے۔

وَإِذَا ذَكَرْنَا اللَّهَ وَحْدَهُ اشْمَلَزَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ. (الزمر ع ۵)

اور جب فقہ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے دل متعجب ہونے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اسی وقت یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

اور ایک جگہ پھر یہی شہادت قرآن میں چلی کرتا ہے۔

وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوَاعَلَىٰ أَعْدَابِهِمْ نَفُورًا (بنی اسرائیل ع ۵)

اور آپ جب قرآن میں صرف اپنے پروردگار کا ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔ نفرت کرتے ہوئے۔

ایسی قوم کو دینی توحید سے نفرت و عداوت ہو جانا لازمی تھا اور قرآن مجید نے امت محمدی کوئی شبہ کر کے سنا بھی دیا تھا کہ اہل کتاب کے علاوہ ان مشرکوں سے بھی تمہاری بہت کچھ دلآزاری ہوتا ہے۔

وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آوَتْوَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ

أَشْرَكُوا الَّذِي كُفِّرُوا. (آل عمران ع ۱۹)

اور تم ضرور سناؤ گے بہت سی دلآزاری کی باتیں ان سے بھی جنہیں تم سے قبل کتاب مل چکی ہے۔ اور ان سے بھی جو مشرک ہیں۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ. (النحل ع ۱۶)

اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تو ایک بشر نے انہیں سکھایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید ان لوگوں کے خیال میں اور آج کے بہت سے روشن خیال فرنگیوں کے خیال کے مطابق ایک گڑھا ہوا کلام تھا۔

وَقَالُوا هَذَا إِلَّافٌ مُفْتَرٍ. (النبأ ع ۵)

اور یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو بجز ایک گڑھے ہوئے بہتان کے کچھ نہیں۔ بلکہ ان مشرکوں کے ایک دھوکے و سردار نے ایک بار بڑے سوچ بچار کے بعد اپنا فیصلہ یہ سنا دیا تھا کہ:

فَقَالَ إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْفَرُ إِنَّ هَذَا الْإِقُولَ الْبَشَرُ (الشمس ع ۲)

یونہی کہ ایک چارو ہے۔ جو قلعہ بڑے سے چلا آ رہا ہے اور یہ تو نہ ایک مشرک کا کلام ہے۔

قرآن مجید نے شافی جواب ان میں سے ہر غرغرات کا دیا ہے۔ یہاں ان جوابات سے بحث نہیں یہاں تو دکھانا صرف یہ ہے کہ جس قوم کی برادر است اور صالحہ اصلاح کے لیے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔ اس کی اعتقادی، عملی، اخلاقی زندگی کا نفسیاتی پس منظر کیا تھا اور اس نے آپ ﷺ کے پیام کی پوری کس طرح کی۔

مشرک میں ذہنی ہوئی قوم کی: نوشی کی اصل بنیاد یہ تھی کہ یہ پیامبر جو کلام سناتے ہیں اس میں ذکر سہار سے دیوی و دیوتاؤں اور چھوٹے بڑے خداؤں کو چھوڑ کر نام صرف اللہ ہی کا کیوں لیے جاتے ہیں۔ اور دعوت اس اکیلے معبود کے سامنے کی کیوں دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے انہیں کھٹکھٹ کر کفر فرمایا ہے۔

وَإِذَا دَعَىٰ اللَّهُ وَحْدَهُ كُفِّرْتُمْ وَإِنْ تَشْرِكْ بِهِ تَقُولُوا (المومن ع ۲)

جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو تم انکار کرتے ہو اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا ہے تو تم مان لیتے ہو۔

بیچہ و نصابی

کئی سورتوں میں ذکر کثرت سے المشرکین کا اور الذین اشرکوا کا، یہ مطلق صورت میں الذین کفرو کا یا الکفار کا اور الکفرون کا آتا ہے یا پھر ان سے بھی مطلق تر صورت میں الناس کا آتا ہے، لیکن مدنی سورتوں میں یہ مخاطبت و مذکرات اہل الکتاب یا الذین اوتوا الكتاب سے بدل گئی ہے۔

اہل کتاب سے آپ ﷺ کا سابقہ بندہ میں آکر پہنچا اور اہل کتاب سے مراد یونانی و ہندی ہیں مگر کہیں کہیں نصرانی بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں، قیام کہ میں جب تک سابقہ صرف مشرکین یعنی مکہ میں تو حید و آخرت سے رہا، اعراضات کی نوبت دوسری رہی قیام کہ بندہ کے بعد دوسری ہوئی۔ اس لیے کہ یہ لوگ تو حید اور سلسلہ حق نبوت کے لفظ کائنات کو بہر حال تھے۔ آپ ﷺ نے آتے ہی اہل کتاب کو صلح و اشتی کا پیغام قرآن کی زبان سے اور اس کے حکم کی تعمیل میں دے دیا تھا اور قسم کی آیتیں بار بار تلاوت فرمادی تھیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ. (آل عمران ٧)

آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! ایسے قول کی طرف آ جاؤ جو ہم میں تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا

الفرح العظيم

محرم الاثر طاهر
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

کے پوتے وزیر اعلیٰ پرہیزگار پریشاد

1000
4 کمر وزنگ کارڈ
Rs.325/-

100 بہترین
اورنگین شادی کارڈ
Rs.400/-

اپنے کاروبار کی ترقی کے لئے
1000 اشتہار 5x7.5

Rs: 200

[illegible]

فعلانی نامی
معیاری کی کام کی ضمانت

دل کے لیے
کے لیے

042-7234218

0333-429356

قبراء مستشرقين غربيين سترينج اردوبازار لاهور، و

کے جو کچھ تمہارے پاس ہے۔

تو جس علی ہذا اور کہیں کہیں نام کی صراحت کے ساتھ یہ ذکر فرمایا گیا کہ تو ریت و انجیل خدا کی کتابیں ہیں۔ قرآن مجید کی جیٹا روا اور اپنے مخالفین کے لیے سرمایہ ہدایت و رحمت۔

شأن

وانزل التورۃ والانجیل من قبل ہدی للناس۔ (آل عمران ع ۱)
اور اللہ نے اتاری تو ریت و انجیل اس سے قبل لوگوں کی ہدایت کے لیے۔

یا

واثینا موسیٰ لکتاب وجعلنا ہدی لابی لسرائیل۔ (بنی اسرائیل ع ۱)
اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے نبی اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادیا۔

یا

انا انزلنا التورۃ فیہا ہدی ونور۔ (المائدہ ع ۷)
پے شک ہم نے اتاری تو ریت جس میں ہدایت اور نور تھے۔

اسی طرح مکرر

ومن قبلہ کتاب موسیٰ املانا ورحمۃ۔ (ہود ع ۲۔ احقاف ع ۲)
اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو رحمت اور ایک رحمت ہے۔

علیٰ ہذا یہ آیت بھی:

واثینا الانجیل فیہ ہدی ونور ومصطفیٰ بین یدیہ من التورۃ و ہدی وموعظۃ لملئقین۔ (المائدہ ع ۷)

اور ہم نے (عیسیٰ) کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور جو تصدیق کرتی ہے اپنے سے پہلے نازل ہونے والی تو ریت کی اور جس میں ہدایت و نصیحت ہے پر ہر بیگزادوں کے لیے۔

شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا) رب جزا اللہ کے نہ ٹھہرائے۔

اور اس حقیقت کو بار بار دہرایا کہ جو کتاب میں لکھا پایا ہوں یہ تو بین تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے کہیں اس کتاب کو۔

مصطفیٰ معہم (البقرہ ع ۱۱)

جو کچھ ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرتی والی۔

ارشاد فرمایا گیا اور کہیں:

هو الحق مصطفیٰ معہم (بقرہ ع ۱۱)

یہ تو عین حق ہے (اور) جو کچھ ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والی۔
اور کہیں:

مصطفیٰ بین یدیہ من الكتاب (المائدہ ع ۷)

اپنے سے پیش رو کتاب کی تصدیق کرنے والی۔

اور کہیں:

مصطفیٰ الذی بین یدیہ۔ (المائدہ ع ۱۱)

اپنے سے پیش رو کی تصدیق کرنے والی۔

و غیر ہذا اور کہیں، نبیؐ کے صیغہ مخاطب میں۔

مصطفیٰ معہم۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والی۔

اور کہیں کتاب کی بجائے خود صاحب کتاب یعنی رسول ﷺ کی کو اساتذہ کتب ساتھ کا مصدق کہہ کر پیش فرمایا گیا ہے۔

رسولٌ من عند اللہ مصطفیٰ لہم۔ (بقرہ ع ۱۲)

یہ خدا کی طرف سے رسول ہیں تمہارے کرنے والے اس کے جو کچھ تمہارے پاس ہے۔

یا رسولیٰ مصطفیٰ لہم (آل عمران ع ۹)۔ رسول تصدیق کرنے والے اس

اور اس قسم کی ساری خوش خیالیاں اس بنا پر نہیں کہ انہوں نے بنیادی عقیدے بھی خود ہی گڑھ کر تھے۔

و غرہم فی دینہم مالکانوا یفترون۔ (آل عمران ع ۳)

اور دین کے بارے میں ان کے گڑھے ہوئے عقیدوں ہی نے تو انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

اپنے ظالم و مشاکک کی تعظیم و تحريم میں ظلم کے عملاً اسے پرستش کا درجہ دے رکھا تھا اور کھڑا تھا کہ ان سے کسی قسم کی غلطی و لغزش کا امکان ہی نہیں۔

اتخذوا الاحبارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ۔ (التوبة ع ۵)

ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور مشائخوں کو بھی خدا بنا کر رکھا دیا ہے۔

جست یا آسمانی بادشاہت میں داخلہ کو یہ اپنی اپنی قوم کے ساتھ خصوص سمجھتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر جرح کی اور ان سے حجت طلب کی تو یہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے ارشاد ہوا ہے۔

وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هوذا اونساری تلك

امانیتہم قل هل اتوا برہانکم ان کنتم ضالکین۔ (البقرہ ع ۱۳)

یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہودی یا نصاریٰ کے سوا کوئی جانے بھی نہ پائے گا یہ ان کی اپنے دل کی آرزوئیں ہیں۔ آپ ان سے کہیے کہ اپنی دلیل تو جتنی کرو۔

اگر اپنے دعوئی میں سچے ہو۔

معاصر یہود یہ این ادعا کے دینداری دنیا پرستی میں اوپر سے لے کر نیچے تک ڈوبے ہوئے تھے۔ رسول کی زبان سے انہیں کہا یا گیا کہ عالم آخرت کو اپنے ہی لیے مخصوص سمجھتے ہو۔ تو پھر موت کی تمنا کر دیکھو۔ لیکن تمنا یہ لوگ کرتے تو کہیے کرتے جب دنیا میں سرتاپا

اور پھر اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی۔

ولیحکم اهل الانجیل بما انزل اللہ فیہ۔ (المائدہ ع ۷)

اور انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ اس میں ۳۱ بار ہے۔ فیصلہ اس کے مطابق کریں۔

لیکن اس ساری رواد اور اور مصالحت کوئی کے باوجود ان گروہوں کا رویہ یہی تھا کہ وہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان مصالحت ہی رہا، یہ بات یہ ظاہر عجیب سی معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس رویہ میں کوئی بات غلط توقع نہ تھی۔ صدیوں کے گزرنے کے بعد ان کے طبیعتوں کو مسخ کر کے رکھ دیا تھا اور عقائد و اعمال دونوں ان کے اس قسم کے ہو گئے تھے کہ دعوت اسلامی کی زد یہ لوگ براہ راست اپنے اوپر محسوس کرتے تھے۔

یہودی ایک دینی اور مذہبی اصطلاح ہے۔ قومی اور نسلی نام ان لوگوں کا بنی اسرائیل تھا۔ بڑا غروہ ان کو بنی عالی کہتے تھے اور یہی اسرائیلی تھے۔ گناہ کی جو سزا بھی ان کے سامنے آ جاتی یا تامل اس پر گناہ مزمن ہو جاتے اور کچھ کے معاف نہ ہو جاتا تھا۔ ہم یہی مانیں گے۔ قرآن مجید نے یہ منظر کشی یوں کی ہے:

یاخذون عرض هذا الدنّی و یقولون سیغفر لنا وان یتاتہم

عرض مثلاً یاخذون۔ (الاعراف ع ۲۱)

یہ لوگ مال متاع اس دنیا کا لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت ضرور ہو جائے گی اور اگر ایسی ہی مال متاع پھر آجائے تو اسے بھی لے لیں۔

اور کبھی اپنی پیہر زراوگی کے فقر و چار میں جھکا ہو کر کہنے لگتے کہ

لن تمسنا النار الا ایتامتعدونکہ۔ (البقرہ ع ۹)

سو گنتی کے چند روز کے (دوزخ کی) آگ تو ہمیں چھوئے گی ہی نہیں۔

ایتام تعدونکہ (آل عمران ع ۳)

علا متوں سے تو یہ رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پہچان چکے تھے۔ جیسے اپنی قوم والوں کو پہچانتے تھے محض خدا اور نفسانیت قبول حق کی راہ میں حاکم ہو گئی۔

الَّذِينَ آمَنُوا هُمْ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ.

جن لوگوں کو (پہلے) کتاب آسمانی مل چکی ہے وہ ان (رسول) کو ایسا پہچانتے

ہیں جیسا اپنے ہی (قوم کے) فرزندوں کو۔ (البقرہ ع ۱۷)

ان کے کارہ و شیوخ جن کی تہدید و اقتدار میں یہ مئے جاتے ہیں۔ ان کی خود یہ حالت تھی کہ ہر طرح کی زراعت و زوری اور باطل پرستیوں میں مبتلا تھے۔

وَأَنْ كَثِيرًا مِنَ الْاجْبَارِ وَالرَّهْبَانِ لِمَا كَلَسُوا أَمْوَالِ النَّاسِ

بِالْبَاطِلِ وَيَصْنَعُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ. (التوبة ع ۵)

بے شک ان (اہل کتاب) کے اکثر علماء و مشائخ لوگوں کے مال کا حق چاروا

ڈ کوستے اور راہ خدا سے لوگوں کو روکتے رہتے ہیں۔

یہود جس دہجہ کی دنیا پرستی میں مبتلا تھے قرآن مجید نے اسے بار بار چیلنج کیا ہے، ایک آدھ آیت ان مضمون کی ابھی آپ ﷺ نے چلے گئے۔ اب وہ ایک آیتیں اور ملاحظہ ہوں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَلُوا إِنْ زَعَمْتُمْ لَكُمْ وَلِيًّا، اللَّهُ مِنْ دُونِ النَّاسِ

فَتَعْمَلُوا السَّمْعَ أَنْ كُنْتُمْ ضِدْقِينَ وَلَا تَتَّقُونَهُ أَلَيْسَ بِمَا قَامَتْ لِيَدِيهِمْ

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ. (الجمعة ع ۱)

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو جو یہودی ہو چکے ہو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے

کہ تم خدا کے جیسے ہو دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر تو اگرچے ہو تو موت کی تمنا

کر رکھاؤ لیکن تم یہ تمنا بھی نہ کر سکو گے یہ سب ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں

سمیٹ چکے ہو اور اللہ خوب واقف ہے (ایسے) ظالموں سے۔

غرق ہو گئے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ

فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ

إِلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ. (البقرہ ع ۱۱)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارا آخرت مخصوص تمہارے ہی لیے ہے۔ بغیر اوروں کی

شرکت کے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھا دو اگر تم سچے ہو اور یہ ہرگز اس کی تمنا

کبھی بھی نہ کریں گے یہ سب ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سے ہیں اور اللہ کو

خوب علم ہے ان ظالموں کا۔

قبول حق کی طرف سے ان کی آنکھیں اور ان کے قلب سب بند تھے اور یہ فریہ کہتے تھے۔

قَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ. (البقرہ ع ۱۱)

یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں۔

یہود نصاریٰ دونوں فطری مغالطہ کے معرض میں بری طرح مبتلا تھے اور خدا کے ساتھ اپنا

محض رشتہ سمجھتے ہوئے تھے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ. (المائدہ ع ۳)

یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے خاص فرزند اور اس کے محبوب ہیں۔

رسول ﷺ کی شناخت میں یہ نہیں کہ انہیں کوئی ملی دھوکا ہو گیا ہو چاہے جو کہ محض اپنی

بد نظمی سے رسول ﷺ کی صداقت کا انکار کر رہے تھے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُعْذِرُوا فَاكْفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ. (البقرہ ع ۱۱)

پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے یہ پہچانتے ہیں تو یہ اس کا انکار

کر بیٹھے۔ سو اللہ کی بارگاہی لعنتوں پر۔

اور یہ یغیباؤ میں بھی اپنی کسی خدمت خدا کا لفظ قرآن مجید بار بار ان لوگوں کے لیے لایا ہے اور خود اس آیت میں تو یہ صاف ہے کہ یہ لوگ جو ایمان نہیں لائے ہیں تو محض رشک و عناد کی بنا پر اور عداوت کی بنا پر کھلی ہوئی جھڑپیں کر رہے ہیں کہ یہ لوگ امر ازہات کا مستحق صرف اپنی قوم امرا کیوں کو سمجھتے تھے اور انہیں اس کا حسد تھا کہ یہ نعمت ان کی قوم سے نکل کر کے ایک عرب یا معربی کو کیسے مل گئی۔ قرآن مجید نے حسد آمن عند انفسہم کے علاوہ ان کی اس خاص ذہنیت کی بھی پردہ دہی کی ہے۔

ام یحسدون الناس علی ما انعم الله من فضله۔ (النساء ع ۸)

کیا یہ لوگ ان لوگوں سے حسد کرتے رہتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے فیض سے نوازا ہے؟

یہ اپنی آسمانی کتابوں میں کھلی کھلی تحریف کر چکے تھے اور ان کی جسامت اتنی بڑھ کر تھی کہ اپنی مرضی و مصلحت کے مطابق جو چاہتے ان خدا کی تحفوں میں گناہ بڑھا دیتے قرآن مجید نے یہ جرم ان پر ایک بار نہیں بار بار عائد کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

وقد کان فريق منهم یسمعون کلام الله ثم یحرفونه من بعد

ما عقلوه وهم یعلمون۔ (البقرہ ع ۹)

ان ہی میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جو کلام الہی کو سنتے تھے اور پھر اس کے سمجھ لینے کے پیچھے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے اور وہ یہ جانتے بھی تھے۔

اور اسی کے چند سطروں بعد ارشاد ہوا ہے

فویل للذین یکتسبون الکتاب بالیدیم ثم یقولون هذا من عند الله لشئوا به ثمناً قليلاً فویل لهم ماکتبت بالیدیم

وویل لهم ماکتبسون۔ (البقرہ ع ۹)

ان آیتوں سے صاف جھلک رہا ہے کہ یہودی غیر خود اپنے تئیں مجرم سمجھ رہا تھا اور اس کا رد و انکار مذہب تہمدی سے ہرگز کسی اجتہادی غلطی کی بنا پر نہ تھا۔ اور آپ جگہ اور انہیں یہود کے یہ سبق میں ارشاد ہوتا ہے۔

ولتجدنهم احرص الناس علی حیاق ومن الذین اشركوا یؤذونهم لویعتراف سنو وما هو ابرز حرجه من العذاب ان یعترفوا بالله بصیر بما تعلمون۔ (البقرہ ع ۱۱)

اور آپ انہیں زندگی کا فریض اور آدمیوں سے بڑھ کر پائیں کے شرکوں سے بھی (بڑھ کر) ان میں سے : ایک اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر بڑھ کر سال کی ہو، حالانکہ یہ امر کہ (حق) عمر ہو جائے عذاب سے تو بچا سکتا نہیں اور اللہ کے سب پیش نظر ہیں۔ ان کے اعمال۔

اس سے زیادہ تصریح اس حقیقت کی کیا ہوگی کہ معاصر یہودی دنیا پرستی شرکین تک سے زیادہ جتنی بھی اور اتنی ہی نہیں۔ بلکہ قرآن کی روشنی میں تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کر رہے تھے۔ سب بالا راہ اور نفسانیت سے غلوب ہو کر۔

بشما اشتروا به انفسهم ان ینکفروا بما انزل الله بغیا ان ینزل الله من فضله علی من یشاء من عبادہ فبآء وایغضب علی غضب۔ (البقرہ ع ۱۱)

بری ہے وہ حالت جس میں آپ کر وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں۔ یعنی انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو اللہ نے نازل فرمائی محض اس ضد پر کہ اللہ اپنے فضل سے جس بندہ پر چاہے اسے نازل فرمائے۔ سو یہ لوگ مستحق ہو گئے غضب بالہ غضب کے۔

يَحْرَفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَاشِعَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ. (المائدہ ۳۷)
یہ لوگ کلام کو اس کے مقعوں سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ لوگ جو کچھ نہیں نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا بیٹھے ہیں اور آپ کو آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی ہی رہتی ہے۔

بجز ان میں سے معدودے چند کے سب سے اس حقیقت تاریخی پر بھی روشنی پڑ گئی کہ حضور کے زمانہ میں بد اخلاقی اور بد دینی عام ہو چکی تھی اور ان کی اخلاقی پستی اپنی حد کو پہنچ چکی تھی اور آپ اور ایک اور ارشاد ملا حد ہو۔

يَحْرَمُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ اِنْ اَوْتَيْنَا هَذَا فَخَذُوهُ وَاِنْ لَمْ تَوْتُوهُ فَاْخَذُوهُ. (المائدہ ۶۷)
یہ لوگ کلام کو بعد اس کے وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے بدل دیتے ہیں اور دوسروں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے احتیاط رکھنا۔

جس قوم کی جہارت یہاں تک بڑھ جائے کہ وہ اپنی آسانی کتاب میں بلا تاثر تحریف و تصرف کر ڈالے۔ اس کے لیے اس سے اتر کر دنیا کی عام بد اخلاقیوں باقی ہی کیا رہ جاتی ہیں چنانچہ قرآن مجید نے ان معاصر یہودیوں کی اخلاقی پستیوں کو بار بار کھول کر بیان کیا ہے اس کے لیے حوالہ آپ پہلے سن آئے ہیں اب کچھ اور حاضر ہیں۔

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ. (النساء ۷۷)

اور یہودیوں میں سے ایسے بھی ہیں جو جہولانی یا تو خوب سنتے رہتے ہیں۔

اور جہولانی یا تو سننے کا چرکا بھی ہے تو دوسروں یعنی منافقین مدینہ کی خاطر۔

بڑی ہی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو کہتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے۔
پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کر لیں۔ سو بڑی ہی خرابی آئے گی ان کو اس کی بدولت جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس کے بدولت جسے وہ وصول کیا کرتے تھے۔

اور یہاں سے یہ بھی صاف ہو گیا کہ اس تحریف سے مقصود تمام تر حصول دنیا ہی ہوتا۔ اسی دنیا کی کوئی مصلحت یا منفعت، ایک اور نقشہ ان کی اسی جہالت و دنیوی اغراض کے لیے دنیا کی کاملاً غلط ہو۔

وَأَنَّ مِنْهُمْ لَفِرَاقًا يُتْلُونَ السُّنَّتَ بِالْكِتَابِ لَتَحْسِبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَعَا مِنْ الْكِتَابِ، وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَعَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ. (آل عمران ۸۷)
اور ان اہل کتاب میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (کے پڑنے) میں تا کہ تم لوگ اس کو کتاب کا جزو سمجھو۔ حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں دراصل انہیں اسے جانتے بھی ہیں۔
ان کے اس تصرف و تحریف کا ذکر ایک جگہ اور ملا حد ہو۔

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ. (النساء ۷۷)
یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کلام کو اس کے مقعوں سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں۔

اور پھر اس فرد جرم کی تاکید و تکرار کے طور پر ایک جگہ اور:

و کثیراً منهم ساء ما یعملون۔ (المائدہ ع ۱۹)

ان میں سے بہتوں کے کردار برے ہی ہیں۔

اور پھر ان عام اہل کتاب کے تہ و نہانیاں کے لیے یہ آیت شاہد و صادق ہے۔

ولیزیدن کثیراً منهم ما افضل الیک من ربک طغیاناً و کفراً فلا

تاس علی القوم الکفرین۔ (المائدہ ع ۱۰)

اور جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے وہ ضرور

ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر بڑھا دیتا ہے تو آپ ان کا فرلوگوں پر غم نہ

کیا کیجیے۔

اس آخری فقرہ نے ضمناً یہ بھی ظاہر کر دیا کہ حضور ﷺ غایت شفقت سے ان منکروں

سرکشوں اور معاندوں کی خاطر بھی غمگین نہ پا کر تے تھے۔

یہود و نصاریٰ اصلاً دونوں قومیں سوجھیں۔ بلکہ یہود میں تو آجارتو حیدر زیادہ نمایاں اور

بہت عرصہ تک قائم رہے تھے۔ پھر بھی یہ لوگ مشرک قوموں خصوصاً یونانیوں اور رومیوں

کے اثرات سے زیادہ متاثر ہو چکے تھے اور یونانی فلسفہ کی راہ سے آیا ہوا شرک ان کے

عقیدوں میں اچھی طرح گھر کر چکا تھا۔ چنانچہ خود حضور ﷺ اسلحہ بنا کر ان قوموں کو یوں

مخاطب کیا گیا ہے۔

قل یا اہل الکتاب لاتغلو فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا

اھواء قوم قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیراً و ضلوا عن سواہ

السبیل۔ (المائدہ ع ۱۰)

آپ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور ان

لوگوں کے ضلالت پر مت چڑھو جو پہلے خود بھی گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور وہ

سفعون للکذب اقلون للتحسنت (ایضاً)

خوب سننے والے ہیں جو سچی باتوں کے اور بڑے کھانے والے ہیں حرام کے۔

قرآن مجید نے بے دھڑک ان کے لیے حکم لگا دیا کہ باوجود دعویٰ ایمان تم میں سے اکثر

ایمان سے خارج ہی ہیں۔

وانی اکثرکم لفاسقون۔ (المائدہ ع ۹)

اور بے شک تم میں سے اکثر نافرمان ہی ہیں۔

اور سخت کے اندر رشوت وغیرہ سارے ہی قسمیں حرام کی آگئیں اور پھر اسی سیاق میں

چند سطر یہ آگے چل کر ارشاد اور زیادہ صراحت و عموم کے ساتھ جاتا ہے۔

و شرى کثیراً منهم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم

السحت لبئس ملکائو یعملون۔ (المائدہ ع ۱۹)

اور آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر مصیبت اور سرکشی اور

حرام خواری پر گرتے ہیں۔ واقعی بہت بڑے ہیں ان کے یہ کثرت۔

اس عموم کے اندر سب ہی کچھ لکھا گیا اور مبالغہ افسانہ راز سے ایک اور پردہ اٹھتا ہے۔

لولا ینھلھم الرتبانیون ولا حبار عن قولھم الاثم واکلھم

السحت لبئس ملکائو یصنعون۔ (المائدہ ع ۱۹)

آخراں کو ان کے مشائخ و علماء و مجاہد کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے

کیوں نہیں روکتے؟ واقعی بہت برا ہے ان کا یہ کردار۔

اور یہ اکابر اپنے اصغر و کور کہتے کیسے یہ تو خود ہی اس بلا میں مبتلا اور اسی سرکشی میں سوار

تھے چند سطر یہ اور آگے بڑھ کر یہود و نصاریٰ دونوں کو مل کر عام اہل کتاب کے حق میں

ارشاد دیتا ہے۔

لوگ راہِ راست سے بہت دور چاہتے ہیں۔

یہ دیکھ کر ہاتھوں میں خوابو گاہ ملو کرنا اور اللہ نے جو حدود قائم کی ہیں ان سے خوابو گاہ نہاؤں، میں تمہاری کے راست پر چاہتا ہے اور یہود اور نصرانیوں دونوں نے یہ غالباً نہ وہیم مشرکانہ جگہ صریح مشرکانہ عقیدے کے گروہ بننے والی قوموں ہی سے لیے تھے۔ یہود نے زیادہ تر یہ فعلوں سے اور نصرانیوں نے زیادہ تر وہیموں سے، ان فرقوں سے دو قبی وحوالہ اس وقت تک گویا ان کے ضمیر میں داخل ہو چکی تھی۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

وتزى كَثِيْرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. (المائدہ ع ۱۱)

آپ ان میں سے بہتوں کو پیکیں گے کہ کافروں سے دوستی کر رہے ہیں۔

یہ دو مسلمانوں سے اس درجہ دلشاد ہو گئی تھی، کہ ان پر مشرکوں کو ترجیح دینے لگے تھے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اٰتَوْنَا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُقْنُوْنَ بِالْحَبِيْبِ

وَالطَّٰغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنْ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا سَبِيْلًا. (النساء ع ۸)

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ ملا ہے وہ بت اور

شیطان کو مان رہے ہیں اور کافروں کی بابت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے زیادہ

صحیح راستہ پر تو ہیں لوگ ہیں۔

یہود کو عداوت اسلام اور مسلمانوں سے اس درجہ بد ہو گئی تھی کہ قرآن مجید کو آخر اعلان یہ

کرنا پڑا کہ اسلام دشمنی کے لحاظ سے تو مشرکین عرب اور یہود ایک سطر پر ہیں۔

وَلتَجِدَنَّ لَشَقٰتِنَا عِدٰوَةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الْيَهُودُ وَالنَّصٰرَى لَشَرُّكُمْ (المائدہ ع ۱۱)

آپ پائیں گے کہ مسلمانوں سے دشمنی رکھنے میں تمام لوگوں سے بد کہ یہود

اور مشرکین ہی ہیں۔

بغض و عداوت میں یہ اس درجہ حد سے نذر گئے تھے کہ معاشرہ کے عام آداب تہذیب کی بھی پروا نہیں رہ گئی تھی اور جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو پیدائشی کے کلمات بے تکلف زبان پر لے آتے قرآن مجید نے اس خاص جزئیہ کی بھی نشان دہی پوری طرح کر دی۔

وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرِ سَمِيعٍ وَارْعٰنَا لِيَّا

بِالسَّنَةِمْ وَطَعْنًا فِى الَّذِيْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

وَاسْمِعْ وَاَنْظُرْنَا لَكَ اِنْ خَيْرًا اَلْهَمْ.

اور یہ لوگ سمعنا وعصینا اور ابراہیم غیر سمیع کہتے ہیں اپنی زبانوں کو مرد کر اور

دین میں طعن کی راہ سے اور ان کے حق میں بہتر ہوتا اگر یہ سمعنا واطعنا کہتے

اور (صرف) اسے اور انظرنا۔

اور انہیں میں بعض ایسے "شریف طینت" بھی تھے جو آپس میں بھی اور مشرکوں سے بھی

یہ سازش کرتے رہتے کہ چلو مسیح کے وقت تم بھی مسلمانوں کے ہم زبان ہو کر اسلام کا اقرار

کر لیا کرو اور پھر اس کے بعد انکار کر دیا کرو اس سے مسلمان یہ سمجھ گھٹیں گے کہ آخر کوئی تو

خرابی اس دین میں ایسی ہے کہ لوگ قبول کرتے ہیں اور پھر بعد غور و تأمل اس کو ترک

کر دیتے ہیں اور عجب نہیں کہ اس طرح بدل اور بدگمان ہو کر خود بھی پھر جائیں۔

وَقَالَتْ طٰٓئِفَةٌ مِّنْ اٰهْلِ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰى الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا وَجِهَ النَّهْلِ وَلَكِنَّهُمْ اِلٰهَهُمْ يَرْجِعُوْنَ. (آل عمران ع ۸)

اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ایمان لے آؤ شروع دین میں اس

کتاب پر جو مسلمانوں پر نازل ہوئی ہے اور انکار کرنا عفوِ خداوند میں عجب نہیں

کہ وہ بھی پھر جائیں۔

ان کے رنگ و حسد کے سلسلہ میں جو انہیں اسرا پہلی ہونے کی حیثیت سے ایک اسمعیلی کے مرتبہ نبوت پر قائم انہیں کو مخاطب کر کے یوں ارشاد ہوا ہے۔

اِنْ يُّوتِسِ اِحَدٌ مِّثْلَ مَا اَوْتَيْتُمْ اَوْ يَحَاجُّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُوْتِيهِ مَن يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (آل عمران ع ۸)

یہ باتیں تم اس لیے کر رہے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسا چیزیں دیں ہے جس کی کوئی حق یا وہ لوگ تم پر غالب آجائیں تمہارے پروردگار کے سامنے (ای کتاب سے جنت پکار کر) اور اللہ بڑی وسعت والا (جس کا فضل کسی ایک نسل کے ساتھ محدود نہیں) اور بڑا ظم والا ہے (ہر قوم کی صلاحیتوں سے واقف) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

معاصر اہل کتاب کو یہ صاف صاف بتا دیا گیا کہ یہ نئے رسول جو سلسلہ انبیاء میں ایک بڑے لیے وفد کے بعد بھیجے جا رہے ہیں تو ان کی بعثت سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ معاصر اہل کتاب پر جنت کا تم ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اِنْ تَقُولُوْا اِمَّا جَآءَنَا مِّنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ۔ (المائدہ ع ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ رسول آپہنچے جو تم کو صاف صاف بتا دے ہیں۔ ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا کہ کہیں تم یہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشر اور نذر نہیں آیا سو تمہارے پاس تو بشر و نذر آچکا۔

اور پھر یہ اس لیے بھی آئے ہیں کہ تم جو اپنی طرف سے اپنی آسمانی کتاب میں

کمزوریت کرتے رہتے ہو وہ پوری سب پر ظاہر کر دیں اور یہ کہ ان کی صداقت و حقیقت قطعی اور مسلم ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّنَ الَّذِيْ تَخْفَوْنَ مِنَ الْكِتَابِ وَيُعْفُو عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ (المائدہ ع ۳)

اے اہل کتاب ہمارے یہ رسول تمہارے پاس آپہنچے ہیں۔ کتاب میں سے جو کچھ تم چھپاتے رہتے ہو اس کا بہت سادہ تم سے کھول کر بیان کر دیتے ہیں اور بہت سے امور کو اگر گزشتہ کر دیتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی آگئی اور ایک واضح کتاب۔

اور انہوں نے تو قرآن مجید نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو مہلبہ کا اذن بھی دے دیا ہے حقیقت مسک کے وضوح کے بعد ارشاد ہوا ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اٰبِنَآءَنَا وَاِبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَاِبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّنْغُنَّ اللّٰهُ عَلٰى الْكَافِرِيْنَ۔ (آل عمران ع ۶)

پھر جو کوئی آپ سے اس معاملہ میں جنت کرے بعد اس کے کہ آپ کو علم پہنچ چکا ہے تو آپ کہہ دیجئے چھا آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بھی بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی پھر ہم خوشی سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

تاریخ میں آتا ہے کہ یہ وفد بنزاع کے پادریوں کا تھا جو حبشہ میں مدینہ میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ ان سے ایک معاملہ صلح ہو گیا اور مہلبہ کی ہمت مسیحیوں نے نہ کی۔

یہ حدیث مجموعی۔ اس وقت کے نصرانیوں خصوصاً ان کے روحانی پیشواؤں کا یہ اسلام اور شارع اسلام سے متعلق بڑا اہم رد و اور دینی شروع و ختم لے ہوئے تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلتجدن اقریبهم مؤتة للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری ذلك
بائن منهم قتیسیسین و رهبنا وانهم لایستکبرون و انا سمعوا
ما انزل الی الرسول تری اعینهم قتیض من التمع متاعرفوا من
الحق یقولون ربنا امانا فلکننا مع الشلعدین۔ (المائدہ ع ۱۱)
مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائے
گا جو اپنے کو نصاری کہتے ہیں یہ اس سبب سے کہ ان میں (بہت سے) عالم
اور بہت سے تارک دنیا و ریش ہیں اور اس سبب سے کہ یہ لوگ تکبر نہیں ہیں،
اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل کیا گیا ہے تو آپ ان کی
آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان
لیا اور یہ کہتے ہیں کہ اسے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو بھی
تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ لیجیے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ سچے نصرانی بعداً اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ معاصر اہل کتاب کے
ان ردائل کے بیان سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا، کہ جتنے تھے سب کے سب ایسے ہی تھے
قرآن مجید کی شہادت ہے کہ بعض ان میں سے اہل حق تھے اور احتمال پر قائم۔

منهم امة مقتصدہ۔ (المائدہ ع ۹)

ان میں سے ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی بھی ہے۔

اور ایک اور جگہ یوں فرمایا گیا:

لیسوا سوءاً من اهل الكتاب امة قائمة یظنون آیات الله اناه

اللیل وهم یسجدون۔ (آل عمران ع ۱۲)

یہ سب یکساں نہیں۔ انہیں اہل کتاب میں ایک جماعت وہ بھی ہے جو احتمال پر

قائم ہے یا نہ کہ اتنی اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور خیر یہ لوگ تو آخر کار دین اسلام میں شامل ہی ہو گئے تھے۔ لیکن جو لوگ بدستور اپنے
دین یہودیت پر تھے۔ ان کا بھی دو قسمیں دیانت داری کے لحاظ سے تھیں۔

ومن اهل الكتاب من ان تامنه بقبط یؤذہ الیک ومنهم ان

تلمنه بدینا لا یؤذہ الیک الا ما سمعت علیہ قاتلنا ذلك بانهم

قللوا لیس علینا فی الاتیین سبیل ویقولون علی الله الکذب

وهم یعلمون۔ (آل عمران ع ۸)

اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس دھیروں مال

بھی امانت رکھ دو تو وہ (بھی) تجھے ادا کر دیں اور انہیں میں سے ایسے بھی ہیں

کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کریں

تا وقتیکہ تم ان کے سر پر کھڑے نہ رہو اور یہ اس لیے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر

غیر اہل کتاب کے باب میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے لوگ اللہ پر جھوٹ باندھ

رہے اور اسے جانتے بھی ہیں۔

یہ تھا یہ کہ کام ست حال ان یہود اور کل اہل کتاب کا جن سے آنحضرت ﷺ کو براہ

راست ساتھ بڑا اتفاق۔ تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ ان میں کتنی کم صلاحیت قبول حق کی باقی رہ گئی

تھی اور ان کے انہوہ عظیم میں کتنے کم ایسے رہ گئے تھے جن سے کسی قدر توقع اصلاح کی قائم

کی جاسکتی تھی۔

مناقب

قرآن کی کئی سورتوں میں کثرت سے ذکر شریکین کا آتا ہے، جو پیغمبر اسلام کے پیام اور پیامبری کے کھلے ہوئے منکر تھے اور مکہ میں قرآن کے براہ راست مخاطب تھے۔ مدنی سورتوں میں اس کے برعکس ذکر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ساتھ اور ان سے زیادہ کثرت سے ایسے طبقہ کے لوگوں کا آتا ہے جو رسول و رسالت کا کھلا ہوا منکر تھا بلکہ یہ غایب معتقد و مطلق تھا، لیکن نہانی اقرار پر قلمی انکار غالب تھا۔ اپنے آپ کو شامل گروہ مؤمنین میں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عقائد شریکین یا یہود کے رکھتا تھا اور درپردہ سازشیں اسلام اور شارع اسلام کے خلاف کرتا رہتا تھا۔ قرآن کی اصطلاح میں یہ لوگ منافقین کہلاتے ہیں اور قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے مخالفین کے چار طبقوں میں سے ایک مستقل طبقہ ان لوگوں کا تھا۔

قرآن مجید نے اکثر قوانین براہ راست منافقین ہی کہہ کر یاد کیا ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس گروہ میں عورتیں بھی خاصی تعداد میں شامل تھیں اس لیے کہ قرآن مجید نے منافقات کا لفظ الاکران کی تصریح بھی کم سے کم چار مقامات پر تو کی ہی ہے، اور کہیں کہیں بجائے اسم کے اس طبقہ کے لیے صیغہ فعل سے خبر دی ہے۔ مثلاً الذین بافتوا اور کہیں اس طبقہ کے لیے الذین فی قلوبہم مرض لایا گیا ہے، یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر روگ ہے۔ اسی طرح کل ملکر اس طبقہ کا ذکر قرآن مجید کے مدنی حصہ میں خاصی کثرت سے ملے گا۔

ان کے ذکر کا آغاز کہنا چاہیے کہ قرآن مجید کے آغاز سے ہوجاتا ہے۔ سورۃ البقرہ کا دوسرا ہی ربوہ ہے، کہ پہلے لوگ میں مومنوں اور منکروں دونوں کے تذکرے کے بعد مغایہ بیان سامنے آجاتا ہے۔

اسلامی صحافت کے علمبردار
آب حیات کے ہمدرد اعلیٰ

جناب ولانا محمود الرشید عدوی

اور ان کی پوری ادارتی ٹیم کو

ولادت رسول ﷺ کے مبارک دن کی

مناسبت سے خوب صورت اور شاندار



شائع کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے

مبارکباد

منہج



امیر محمد معاویہ امیر مجلس تحفظ اسلام پاکستان شیخوپورہ

نمائندہ آب حیات شیخوپورہ 0304-4105749

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ. (البقرة ۲۰)

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور روزِ بڑا پر حالانکہ وہ ذرا بھی صاحبِ ایمان نہیں۔

ان کے منق قلب میں ایمان کا ذرا بھی گزرتا تھا ان کا کاروبار تمام تر دیر و دو اندستہ و جو کے بازی اور فریب دہی کا تھا۔

يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَمَا يُخٰدِعُونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ. (البقرة ۲۰)

یہ دھوکا دے رہے ہیں (اپنے خیال میں) اللہ کو اور ایمان والوں کو، حالانکہ کوئی بھی ان سے دھوکا نہیں کھا رہا ہے، سو ان کے اپنے نفس کے اور یہ اس کا بھی اور اک نہیں رکھتے۔

ان کے قلب کے اندر حسد و نفاق کا مرض تھا۔ اسلام کی ترقی و کچھ دیکھائیں اور وطن پیدا ہوتی تھی اور اس مرض کی وجہ سے اور بڑھتی رہتی تھی۔ انہیں تکذیب رسول کے علاوہ اس نفاق کی خصوصیت سزا کی خبر دے دی گئی۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ مَّا كَانُوا يَكْذِبُونَ. (ایضاً)

ان کی اس منافقانہ زندگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر بگاڑ بھیلے اور جب انہیں ان کے اس رویہ پر فہمائش کی جاتی تھی۔ تو اُسے اس کی تردید و تکذیب کرتے اور اپنے کو پاک صاف ظاہر کرتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا اللَّهَ وَلَكُمْ مَنَافِعُ مِنْهُ وَإِن تَعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُّصْلِحُونَ
إِلَّا تَنْهَكُمْ هُمُ الْمُنٰفِقُونَ وَلٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ. (البقرة ۲۰)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر بگاڑ مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں وادہم اور بناؤ پیدا کرنے والے ہیں۔ خوب نہ لو کہ مشد کی لوگ ہیں اور یہ اس کی بھی خبر نہیں رکھتے۔

پھر آگے ان کے اس دورے پن کا ذکر ہے کہ جب مسلمانوں سے ملے ہیں تو ان کی باں میں ہاں ملانے لگتے ہیں اور جب شیطان صفت و منافقین اسلام کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں تو ان کی سی کہنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں کو بنا رہے تھے۔ قرآن ان کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ بھارے کسی کو کیا بنا سکیں گے۔ اُسے خود ہی بن رہے ہیں اور اپنے عصیان و طغیان کے دلدل میں اور جھپٹنے ہی جا رہے ہیں! اور ان کو جب عام مومنین کی طرح قبولِ اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو اگر کر اور اگر نہ کر بولتے ہیں کہ کیا ہم بھی ان لوگوں کی طرح کچھ سادہ لوح ہیں! اس کے بعد قرآن نے ان کی تہہ نہ گمراہیوں اور کج رائیوں کی دو دو جھٹیلیں تفصیل سے بیان کی ہیں اور ان کے انجامِ بخیر ہونے کے بجائے ان کے انجامِ پشیمانی کی خبر دی ہے۔

ان کی ایک عادت یہ تھی کہ بے تحاشہ کلمے کفر و انکار کے بک جاتے تھے اور جب گرفت ہوتی تو صحت مکر جاتے۔ حالانکہ اس کے بعد وہ ظاہری اسلام سے بھی نکل چاتے۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَتُوا بِمَالِهِمْ يَنْفِلُوا. (التوبة ۱۰)

یہ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی تھی۔ حالانکہ انہوں نے جتنا کفر کی بات کی تھی اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا بارود کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی۔

اس آخری نکتہ سے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص مقصد ان لوگوں کے پیش نظر تھا۔ جو حاصل نہ ہو سکا اور چونکہ آیت ایک غزوہ کے سیاق میں ہے اس لیے عجیب نہیں کہ ان آیتیں

قرآن جو ان کی پروردگار پر ہوتا۔ اس سے ڈرتے رہتے اور اس کا کچھ بھی خلاف ان کے بس میں نہ تھا۔ آسمانی ریکارڈ میں شہادت موجود ہے کہ

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ اَنْ تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ فَلْيَنْتَبِهُوا (التوبة ع ۸)
یہ لوگ اس سے اندیشہ کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ نازل ہو جائے جو ان منافقین کے مافی الضمیر پر مطلع کر دے آپ فرما دیجیے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو، بے شک اللہ اس بیخ کو ظاہر کرے کہ ہے گا جس سے تم اندیشہ کرتے تھے۔

جب گرفت ہوئی تو بڑا حیلہ اپنے بھانڈا کا ان کے پاس یہ تھا کہ کہیں واقعی یہ عطا نہ ہو خدایات ہمارے تھوڑے ہی ہیں یہ باتیں تو ہم محض غش طبعی کے طور پر کہہ دیتے ہیں۔ وَلَنْ سَأَلْنَهُمْ لِيَقُولْنَ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ (ایضاً)
اور اگر آپ ان سے پوچھتے تو کہہ دیں گے کہ تو ہم محض مشغلہ اور غش طبعی کر رہے ہیں۔

قرآن نے اس عجیب و غریب نذر گناہ کا جواب دیا۔ وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰيَاتِهِ وَرِسُوْلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ لَا تَعْتَدُوْا وَقَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰيٰتِنَا اَنْ نُّعْفَ عَنْ طٰغٰفَتِكُمْ فَنَعْذِبَ طٰغٰفَتَهُ بَانَہُمْ كَانُوا مُجْرِمِيْنَ۔ (التوبة ع ۸)

تو آپ ان سے کہیے کہ اچھا تو تمہارا یہ استہزاء اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تھا؟ اب کوئی نذر پیش مت کرو۔ تم تو اپنے کو مومن کہلانے کے بعد کفر کرنے لگے تم میں سے ایک گروہ کو ہم چھوڑ بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم سزا دیں ہی گے۔ اس لیے کہ وہ لوگ مجرم تھے۔

کے سامنے ان کا مقصد لشکر اسلام کے اندر پھوٹ ڈالنا اور رنجش پیدا کر دینا ہو۔ جیسا کہ روایت سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

یہ مسلمانوں کے سامنے آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنے سے راضی کر لینا اور اپنے سے پرہیز کرنا چاہتے تھے اور چند مسلمانوں سے ملے جلے اور پہچان نہیں کر سکتے تھے میں شامل رہا کرتے۔ اس لیے اس کوشش میں کامیابی ان کے لیے کچھ دشوار بھی تھی۔ حالانکہ اگر صداقت و دیانت ذرا بھی ہوتی تو کوشش اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کی کرتے رہتے۔ ارشاد ہوا ہے:

يُحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَلِلّٰهِ وَرِسُوْلِهِ اِنْ يَرْضَوْكُمْ (التوبة ع ۸)
یہ لوگ تم مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم کو پرہیز کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

جھوٹی قسموں میں یہ لوگ مجھے بوئے تھے۔ لیکن زبان وہی بھی برابر ان کی غلاب کشی کرتی رہتی۔

يُحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّہُمْ لَمَنْكُمْ وَمَا هُمْ بِكُمْ وَلَكِنَّہُمْ قَوْمٌ يَّفْرُقُوْنَ۔ (توبة ع ۷)
یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ ہمیں میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں یہ کہ یہ لوگ بدزل ہیں۔

صدق دل سے رسول ﷺ پر ایمان لانا، لیکن رہا، یہ لوگ رسول ﷺ کی بدگوئی کرتے رہتے اور طرح طرح آپ کی اذیت قلب کے باعث بنے۔

وَمِنْہُمْ الَّذِيْنَ يُوْذِنُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَا اَذْنٌ۔ (التوبة ع ۸)
انہیں میں وہ لوگ بھی ہیں، جو نبی و اذیت پہنچاتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کان کے کچے ہیں۔

یہ جھوٹ بولنے، تمسخر کرنے اور بات بنالینے میں مشاق اور بیاک ہونے کے باوجود

ان کی منافقت کا رد و انہوں کا ذکر اکثر جنگ و غزوات کے سلسلہ میں آیا ہے (جیسا کہ سورۃ البقرہ میں خصوصاً آیا ہے) اس سے اتنا تو بہر حال ظاہر ہوتا ہے کہ فوج میں بددی چلیانہ فوج کے اندر اختلافات و نفاق پیدا کر دینا، یمن وقت پر ہتھیار رکھ دینا، دشمن سے ساز باز کر لینا، اسے اپنے ہاں کے رازوں پر مطلع کروانا اور اسی قبیل کے وہ جرائم جو فوجی قانون اور میدان جنگ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے مرتکب تو یہ ضرور ہی ہوتے ہوں گے۔ لیکن قرآن مجید نے ان پر فرد جرم جو لگائی ہے وہ اس سے زیادہ سخت و عمومی کہتی ہے اور قہا دل یہ ہوتا ہے کہ ان کا پچھلایا ہوا نیک ساری اجتماعی زندگی تک محیط ہو چکا تھا۔

المنافقون والمنفقت بعضهم من بعض يامرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون ايديهم۔

یہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک سے ہیں تعلیم دیتے ہیں بری باتوں کی اور باز رکھتے ہیں اچھی باتوں سے اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔

یقبضون ايديهم سے صاف اشارہ ان کی تردید نکل کر طرف اٹکتا ہے اور اس کے کو پر ذکر ان کی عام بد اخلاقی، بد کرداری کا نتیجہ ہے جو نہ تھا تھا وہ بھی قرآن نے ظاہر کر دیا ہے۔

نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيهم اِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔ (التوبة ۸۷)

یہ اللہ کو بھلا بھٹھو تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ فاسق لوگ یہی منافق ہی تو ہیں۔

اس صورت حال کا ایک قدرتی نتیجہ یہ بھی نکلا کہ اس طبقہ کا ذکر بار بار کافروں اور مشرکوں پر عطف ہو کر آیا ہے اور ان کے انہماک کا مشرک ان کو لگی مانگیا ہے۔ مثلاً۔

وَعَدَالله الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَفِقَاتِ وَالْكُفٰرَ وَالْجٰهَنَّمِ خَالِدِينَ فِيهَا

ہی حسبہم ولعنہم اللہ ولہم عذاب مّقیم۔ (التوبة ۸۷)

اللہ نے عبد کو رکھا ہے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لیے کافی ہے اور اللہ ان کو

اپنی رحمت سے دور رکھے اور ان کا عذاب دائمی ہے۔

ان میں سے ہر ایک کو ایک جگہ جہاں ایک جاہلیت کی ہے وہاں بھی منافقوں کا عطف کافروں پر ہے۔

و لا تطع الکفرین و المنافقین و دع اذہم۔ (الاحزاب ۹)

اے پیغمبر کافروں اور منافقوں کا کہانہ نہ کیجیے، اور ان کی طرف سے جو اذیت پہنچے اس پر التفات نہ کیجیے۔

و دع اذہم کا تعلق بتنا کافروں سے ہے جتنا ہی منافقوں سے بھی ہے گو یا یہ صاف ہو گیا کہ جتنی اذیت آپ کو منافقوں یعنی ان نام کے مسلمانوں کی طرف سے پہنچتی رہتی تھی وہ اس سے کچھ کم تھی جو کچھ بونے مشرکوں کی طرف سے پہنچتی رہتی تھی۔

ایک جگہ ذکر ہے کہ اللہ کے ساتھ بدگمانی رکھنے کی سزا ان کو اور ان کو دونوں کو ملے گی وہاں بھی منافقوں کو مشرکوں کے ساتھ عطف کر کے بیان کیا ہے۔

و یُعَذِّب الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَفِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِینَ

بِاللّٰهِ ظُلْمُ السُّوءِ (الفتح ۸)

جا کہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں۔

اور تقریباً یہی الفاظ ایک جگہ اور دہرائے ہوئے ملتے ہیں۔

یُعَذِّبُ اللّٰهُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَفِقَاتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ۔ (الاحزاب ۹)

انہما یہی ہے جو کہ اللہ عذاب دے گا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو۔

ان منافقین کا اصلی جرم تو ان کا یہی نفاق تھا۔ یعنی دل میں کچھ زبان پر کچھ دل سے خاص انکار اور زبان پر جھٹ اقرار۔ قرآن مجید نے ان کی فرد جرم میں نمبر اول پر اس کو رکھا ہے۔

یَقُولُونَ بِاللّٰسِنَتِہِمْ قَالِیْمٌ فِی قُلُوبِہِمْ۔ (التح ۲)

معاہدہ ختم کر رکھا گیا ہے اور انہیں کی صف میں رکھ کر جیسے کہ ان کے خلاف بھی "جہاد" کا ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا أَعَدَّ جَهَنَّمُ لِلْمُصْطَفِينَ (التحريم: ۲)

اے نبی جہاد کا فروع اور منافقوں سے کیجیے اور ان پر سخت کیجیے ان کا لٹکانا دوزخ ہے اور وہ بیڑی بری چیز ہے۔

یہ آیت الہی سورہ تحریم کی تلاوت ہوئی اور قیودہ کی آیت سورہ البقرہ کو ۸ میں بھی وارد ہو چکی ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ یہاں لفظ جہاد اپنے لغوی معنی میں یعنی سخت کوشش کے مراد ہے جو کہ آیا ہے جہاد فقہی کے معنی میں نہیں جو بہت بعد کی اصطلاح ہے اور قرآن مجید میں اس کے لیے لفظ قتال ہے اور لفظ جہاد میں حضور ﷺ کے لیے پوری گنجائش باقی رہی کہ آپ اپنے اجتہاد کی رو سے جیسا مناسبت سمجھیں جہاد میں جہاد کا فروع اور منافقوں کے ساتھ ان کی اور ان کے حسب حال رہیں۔

تک میں لکھا ہوا کفر و شرک تھا اس مرض نفاق کا مقابلہ تو آنحضرت ﷺ کو مدینہ ہی میں آکر کرنا پڑا انکو منافقین سمیٹیں آکر ملے اور ان میں دو چالاک اور دشمن ساز طبقہ بھی تھا۔ جو حضور کی نھر سے حضور کے کمال فراست و دانائی کے باوجود اپنے کو مخفی رکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قرآن مجید نے صراحت کر دی ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّفَقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (التوبة ع ۱۳)
اور مدینہ والوں میں سے نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہے، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

اور اس کے معاہدان کے انجام دہندہ و غروی سے بھی خبر دے دی گئی۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مُؤَلَّفِينَ ثُمَّ يَرْدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (التوبة ع ۱۳)

انہی زبانون سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں بالکل نہیں ہیں۔
لیکن اس بنیادی اور اعتقادی جرم کے علاوہ ان کے عملی اور اجتماعی جرائم بھی کیونکہ قابل مواخذہ و توبہ نہ تھے۔ مدینہ میں رہ کر عیثی و پاک و امن مسلمان باشندگان شہر کی بدخواہی اور دشمنی میں لگے رہے ان پر آنکھ کی اصطلاح میں سرد جنگ جاری رکھنا۔ یعنی شہر میں دہشت انگیز افواہیں پھیلاتے رہتے۔ ان لوگوں کا مستقل شعار بن گیا تھا قرآن مجید نے اس سیاق میں ان کا ذکر کر کے ان کے لیے سزا بھی انجائی اور عبرت انگیز تجویز کر دی ہیں۔

لَبِئْسَ لِمَنِ اتَّبَعْتُمُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ لَكُمْ ثُمَّ لَا يَجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا قَلْعُونِ إِيَّاهُمْ ثَقِفُوا واحذوا وقاتلوا تنقيلًا (الاحزاب ع ۸)
اگر نہ ہزار آئیں یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں افواہیں اڑاتے رہتے ہیں تو ہم آپ کو ان پر ضرر مسلط کر دیں گے۔ پھر یہ لوگ شہر میں آپ کے پاس رہ بھی نہ پائیں گے مگر ہاں بہت ہی کم اور وہ بھی لغت زدہ ہیں جہاں کہیں مل گئے انہیں پکڑ اور مار کے ٹکڑے سے اڑا دیں۔

ان کی اخلاقی پلیدی اور روحانی زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ آخرت میں ان کا انجام سب سے بدتر قرار پایا کہ ایک تو قبول اسلام سے انکار اور مسلک کفر و شرک پر جمود اور اس پر اضافہ اس ریا و دھرم کا کہ ہم تو مسلم و مطہر ہیں اور شراب دہو ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الذُّرَى الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (النساء ع ۲۱)

بے شک منافقین دوزخ کے سب سے بڑے طبقہ میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اور ان کے جرائم کی پاداش میں ان کا انجام آخری یا دوا کر دینا میں بھی ان کے ساتھ

ہم ان کو دودھ پارسائیں دیں گے اور انہیں بھیجیں گے عذابِ عظیم کی طرف۔
 یہ منافقین شہدہ کے علاوہ یہاں حوالہ دینے میں بھی آ رہے تھے۔
 وَمِنْ حَوْلِكَ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ۔ (ایضاً)
 اور یہ بھی تمہارے گرد و پیش دیہاتی ہیں ان میں بھی کچھ منافق ہیں۔
 اور دیہاتیوں کے مزارن میں یوں بھی بخی بنی زیادہ ہوتی ہے شاید اسی کا نتیجہ کہ یہ دیہاتی
 کفر و نفاق دونوں میں بہت بڑے ہوتے تھے۔
 الْأَعْرَابُ أَشْكَفُوا وَانْفَلَقُوا (التوبة ع ۱۲)
 یہ دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت ہی سخت ہیں۔
 غریب و تنہا دست مسلمانوں پر یہ سنگ و میل سکر سے منافقین برابر طرہ و سحر کرتے رہتے
 تھے، ان مغلوں کی طرف سے جواب خود حق تعالیٰ نے دیا، ارشاد ہوتا ہے۔
 فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ اللَّهَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (التوبة ع ۱۰)
 یہ ان (مفسد مسلمانوں) سے سخر نہیں کرتے ہیں اللہ ان کے سخر و چین کو ان
 پر اٹھ دے گا اور ان کے لیے عذاب دردناک رکھا ہوا ہے۔
 ان میں سے بعض بد بخت ایسے بھی تھے، جن پر یہ نفاق کی لعنت یہ طور ان کی سزا پاداش
 عمل کے مسئلہ کوئی ہی نہ تھا قرآن مجید نے ان کی غفلت پر یوں روشنی ڈالی ہے۔
 وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونُ
 مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ
 مُعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمُ الْيَوْمَ يَلْقَوْنَهُمَا
 أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔ (التوبة ع ۱۰)
 ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل
 و کرم سے ہم کو عطا کر دیا تو ہم خوب خیرات کر دیں گے اور خوب نیک

کام کریں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کر دیا تو گھٹے وہ اس
 میں کھل کرنے اور روگردانی کرنے اور وہ جسے ہی بات سے پھر جاننا والے سو
 اللہ نے اس کی سزا میں ان کے دلوں میں خفاق پیدا کر دیا۔ جو اللہ کے یہاں
 جانے کے دن تک ان میں رکھے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ
 خلاق کی دیا، اور اس لیے کہ جھوٹ بولتے رہتے تھے۔
 انہیں بڑا نرا جانی چلائی اور راز داری پر تھا، سمجھتے تھے کہ ان کے راز چھپے کے چھپے رہ
 جائیں گے۔ قرآن مجید نے ہمارے باران کے اس زعم باطل کو توڑا ہے اور انہیں یاد دلایا ہے کہ
 ان کا سابقہ وعدہ خدا سے دائرہ اسرار و خفا سے ہے۔
 لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سَرَّهُمْ وَجَهِمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلَمُ الْغُيُوبِ۔ (التوبة ع ۱۰)
 کیا انہیں اس کی خبر نہیں ہے کہ اللہ کو ان کے دل کا راز اور سرگوشی ان کی سب معلوم
 ہے اور اللہ غیب کی ساری باتوں کو جانتا ہے۔
 ان کی ریا کاری و منافقت کا یہ سوال تھا کہ انہوں نے اپنی ایک مسجد کھڑی کر لی تھی۔ یہ
 ظاہر تمام تر عبادت و ذکر الہی کے لیے لیکن دل میں مقصد یہ تھا اس میں جمع ہو کر مسلمانوں
 کے خلاف سازشیں کی جائیں اور اسلام و سنت اسلامی کی ہر بادی کے منسوبے تیار کیے
 جائیں۔ قرآن مجید نے اس کا بھی پل کھول دیا اور رسول اللہ ﷺ کو صاف حکم دیا کہ آپ ہر
 گز اس کی طرف رخ نہ کریں۔
 وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَازًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
 وَارْصَادًا لِّمَنْ حَلَبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ قَبْلُ وَلِيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا
 الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ (التوبة ع ۱۲)
 اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے مسجد اس غرض سے بنا کھڑی کی ہے کہ (اس

آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا ان کے حق میں نہ کریں، آپ ان کے حق میں استغفار اگر ستر بار بھی کریں تو بھی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

روافض میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نہایت رضویٰ کی بنا پر اس آیت کے باوجود ایک رکعتیں اٹھائیں کی نماز چنانچہ آپ رضی اللہ عنہما نے اس کا لفظ "ستر" کے معنی سے فائدہ اٹھا کر یہ کہا کہ میں استغفار ستر سے زیادہ بار کروں گا۔ (علاء اللہ آپ جیسے فصیح اللسان سے یہ حدیث کہ ان کی نکتہ سے واقف ہو سکتا تھا کہ خود یہ زبان میں ستر سے مراد کثرت استغفار ہے نہ کہ کوئی عین عدد) اس پر یہ حکم قطعی طور پر نازل ہو گیا کہ ان کی یہ نکتہ نماز پر سے اور ان کی قبر پر ہی ہوئے۔

لَا تُصَلُّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا تَقَمَّ عَلَى قَبْرِهِ (التوبة ع ۱۱)
اور ان میں کوئی مر جائے تو اس پر بھی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔
بڑی چڑاں لوگوں کو آیات اہکام سے راضی اور جہاد و قتال کے احکام ان کو تو ان کی جان ہی سوکھتی تھی قرآن مجید نے اس سطر کی یوں کسب کشی کی ہے۔

فَإِذَا انزَلْتَ سُورَةَ مُحْكَمَةٍ وَنَكَرَ فِيهَا الْقَتْلَ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَخْطَرُونَ الْبَيْتَ نَفَرًا مَغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ
فَأُولَئِكَ لَهُمْ (محمد ع ۳)

جب کوئی سورت صاف صاف نازل ہوتی ہے اور اس میں ذکر جہاد کا بھی ہوتا ہے تو جس لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے، آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں کہ جیسے کسی پریشانی طاری ہوئی ہو مگر صیب ان کی تکفلی آئے ہوئے ہوں۔

بڑے بڑے بڑے اس وقت ہوتے ہیں، جب ان کے اسراف و فساد ہو جاتے تھے اور قرآن مجید خود یا رسول اللہ ہی کی زبان سے انہیں اس قسم کی آیتیں سنوا دیتا تھا۔

کے ذریعہ سے) خطر پہنچا نہیں اور اس شخص کو اس میں پناہ دیں جو اس کے قبل بھی اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے اور یہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم تو مجاہد بھلائی اور کوئی نیت ہی نہیں رکھتے اللہ گواہ ہے کہ یہ باطل جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔

اور یہ تو ان کے لیے ایک معمولی سی بات تھی کہ ایک بار جب ایک جہاد گریوں کے موسم میں پڑا تو یہ لوگ گلے مسلمانوں کو مشورہ دینے کہ اس سخت موسم میں کہاں نکلے گویا جہاد بھی ان کے خیال میں کوئی بے پروا ترقی کی چیز چنگ کے قسم کی تھی۔ قرآن نے ان کا قول نقل کر کے جواب بھی سنا سخت دیا ہے۔

قَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِى الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا اَوْ كَلِمَاتُ
يَفْقَهُونَ فَلْيَضْحَكُوا، فَلْيَلْأَوْ لِيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءُ مَا كَلِمَاتُ
يَكْسِبُونَ. (التوبة ع ۱۱)

کہنے لگے کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں بڑھ کر گرم ہے کاش یہ بات سمجھتے یہ لوگ تمہارے دن نہیں لیں اور بہت دن روتے رہیں اپنے کرتوتوں کے بدلے۔

پیغمبر کی سفارش اور دعائے مغفرت جس درجہ موثر اور زوردار ہوتی ہے ہر مسلمان کو معلوم ہے اور قرآن مجید خود اس کی اہمیت بار بار بتا چکا ہے، لیکن منافقین کے قلب چونکہ شرابیہان بھی نہیں رکھتے۔ اس لیے قرآن مجید نے براہ راست حضور کو کھلم کھلا کر کے تصریح کر دی کہ انہوں نے حق میں آپ تک کی دعائے مغفرت کام نہ دے خواہ آپ کتنی ہی کرتے ہیں۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ. (التوبة ع ۱۰)

کہ ان چیزوں کے واسطے سے انہیں دنیا میں بھی جتنا بڑے عذاب رکھے اور ان کا دوسری ایسی حالت میں لنگے کہ یہ کافر ہوں۔

ایک پوری سورۃ انہیں کے نام پر المنا فوق پارہ ۲۸ میں موجود ہے، جس کی ایک آیت چند منٹ قبل پیش ہو چکی ہے لیکن درحقیقت اس سورۃ میں پورے اس بقیہ کی زندگی کا آئینہ ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر اپنی اسلامیت بجاتے اور اپنے اپنے ایمان و اطاعت کا حذر و رابطہ، جو تباہ تر پائل ہوتا، ارشاد دوا ہے۔

اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اَنْكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ

لِرَسُولِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنْ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ۔ (المنافقون ع ۱)

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں، لیکن اللہ اس کی بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین کچے جھوٹے ہیں ان کا حاصل عمر ان کی ساری کمائی ان کی جھوٹی قسمیں ہیں۔

اتَّخَذُوا اِيْمَانَهُمْ جَفَۃً فَصَدَّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَكَلُّوْنَ

يَعْمَلُوْنَ۔ (ایضاً)

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر رکھا ہے تو یہ لوگ اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں بے شک بہت ہی برے ہیں ان کے اعمال جو ہو کر رہے ہیں۔

اسی سے ملتی ہوئی آیت اسی سورہ مجادلہ میں بھی آچکی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

اتَّخَذُوا اِيْمَانَهُمْ جَفَۃً فَصَدَّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (مجادلہ ع ۳)

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں

واللّٰہ يعلم اسرارہم۔ (ایضاً) اللہ خوب جانتا ہے ان کی خفیہ باتوں کو۔

اور انتہائی تکلیف اور بدحواسی ان پر اس وقت طاری ہوتی، جب رسول ہی کی زبان سے انہیں اس قسم کے تشبیہی پروانے وصول ہوتے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ وَلَیْسَ اَنْفُسُکُمْ فَلَغْرُفَتِهِمْ بِسِیْمَتِهِمْ وَلَقَدْ رَفَعْنٰهُمْ فِی الْاَحْقَابِ۔ (محمد ع ۴)

جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور اگر ہماری شہیت یہ ہوتی تو ہم آپ کو ان کا پورا پورا پتہ بھی بتا دیتے اور آپ ان کو ان کے چھپے سے پکچان لیں گے۔

اپنی مادی دنیوی زندگی میں یہ کبھی سے دیے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ ان کی معاشرت معلوم ہوتا ہے، نہ کسی بلند و مستتر تھی اور ان کے ظاہر میں ایک طرح کی کشش یا لکشی بھی تھی قرآن مجید کی شہادت ہے۔

وَ اِنَّا رَاٰیْهُمْ تَعْجِیْکَ اَجْسَلٰہُمْ وَ اِنْ یَقُوْلُوْا تَسْمَعُ لِقَوْلِہُمْ۔ (المنافقون ع ۱)

آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرتے لگیں تو آپ ان کی سنتے لگیں۔

ان کی ظاہری خوشحالی اور خوش آقباں بھی خاصی وجہ سے ڈالنے والے تھی رسول اللہ کو خاص طور پر اس خطرے سے آگاہی دے دی گئی اور حقیقت حال سے پردہ اٹھا دیا گیا۔

وَ لَا تَعْجِیْکَ اَمْوَالُہُمْ وَ اَوْلَادُہُمْ اِنَّہُمْ یَرِیْدُوْنَ اللّٰہَ اَنْ یَّعْذِبَہُمْ بِہَا فِی

الدُّنْیَا وَ تَزْهَقْ اَنْفُسُہُمْ وَ ہُمْ کَاٰفِرُوْنَ۔ (التوبة ع ۱۱)

ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں اللہ کو تو بس یہ منظور ہے

توان کے لیے عذاب ہے ذلت والا۔
اس آیت سے پہلے اس طبقہ کا تعارف اس کی بہودہوشی کی حیثیت سے کرا کے اس کا انجام یوں پیش کیا ہے۔

الْم تَرَالِي الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَاهُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (المجادلہ ۲۳)

کیا آپ نے ایسے لوگوں پر نظر نہیں کی (یعنی انہیں منافقین پر) جو ان کی قوم سے دھوکے ہوئے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہے (یعنی قوم یہود سے) ایسے لوگ نہ تمہیں میں ہیں نہ انہیں میں جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں اور اسے چاہتے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے عذاب شدید تیار کر رکھا ہے۔ بے شک بہت ہی برے ہیں جو (اعمال) کو دیکھ کر تے ہیں۔

ان کی ظاہری خوشحالی اور خوش اقبالی سے دھوکا کھانے پر ایک بار پھر تنبیہ کر دی ہے۔
لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اُولَٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (ایضاً)

ان کے مال اور ان کی اولاد انہیں اللہ سے ڈرانہ بچا سکیں گے یہ لوگ دوزخ والے ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اب پھر اسی صورت منافقوں کی طرف آجائے جس کے بیان کا سلسلہ چل رہا تھا۔ انہوں نے ایمان کا اظہار کیا مگر منافقوں کو اپنے دل میں جگہ سے لی ہاس کا دواں یہ پڑا کہ ان کے دلوں پر قبول حق کی طرف سے ہمہری لگ گئی اور سمجھ بوجھ کا گویا بارہی ان سے چھن گیا۔
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطٰعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فِهْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ (المسفقون ۱)

یہ سب اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر ہمہری لگ گئی تو یہ سمجھتے ہو جیسے نہیں۔

ان کے دل چور ہیں اور یہ طبیعت کے بزدلے ہیں۔ اس لیے کہیں سے کوئی آواز بلند ہوئی اور یہ اسے اپنے ہی اوپر سمجھے۔ برغل پکا کر اپنے ہی اوپر خیال کرتے ہیں۔ ثابت وحیثیت کا گذران کے قلب میں کہاں، دھم و پندار میں جتا یہ رسول ﷺ خدمت میں اپنے استغفار کے لیے حاضر ہونے کے بجائے اور اوپر سے آکرے آکرے پھرتے ہیں۔

وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا وَّرُوْا وُجُوْهُهُمْ

وَرَاٰهُمْ يَصْطَوْنَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُوْنَ۔ (المسفقون ۱۷)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لیے رسول اللہ استغفار کریں تو یہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ تکبر کرتے ہوئے بہدفی کرتے ہیں۔

یہ بھی صراحت بتا دیا گیا، جیسا کہ سورۃ قی کی ایک آیت کے ذیل میں پہلے بھی گذر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے زبردست مستغفر کی دعا سے مغفرت بھی ایسے شامت زدوں کے حق میں قبول نہ ہوگی۔

سُوْاۤءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ يَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ (ایضاً)

ان کے حق میں سب برابر ہے، خواہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا آپ استغفار نہ کریں اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہ کرے گا۔

عملی حالت ان کی یہ تھی کہ خود صاحب ثروت مسلمانوں کو ترفیب دیتے رہتے تھے کہ رسول کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو۔ مالی امداد کی طرف سے مایوس ہو کر یہ بھیڑ خود ہی چھت چاہتے گئے۔ گویا رسول ﷺ دین حق کی تبلیغ کے لیے بندوں کی امداد کے تمام تر محتاج

بَسُورَ لَـ بِأَبْ بِلَاطِنَہ فِیہ الرَّحْمَہ وَظَاحِرَہ مِّنْ قِبَلِہ الْعَذَابِ
یَنَادُوہُمْ اَلْمَ نَکُنْ مَعَکُمْ قَالُوا بَلٰی وَلَکُنْکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ
وَتَرْتَضٰی وَاَرْتَضٰی وَاَرْتَضٰی وَاَرْتَضٰی حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَزَکُمْ
بِاللّٰہِ الْغُرُورَ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدِیَہٌ وَلَا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا
مَّاؤُکُمْ النَّارُ هٰی مَوْلَاکُمْ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔

جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے (جس وقت وہ
جنت کو جا رہے ہوں گے اور ان کے ارگرد نور ہوگا) ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی
تمہارے نور سے پھر روشنی حاصل کر لیں انہیں جواب ملے گا کہ لوٹ جاؤ اپنے
پچھلے کی طرف پھر روشنی تلاش کرو۔ اس کے بعد ان کے اور اگلے درمیان ایک
دیوار تھام کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندر وہی طرف
رحمت ہوگی اور دوسری طرف عذاب منافقین (اب) مسلمانوں کو چکا رہیں گے
کیا ہم تمہارے ساتھ (دنیا میں) آتے تھے وہ (جواب) میں کہیں گے کہ تھے تو
بے شک، تم نے خودی اپنے گناہوں میں بیسایا تھا اور تم بختلے رہتے تھے اور
تمہاری بیہودہ آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ یہاں تک کہ تم پر
اللہ کا حکم آیا پہنچا اور تم کو اس نے فرماتے ہوئے اللہ کے باب میں دھوکے میں ڈال
رکھا تھا۔ غرض آج تم سے کوئی نفع نہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تم
سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہاری رشتہ ہے اور کیا یہ برا ٹھکانہ تھا۔

اکشاف حقائق کے وقت کی یہ صحیح اور منجناغی تھی کہ دین میں بھی ان کی صحیح حالت
کا چرچا نہیں کیا تو یہ تھا۔ آپ کے معاصرین کا وہ دوسرا طبقہ جس سے پیغمبر ﷺ اسلام کو سنا تھا
غلاوہ منکرین و شرکین، درہم بھین، مومنین، یہود اور نصرا نوں کے اپنی زندگی میں پڑا تھا۔

تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اس حق کی پرورداری میں کی ہے۔

هٰمُ الَّذِیْنَ یَقُولُوْنَ لَا تَنْفِقُوا عَلٰی مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی
یَنْفَقُوا وَلِلّٰہِ خَزَاۓِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکِنّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا
یَفْقَهُوْنَ۔ (ایضاً)

یہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول خدا کے گرد پیش ہیں ان پر کچھ خرچ
نہ کرو، یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے۔ حالانکہ اللہ ہی کے ہیں
سارے خزانے آسمانوں اور زمینوں کے البتہ منافقین اسے سمجھتے نہیں۔

اور پھر منافقین کے جو یہ دم دلیپ تھے کہ میدان جنگ سے واپسی کے بعد مسلمانوں کو
تجس جس کر ڈالیں گے۔ ان کی اس ہونٹ کا پردہ بھی قرآن نے یوں چاک کیا ہے۔

یَقُولُوْنَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ اِلَا عَزْمٰہَا الْاَذَلَّ
وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِہ وَلَکِنّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (ایضاً)

یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ واپس گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت
والے کو نکال دے گا حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنین
کی البتہ منافقین اسے جانتے ہو بھی نہیں۔

سب سے بڑھ کر جان واکل اور ساتھ ہی ہجرت انگیز مرقع اس طبقہ کا سورۃ اللہ میں
نظر آتا ہے گو ذرا طویل ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کے اس حاضر طبقہ کی
ذہنیت کو چوری طرح سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ یہاں ہم مشرک کا ہے، اب آگے
سنے۔

یَوْمَ یَقُولُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْظِرُوْنَا نَقْتَسِبْ
مِنْ نُّوْرِکُمْ قَبْلِ اَرْجِعُوْا وَاَرْکَمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ فَضْرَبَ بَیْنَهُم

مؤمنین

چوتھا جلد آپ کے ان معاصرینِ عالمین کا ہے، جنہوں نے آپ کے دجلوی نبوت کی تصدیق کی، اور آپ کی زبان سے آپ کا پیام سنا، کلامِ الہی پر ایمان لائے اصطلاح میں انہیں صحابہ رسول یا اصحابِ رسول کہتے ہیں یہ اپنے اعمال و اطوار، اخلاق و عادات میں اپنے مرشدِ اعظمی کے دھڑے پر چلے اور پے درپے حشیتِ جمعی اپنے نقل و مطابق اصل ثابت ہوئے کہ خود دوسروں کے لیے جہت و معیار بن گئے۔ اکبر الہ آبادی نے یہی تاریخی حقیقت اپنی شاعرانہ زبان میں یوں ادا کی ہے۔

خود نہ تھے چو راہ پر اور نہ کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

لیکن ازل تو سب ایک وجہ و مرتبہ کے نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے فرق مراتب تو لازم بشریت ہے پھر جن کو جو مرتبے حاصل ہوئے وہ وقت و دفعہ محبت ہی کی برکت سے حاصل ہوئے، ازل دن سے کوئی بھی ان میں کام نہ تھا اور پھر بڑی بات یہ کہ مصیبت کا جس کا نام ہے۔ وہ تو صرف انبیاءِ کرام کا حصہ خصوصی ہے، خدائی معیار سے جب گرفتیں مضرت انبیاء تک پہنچتی رہیں اور غوی اور عصی تک کے نفس تکلیف ان کے لیے قرآن مجید میں آتے رہے تو یہ غیر معصومین کی صاف و پاک باز جماعت کب روک ٹوک کے دائرہ سے باہر نہ نکلتی تھی قرآن ان مخلصین پر گرفتیں کرتا گیا ہے۔ کہیں اشارہ اور کہیں صراحت۔

بعض نوآموزانِ میں ایسے تھے جو بگاڑ نبوت کے ادب و آداب سے اپنی طرح واقف نہ تھے اور اپنی طبعی سادہ روی سے کبھی کبھی حضور کے کندہ واقعات کا باعث ہو جاتے تھے۔

بہترین پرنٹنگ اور خوبصورت ڈیزائن لازم و ملزوم ہیں

محمد اکبر ہمدانی

عمدہ کپڑے

صاف ستھری پرنٹنگ

خوبصورت ڈیزائننگ



ہم آپ کی نگارشات کو حسن صورت سے مزین کرتے ہیں

عکاظ پرنٹرز
ایک
گرافک ڈیزائنرز

29- بی۔ ٹی۔ پلازہ 72 فیروز پور روڈ لاہور فون: 7574180

Mob: 0300-4257624 e-mail: akkaz_print@yahoo.com

امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة واجز عظيم.

بے شک جو لوگ پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خاص کر دیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم۔

یہ تو آپ بکلی و معاشری پر توجہ دہانی کی ایک مثال ہوئی اسی طرح کتنا یہاں بھی عبادات کے دائرہ میں ہو جائی قص۔ چنانچہ ایک بار حضور ﷺ خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ مسجد کے باہر سے کسی تجارتی قافلہ یا قماش کے گزرنے کی آواز آئی اور سامعین خطبہ چھوڑ ادھر لپک گئے، اس پر بھی صراحت کے ساتھ ٹوکا گیا۔

وَاِنَّا رَاوْهُمُاجْلَرَةً اُولَہُوْنَ اَنْفَضُوْا اِلَیْہَا وَتَرَکُوْکَ فَلَاقَا قُلْ مَاعِنَدِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ النَّہْرِ وَمِنَ التَّجَارَۃِ (الجمعة ع ۱)

اور یہ جب تجارت یا قماش دیکھ پاتے ہیں تو ادھر لپک جاتے ہیں اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جو (اجر) ہے وہ قماش اور تجارت سے بڑھ کر ہے۔

کوئی کوئی ان میں سے ایسے بھی لگے جو جہاد کے موقع پر کھپا گئے۔ لیکن اپنی وقتی غفلت کا کفارہ انہوں نے جان بول سے ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کو آخر ضامنہ بھی کر لیا قرآن مجید نے ایسوں کی تعداد کل نہیں بتائی ہے اور ان کا تذکرہ خود پیغمبر اور اصحاب مہاجرین و انصار کے مدحیہ تذکرہ پر عطف کر کے ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ النَّبِیْنَ خَلَفُوْا حَتّٰی اِنَّا ضَلَقْتُ عَلَیْہِمْ الْاَرْضَ بِمَا رَحِبَتْ وَضَلَقْتُ عَلَیْہِمْ اَنْفُسَہُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَا مَلْجَا مِنْ اللّٰہِ اِلَیْہِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْہِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰہَ وَهُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (التوبة ع ۱۴)

اور اللہ نے ان تینوں کے حال پر بھی توبہ فرمائی جن کا معاملہ ملوثی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ زمین جب وجود اپنی فراخی کے ان پر چھٹی کرنے لگی اور وہ

چنانچہ جب کاشانہ مبارک پر حاضر ہوتے تو بھائے اس کے کہ حضور کے برآمد ہونے کا انتظار کریں دروازے سے ہی بے حاشا آپ کو چہجہ کر پکارنا شروع کر دیتے تھے۔ قرآن مجید میں پڑ کر مہذب و شائستہ سلاست کے ساتھ یوں کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُفْلِحُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحَجَرَاتِ الْکَثْرِہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (فہمراء ع ۱)
جو لوگ آپ کو چھروں کے باہر سے پکارنے لگتے ہیں۔ ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔

لفظ حجرات یہ صیغہ جمع خود اس پر دلالت کر رہا ہے کہ بیان زمانہ قیام کا ہو رہا ہے بعض ایسے بھی تھے (خانا اہل بادیہ ہوں گے) جو مجلس مبارک میں آکر چہجہج کر بولتے اور ذرا احترام محفوظ نہ رکھتے۔ انہیں ادب سکھایا گیا کہ جیسی آواز سے بولیں اور قرآن مجید نے ایسی ہدایت کو بالکل ہی نذر اہمال نہیں کیا ہے، بلکہ خاصہ صبط و تفصیل سے کام لیا ہے کہ آئندہ نسلوں کو بھی سمجھنے میں کوئی الجھاؤ نہ باقی رہ جائے۔

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْہَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَہْجَرِ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ اِنْ تَحِبُّوا اَعْمَالَکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات ع ۱)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولو، جیسا آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

ظہر ہے کہ یہ ہدایت خاص مومنین کو کی جارہی ہے، جن کے ذہن میں رسول اللہ ﷺ کی ارادہ سے جرحی کاشانہ تک نہیں آ سکتا تھا۔ اب اس نگی کے ساتھ اثبات کا سلب کے ساتھ ایجاب کا اور نبی کے ساتھ امر کا یہ پہلو بھی ملا چکے ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغْضُوْنَ اَصْوَاتَہُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ

خود اپنی جان سے نکل آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کیوں پناہ نہیں مل گئی۔ بجز اللہ ہی کے ہاں ہے تو اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ (وہ) آئندہ دیکھی (مرد) جو رہا کریں، بے شک اللہ بڑا توجہ فرمانے والا رحیم ہے۔

کچھ ایسے بھی نکلے جن سے اسی سلسلہ جہاد و قتال میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور ان کے اعمال کی حالت بین بین یا طلی طلی پائی گئی۔ لیکن آخر کار انہیں بھی پروانہ معافی مں جانے کی خوشخبری مل دی گئی۔

وَاخْرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئًا
عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطاؤں کے معترف ہو گئے انہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے۔ کچھ نیکے کچھ برے اللہ عجب نہیں کہ ان پر رحمت سے توجہ فرمائے بے شک اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے۔

لیکن جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے اس قسم کی خال خال بشری کمزوریوں سے قطع نظر کر لینے کے بعد غیر معصوم شخص رفقوں کی یہ جماعت تمام تر پاکیزا زور راست کرداروں اور قدسیوں ہی کی ایک جماعت تھی۔ ان کی ایمان دہی کفر و دشمنی فتنہ بیزاری اور پاکیزہ قلبی کا اعلان قرآن مجید انہیں کو خطاب کر کے یوں کرتا ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبُ الْيَمَانِ وَزِينَةُ فِیْ قُلُوبِكُمْ وَكَوَزَةُ الْيَكْمِ
الْكُفْرِ وَالْفُسُوقِ وَالْعَصِيَانِ اُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاٰشِدُونَ فَضَّلَا مِنْ
اللَّهِ وَنَعْمَ۔ (الحجرات ۱ع)

لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دے دی اور اس کو تمہارے دلوں میں رجاء دیا اور کفر اور فتنہ اور عصیت سے تمہیں بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہِ یاب ہیں اللہ کے فضل و انعام سے۔

کسی جماعت کی یہ پختہ ایمانی رد و تحریر نہیں فتنہ و عصیت سے بھی دوری اور پاکیزگی کی شہادت اس سے بڑھ کر اور اس سے واضح تر لفظوں میں اور کیا ہو سکتی ہے؟ لیکن پھر یہ ایک زہنی صداقت نامہ اس جماعت کے شہاک عبادات اور طرب رشانے الہی کا اور بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ اشْدَّ آهَ عَلَى الْكَفَالِ وَرَحِمًا بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا
سَجْدًا يَتَنَفَّسُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وَجُوهِهِمْ
مِنْ اَثَرِ السَّجْدِ۔ (الفتح ۱ع)

اور جو لوگ (غنیہ) کے ہمراہ ہیں وہ سخت ہیں، کمزوروں کے معاملہ میں اور نرم دل ہیں آپس میں (اسے خطاب) تو انہیں دیکھنے کا رنگ کر رہے ہوئے کبہہ کرتے ہوئے۔ اللہ کے فضل و رضا کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ان کے آثار ان کے چہروں پر تا شہیدہ سے نمایاں ہیں۔

ایک جگہ اور جہاں ذکر جنتیوں کا ہے۔ وہاں الفاظ کو عام ہیں اور ہر دور کے اہل ایمان ان کے ماتحت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اشارہ خصوصی اسی جماعت صحابہ کی جانب ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مَحْسِنِيْنَ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ يَلِیْهِجُوْنَ
وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ
وَالْمَحْرُوْمِ۔ (الذاریات ۱ع)

یہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیوی زندگی میں) بڑے نیک کار تھے۔ رات کو بہت کم سو تھے اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں یتیموں اور غیروں (سب) کا حق تھا۔

ان کی عبادتی شب بیداریوں اور استغفاری تحریکوں کی شہادت ایک اور سلسلہ میں بھی ملاحظہ ہو۔

برا لھکانا اور ہر مقام ہے اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ بخل سے (اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ نے قابلِ محبت رکھا ہے اسے ہاک نہیں کرتے۔ ہاں مگر حق پر اور زمانہ نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا اسے ساتھ سزا سے بڑے گا۔

صحابہ کے معتبر حالات میں آئیں اردو میں بھی حد حد و سیر سے باخوذ ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور عربی میں تو تیرہ موجود ہیں۔ ان کی دی ہوئی تفصیلات کو سامنے رکھ کر دیکھنے کہ قرآن مجید نے کس اعجاز کے ساتھ ان کی تصویر کشی کر دی ہے! قرآنی بیان ابھی ختم نہیں ہوا۔ اسی کو کئی چند اور طریق بھی قابلِ مطالعہ ہیں۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّبُرَ وَإِنَّا مَرْوَا بِلُغُو مَرْوَا وَكَرَامَاتِ الَّذِينَ إِذَا نَكَرُوا بِبِلِيَاتِ رَيْتِهِمْ لَمْ يَخْرُوعُوا عَلَيْهَا سُتَا وَعَمِيلَانِ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَنَزِّلْنَا قِرَّةً أَمِينٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ أَمَلًا أُولَئِكَ يَجْزُونَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلْقُونَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا خَالِفِينَ فِيهَا حَسَنَتٌ مُسْتَقَرًّا لَوْ مَقَلْنَا (الفرقان ۶)

اور یہ لوگ نہ جاننا مجموعوں میں شام نہیں ہوتے اور اگر یہ پودہ مظلوموں کے پاس سے گزرے گا بھی ہیں تو سلامت روی کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے ان کے پروردگار کے احکام کے ذریعے تو یہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور یہ لوگ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے ایسوں کو پالا خانے عطا ہوں گے۔ پس جب ان کے ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس میں دعا اور سلام

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَى مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنُصْفَهُ وَثُلَاثَهُ وَطَافَتُ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ (المزمل ۲۶)

آپ کا پروردگار واقف ہے (اے پیغمبر) آپ رات میں کھڑے رہتے ہیں قریب دو تہائی یا آدھی رات یا تہائی رات کے اور آپ کے ساتھیوں کا ایک گروہ بھی۔

رفاعت معیت اور صحابہ کے معنی بھی یہی تھے کہ عبادتوں یا نیتوں اور مشقتوں میں بھی اپنے آقا یا "صاحب" کے نقش قدم پر چلا جائے۔

اور ایک تشریح بھی انہیں پاک پاڑوں کی روزانہ زندگی کا قرآن مجید نے پیش کیا ہے (گو الفاظ یہاں عام و وسیع ہیں) جس میں ان کے معمولات، اخلاق، عبادات و معاملات سب کے عذو خال صاف نظر آسکتے ہیں۔ غلط نہ ہو۔

وَعِبَادَ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا أَفَنُفَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ الْإِثْمَ (الفرقان ۶)

رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر مسکنت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ بات کرتے ہیں تو دفعِ شر کی بات کہہ دیتے ہیں اور جراتوں کو اپنے پروردگار کے آگے جہد اور قیامت میں لگے رہے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے عذابِ جہنم کو دور رکھ بے شک جہنم

ملے گا اس میں ہمیشہ ہیں گے وہ کیسا اچھا لگتا اور مقدس ہے۔

قدیموں کی جماعت کا اخلاق اگر اس جماعت پر بھی تو ہوگا اور کس پر ہوگا اللہ کے پاس اس جماعت کے شرف و عظمت کا اندازہ اس سے فرمائیے کہ جس طرح حضور انور ﷺ کی آمد و ظہور کی پیش خبریاں آگئی آسمانی کتابوں میں درج تھیں اسی طرح اس جماعت کا نقشہ بھی توریت اور انجیل جیسے گرامی حیثیتوں میں درج ہو چکا ہے۔

سورۃ الفتح کی ایک آیت ابھی کچھ یی در ہوئی آپ کے سامنے پیش ہو چکی ہے۔
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَاللَّهُ عَلَى الْمُحْسِنِينَ أَخْبَرٌ
ہی میں ہے۔

فَلَمَّا مَثَلَهُمْ فِي التَّوْرَةِ ان کے اوصاف توریت میں درج ہیں۔

اجاز قرآنی کا کرشمہ ملاحظہ ہو، کہ بے شمار تفصیلات و تصرقات کے بعد بھی توریت موجودہ میں یہ الفاظ آں تک لکھے چلے آ رہے ہیں۔

”فانراہی کے پہاڑ سے دو چلو گروہاؤں بڑا قدیموں کے ساتھ آیا“ (استثناء ۳۳، ۲)
اور یہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے کہ فانراہی مکہ معظمہ ہی کی ایک پہاڑی کا نام ہے اور پھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فتح مکہ کے بعد جتنے صحابیوں یا ”قدیموں“ کا ساتھ ہوا تھا ان کی تعداد بھی وہی ہزار تھی۔

توریت میں اس کے بعد ہے۔

”اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آستین شریعت ان کے لیے تھی“

قرآن مجید کے الفاظ اشدداء علی الکفار آپ کن چکے ہیں۔ اس کی مطابقت
”آستین شریعت“ سے دین میں دشواری کسی کو نہیں پیش آ سکتی۔ آگے توریت میں ہے۔

”ہاں وہ اپنی قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے“

قرآن مجید کے الفاظ رجاء لاجہم ابھی آپ کے کان میں گونج یی رہے ہوں گے اور ان

کی کسی شرح کی ضرورت نہیں ہے اور آخر میں اس میں اسلئے میں ہے۔

”اس کے سارے مقدس حیرے ہاتھ میں ہیں اور تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔“

اسے پڑھ کر قرآن مجید کے بھی یہ الفاظ اپنے ذہن میں چارہ کر لیجیے رکعنا سجد ایستغون
فضلک من اللہ وروضنا توریت کا بیان آپ نے سن لیا اب انجیل میں صحابہ بھی نہایت
فرمائیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید نے توریت کے بعد انجیل کا نام بھی لیا ہے اور کہا ہے۔

وَمَثَلَهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كُزُرٍ أَخْرَجَتْهُمَا فَالزُّرَةُ فَاسْتَقْلَطُوا
فَاسْتَقْلَطُوا عَلَى سَوْقٍ يَعْجَبُ لُزَاةُ (الفرقان ع ۶)

اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ وہ جیسے بھتی ہیں کہ اس نے اپنی سوئی نکالی
پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اسے پتے پر سیڑھی
کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔

موجودہ حرف انجیلوں سے بھلا اس عبارت کی کسی درجہ میں بھی تصدیق و توثیق کی امید
ہو سکتی تھی؟ لیکن نہیں۔ عمارت عبارت میں بھی انجیلوں میں باقی رہی انجیل میں باب ۱۳
کی آیات ۳۲، ۳۱ جب چاہے پڑھ کر دیکھ لیجیے اور اس وقت توریت میں لیجیے۔

”آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانے کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے
کھیت میں بڑھایا وہ سب بیکوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے
بڑا ہوتا ہے اور اس بارخست ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ذالیوں پر آ کر سیرا لیتے ہیں۔
اور آپ چاہیں تو ایسی ہی عبارتیں انجیل میں باب ۴ آیات ۳۰، ۳۱ میں نیز انجیل
لوقا باب ۹ آیات ۱۹، ۱۸ میں نکال کر پڑھ سکتے ہیں۔

ان مجلس شاگردوں اور چارہ زاریوں نے رسول ﷺ کا ساتھ ہجرت و ترک وطن میں
دیا، جہاد و قتال میں دیا اور رسول ﷺ کے دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اپنی جان تک

کی چہ بڑائی کی تھی۔ ان بے گھروں کو سننے سے بے گھراؤ والا بنایا اور ان کی خدمت اور مہمان داری میں کوئی دقیقہ افغان نہ رہا۔ ایمان کا حق ادا کرنے والے قرآن یہاں صاف شہادت دیتا ہے کہ یہ دونوں ہی گروہ رہے ہیں جہاں دوسری جگہ ان دونوں گروہوں کو ان کے اصطلاحی ناموں "مہاجرین" و "انصار" سے یاد کیا ہے اور مدح صحابہ کا قرآنی نمونہ پیش کر دیا ہے۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ
فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مُلْكِهِمْ لِيُضَيِّعَ قُلُوبَ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رُؤُوفٌ رَّحِيمٌ. (توبہ ع ۱۴)

اللہ نے توجہ فرمائی پیغمبر کے حال پر اور ان مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے پیغمبر کا ساتھ اٹھ لی گئی کے وقت میں دیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل میں کچھ تزلزل پیدا ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر رحمت سے توجہ فرمادی۔ یہ سب کے سب وہاں پر بہت شین بہت مہربان ہے۔

ساعة العسرة کے لفظ میں عموم ہے، مہاجرین و انصار دونوں نے حضور کا ساتھ لگنے کے وقت میں دیا، لیکن اہل تعمیر و اہل تاریخ نے اشارہ خصوصی یہاں غزوہ تبوک کی جانب سمجھا ہے جس کی تیاریوں کے وقت مسلمان غیر معمولی دشواریوں کا کرنا پڑا تھا۔ مبارک ہیں وہ اسی جن کا ذکر صحیفہ ربانی میں ذکر رسول ﷺ کے ساتھ ایک جگہ اور ان کی مدح و تحسین اسی طرح کھل کر آئی ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ. (توبہ ع ۱۳)

کی بازی لگادی۔ صحیفہ ربانی اپنے کمال و زہو نوازی اور بندہ پروری سے اپنے ان بندوں کی روداد و خلاص اپنے اوراق میں برابر درج کرتا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ ہے۔

لَكِنَّ الرِّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (توبہ ع ۱۱)

لیکن رسول اور جو لوگ آپ کے ساتھ (جو کہ ایمان لائے انہوں نے جہاد کیا اور اپنی جان سے اور اپنے مال سے انہیں کے لیے تو بھلا بیاں ہیں اور یہی لوگ تو فلاح یاب ہیں۔

رضائے الہی کے اس معزز تذکرے کے بعد اگر اس طبقہ کے ہر فرد کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنے اور کہنے کا دستور ہم مسلمانوں میں پڑ گیا تو اس میں حیرت کی کوئی بات ہی نہیں۔ ایک دوسرا پرانہ مغفرت و مغفوریت ان باعمل بندوں اور رسول ﷺ کے حق میں ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَجُوا وَجْلَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرَوْا
أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ. (نفال ع ۱۰)

اور جب ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا نیز جن لوگوں نے (انہیں) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہی (سب) لوگ تو ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں انہیں کے لیے مغفرت ہے اور ہر بخیر و روزی۔

صحابیان رسول کی جود و بڑی تقسیمیں مہاجرین اور انصار کی ہیں قرآن مجید نے یہاں اس تقسیم کو قبول ہی نہیں کیا۔ بلکہ دونوں گروہوں کی مدح کا اہل ایک آیت کے اندر کردی۔ ایک گروہ وہ تھا جو اپنے متفقین ایمان کی تکمیل کی خاطر ہر طرح کے خطرے برداشت کر کے اور کڑی سے کڑی مصیبتیں جھیل کے اپنے وطن باؤف مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے اور یہ خانہاں ہو کر دارالہجرۃ مدینہ منورہ کو آیا تھا اور دوسرا طبقہ مدینہ ہی کے باشندوں کا تھا انہوں نے بھی اپنے متفقین ایمان ہی کی تکمیل کی خاطر ان مصیبت زدوں

اور جو مہاجر اور انصار سابق و مقدم ہیں نیز وہ جنہوں نے ان کی پیروی کی نیک کرداری میں اللہ ان سب سے راضی ہو اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریاں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے بہت بڑی کامیابی ہے۔

رضی اللہ عنہم کا فقر وہاب تحمل کران قد و سبوں کے حق میں وارد ہو گیا اور خبر یہ صحابہ مہاجرین و انصار و مودعہ الہی تھے ہی آیت نے یہ بھی صاف کر دیا کہ بعد والے جوان کی پیروی کریں گے۔ وہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سزا و امر و نہی میں غلطی نہیں گئے اور باحسان کی قید نے ایک اور نکتہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ یعنی تابعین کا اتباع معتبر وہی شمار کیا جائے گا جو احسان یا حسن عمل میں ہو۔ محض معاصرت یا ہم معاصرت نہیں۔

صحابہ سب کے سب شہری ہی تھے ان کا ایک حصہ دیہاتیوں پر بھی شامل تھا یہ لوگ بچکارے اپنے کمال بے نقی سے اپنا مال لیے خدمت دین کے لیے حاضر رہتے تھے کہ اسی ذریعہ سے انہیں قرب خداوندی اور انکشاف رسول ﷺ حاصل ہو اور کیسے قبول ان کے عقیدت کے نذرانوں کو حاصل ہو اور کیسے نہ حاصل ہوتا ارشاد ہوا۔

ومن الاعراب من يؤمن بالله واليوم الآخر ويتخذ ما ينفق قرباناً عند الله وصلوة الرسول الا انها قرباناً لهم سيد خلم الله في رحمته ان الله غفور رحيم. (توبہ ع ۱۶)

دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے قرب عند اللہ کا اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ بناتے ہیں۔ بے شک ان کا یہ خرچ کرنا۔ باعث قربت ہے۔ ضرور ان کو اللہ اپنی رحمت میں داخل کر لے گا۔ اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔

انہیں اعراب یا دیہاتیوں کے فکر و فغان کا ذکر بھی قرآن مجید میں شہود سے آیا ہے،

لیکن انہیں اہل باد یہ میں کیسے کیسے تخلصین و مقبولین بھی پیدا ہوئے یہ اسی آیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

مسجد نبوی میں آکر جو صحابہ نماز پڑھا کرتے تھے ان کی پاکیزہ طہیتی پاکیزہ میر قتی کی شہادت پر قرآن مجید نے اپنی صریحوں کو گواہی ہے گوشت و داس سیاق میں اصلاً صرف مسجد کی تقدیس کا اظہار تھا۔

للسجدة أسس على التقوى من أول يوم أحق أن تقوم فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المطهرون. (توبہ ع ۱۳)

جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی (آئے) ہیں جو پسند کرتے ہیں اس کو کہ خوب پاک صاف رہیں اور اللہ پسند کرتے جو خوب پاک صاف رہنے والوں کو۔

حجرت یعنی دین کی خاطر اپنے وطن اوف کو چھوڑ دینا بڑا ذات خود ایک اتکا بڑا عبادہ و تھا کہ اسی ایک عمل نے صحابہ مہاجرین کو بلند مرتبہ میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔

والذين هاجروا في الله من بعد ما ظلموا لنبؤتكم في الدنيا حسنة ولا جوا الاخرة اكبر لو كنوا يعلمون. (النحل ع ۶)

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔ ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں اور آخرت کا اجر تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

کاش کہ وہ یہ جانتے۔

انہیں مہاجرین مظلوم اور مجاہدین صحابہ کی داد ایک جگہ دی گئی ہے کہ ان کے ہاتھ اگر حکومت آج بھی تو یہ ملک کو فتنہ نبور سے نہیں غلم و ستم سے نہیں عدل سے بھر دیں گے اور سکھ شرب و زنا کا نہیں۔ سو وہ قمار کا نہیں۔ خیر و صلاح تقویٰ و طاعت کا چلا دیں گے۔

الذين ان تكتفهم في الارض اقباموا الصلوة واتوا الزكوة

چھری اور جب چھری میں اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان جہاں ٹارواں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت آخر تک لڑنے سے ان کی حتمی اصلی عبادت ملاحظہ ہو خطاب رسول ﷺ سے ہے۔

لقد رضى الله عن المؤمنين انيما يعونك تحت الشجرة فعلم ما نفي قلوبهم فانزل السكينة عليهم واثابهم فتحا قريبا ومغانم كثيرة ياخذونها. (الفتح ٢٤)

بقيع اللہ ان مؤمنین سے خوش ہو گیا۔ جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ اللہ کو بھی معلوم تھا اور اس نے ان کو قریب ہی میں ایک فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جنہیں وہ لے رہے ہیں۔

آیت میں ان کو یوں اہل یا مژدہ آخری کے ساتھ ایک بار شرف حاصل فتح قریب کی بھی مل گئی اور اس سے متصل اور بھی بارہا تہیں ہیں۔ مستقبل قریب ہی سے متعلق:

وعدكم الله مغانم كثيرة تاخذونها فعجل لكم هذه ومقت ايدي الناس عنكم ولتكون آية للمؤمنين ويهديك صراطا مستقيما واخري لم تقدروا عليها قد احاط الله بها وكان الله على كل شيء قديرا. (الفتح ٢٤)

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے، جن کو تم لوگ اب سوہرست یہ تم کو دے ہی دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک رکھے، تاکہ یہ مؤمنین کے لیے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور آپ فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں ابھی نہیں آئی ہے اللہ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے اور اللہ اس پر قادر ہے۔

وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر. (الحج ٦٤)

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ فحاشی پانڈی کریں اور کاست دیں۔ ہم ٹیک کر داری کا دیں اور روک تھا مہر داری کی کر دیں۔

قرآن مجید کی اس جگہ پیش خبری کی تصدیق و در خلافت راشدہ نے جس طرح کی اس کی روک تھام کی کہ انہوں نے زبان سے جب نہ اپنے لیے اور افریقی تو تاریخ کا وہ مٹی کی دور ہے، جسے گاندھی جی ہمارے اپنے زمانے تک بطور مٹی کی حکومت کے پیش کرتے رہے ہیں۔

جنگ احزاب کا دن مدینہ کے دس سالہ دور محمدی میں ایک سخت ترین دن ہوا ہے اور قریش خود ہی کیا کم تھے کہ اس روز اپنے ساتھ ملک کے سارے بقوت قبیلوں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے تاکہ ہر طرف سے گھیر کے اور دھوا بول کے اس موحد و مسلم آبادی کا خاتمہ ہی کر دیں اور غامری سامان اور مادی آگار سب اسی کے نظر بھی آ رہے تھے۔ لیکن مخلصین کی یہ جماعت اس بولناک صورت حال اور مختلف ماحول سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئی نہ بد دل ہوئی نہ ہراسان بلکہ سکون قلب و انشراح خاطر کے ساتھ ثابت قدمی و جاہازی کا ثبوت دیتی رہی کاسم پاک کی شہادت ملاحظہ ہو۔

ولنصارى المؤمنين الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما. (الاحزاب ٢٤)

اور جب مؤمنین (صائقین) نے احزاب کو دیکھا تو یوں کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دے چکے تھے اور اللہ اور اس کے رسول نے سچائی فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان و اطاعت میں اور ترقی ہی ہوئی۔

احزاب ہی کی طرح ایک دوسرے اہم و نازک موقع صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں بھی دین داروں کی اس جماعت کی مدد تصریح کے ساتھ آئی ہے۔ حالت اندیشہ ناک ہو چکی تھی۔ ورنہ نظر آ رہا تھا کہ جنگ (جس کے لیے مسلمان تیار ہو کر باہل ہی نہیں آئے تھے) اب

رنگ نہیں پاتے اور (انہیں) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ (خود) ان پر فائق ہو اور جو شخص اپنی طبیعت کے بغل سے مخلوق کو گیا تو اس میں ہیں فلاحِ باب۔

طبیعی بغل نفس پر فتح پانے کے بعد بندوں کے معاملات میں ہر کون سا درجہ مجاہدہ باقی بھی رہ جاتا ہے؟ فراقِ مراتب سے کوئی طبقہ خالی نہیں ہو سکتا۔ انصارِ مہاجرین سارے طبقاتِ صحابہِ ظاہر ہے کہ افراد کے لحاظ سے ایک سطح پر تھے نہ ہو سکتے تھے کوئی کامل تھا۔ کوئی کامل تر۔ لیکن ہر حال مرتبہ اور درجہ مقبولیت پر فائز سب سی تھے قرآن مجید نے کشافِ کج فیصلہ اور وہ بھی خود کردہ صحابہ ہی کو خطاب کر کے اس باب میں ستاد یا گیا۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْأَنْفِقِ
دَرَجَةً مِمَّنْ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا كَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَى
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (الحديد ع ۱)

تم میں سے جو لوگ فتح (کہ) سے قبل مال خود خرچ کر چکے اور قتال کر چکے وہ براہِ نفس و مرتبہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فراقِ اور قتال بعد میں کیا اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ (ان) سب ہی سے کر رکھا ہے اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

انبیاء، سابقین کے رفیقوں، مریدوں، شامروں کے حالات تفصیل کے ساتھ تو معلوم نہیں لیکن حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے صحابیوں کے بعد ہم حالات قرآن مجید یا تو ریت و انجیل میں درج ملتے ہیں، ان کا مقابلہ ذرا فرآن ہی کی روشنی میں ہمارے رسول اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابیوں سے کر کے دیکھئے تو ایک قدرتِ خدا نظر آتی ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شخصیت جس طرح اپنے ذاتی فضائل و کمالات کے ساتھ نوح و عیسیٰ میں مٹی ہوئی ہے اسی طرح اپنے صحابیوں کے اعلا اس امتیاز اور فدائیت کے لحاظ سے تاریخِ عالم میں ایک بالکل امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ حضرات صحابہ و اوراقِ روحانیت کی جن بلند یوں تک پہنچ چکے تھے اس کا ذکر قرآن مجید نے بکمال اعجاز خود اپنے صفحات میں محفوظ کر دیا ہے، جیسا کہ آپ اب تک سن بھی چکے ہیں، حدیث، سیرت، اور طبقات کے مجلہات میں تفصیل صحابہ کی جو طویل و ضخیم روکھا و نظر آئی ہے وہ سب اسی متنِ قرآنی کی شرح و تفسیر ہے۔

یعنی کافروں سے جو مل بازے بڑے بڑے وصول ہو جائے اس کا معرف مہاجرین و انصار دونوں کے مرتبہ منزلت پر اپنے بیان کی ضرورت میں اسطورہ دونوں سے روشنی ڈالنا گیا ہے۔

لِلْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
أُولَئِكَ هُمُ الصُّدُوقُونَ (الحشر ع ۱)

(یہ) حق ہے ان حاجت مندوں کا جو اپنے گھروں اور اپنے مال سے بے دخل کر دیے گئے وہ تلاش میں لگے رہے ہیں اللہ کے فضل و خوشنودی کے اور نصرت کرتے رہتے ہیں اور اس کے رسول کی یہی لوگ تو ہیں راست باز۔
یہ فلاح مہاجرین کا انصار کے جوہر جو اللہ کی نظر میں تھے۔ ان کے لیے اسی آیت سے متصل دوسری آیت تلاوت فرمائیے۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يَحْتَوُونَ مِنْ هَاجِرِ الْيَمِيمِ
وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اتَّوَاتُوا تَبَوُّوْنَ عَلَى
أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَفَ فَلْيُؤْثِرْ
الْمُفْلِحُونَ (ایضاً)

(اور یہ) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دارالاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل ہی قرار پکڑے ہوئے ہیں، محبت کرتے ہیں، اس سے جو ان کے پاس جبرست کر کے آتا ہے اور مہاجرین کو جو کچھ ہوتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی

قرآن میں لائے ہو تو اس کا کوئی معمولی حصہ ہی سورتوں کی مقدار کا ہوا کہو۔

ام یقولون افتراء قل فلتوا بعشر سور مثله مفتریات
و ادعوا من استطعتم من دون الله ان کنتم صادقیین۔ (ہود: ۶)
کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان تغبیروں نے یہ (قرآن) خود گڑھ لیا ہے؟ تو
آپ کہہ دیجیے کہ تم اس کی سی دس سورتیں گڑھ کر لے آؤ اور اگر اپنے دعویٰ
میں سچے ہو تو اللہ کے سوا جس کو بھی جاننا ہو اپنی مدد کے لیے بلاؤ۔

ہوتے ہوئے قطعاً اختلاف ہو گیا کہ مقدار گٹھا کرکل ایک سورت کی کر دی گئی (اور معلوم
ہے کہ قرآن مجید کی ایک سورت کل تین آیتوں کی بھی ہو سکتی ہے) اور ارشاد ہوا کہ اگر
کھرے ہو تو اپنے سارے حلقے میں کو بلا کرکل ایک ہی سورت بتلاؤ۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فلتوا بسورۃ من مثله
و ادعوا شہداءکم من دون الله ان کنتم صادقیین۔ (البقرہ: ۲)
اور اگر تم کو اس (کتاب) کے بارے میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ
(خاص) پر اتاری ہے تو اس کی سی ایک ہی سورت بتلاؤ اور اللہ کے سوا اپنے
سارے گواہوں کو بلاؤ، اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

اور تقریباً یہی مضمون ایک دوسری جگہ بھی وارد ہوا ہے۔

ام یقولون افتراء قل فلتوا بسورۃ من مثله و ادعوا من
استطعتم من دون الله ان کنتم صادقیین۔ (یونس: ۴)
کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان (تغییر) نے یہ (قرآن) گڑھ لیا ہے؟ آپ کہہ
دیجیے کہ تم ایک ہی سورت اس کی سی لے آؤ اور اللہ کے سوا جو کوئی بھی تمہارے
بہن میں ہے اسے بلاؤ اور اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

اولم یکفہم اننا نزلنا علیک الکتاب یتلٰ علیہم۔ (العنکبوت: ۶)

کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری جو
انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟

گویا بتا یہ دیا کہ اگر انہی کی طلب و تلاش ہے تو اس کتاب سے پڑھ کر اچھا کر سکتے والی
چیز دنیا و مافیہا میں اور کون ہو سکتی ہے۔

ابن علم میں یہ بحث شروع سے چلی آ رہی ہے کہ قرآن مجید کا اچھا کرکس لحاظ سے اور کس
اعتبار سے ہے؟ کسی نے کہا کہ فصاحت و بلاغت کے معیار سے، کسی نے کہا کہ نظم کلام کے
لحاظ سے، ایک گروہ کا قول ہے کہ فہم گویاں اور فہمی خبروں کے پہلو سے، ایک اور گروہ کا
قول ہے کہ اپنے احکام کی جامعیت اور اپنی تعلیمات کی بلندی کے اعتبار سے، اسی طرح اور
پہلو بھی اختیار کئے گئے ہیں لیکن خود قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ان کا عموم ان تمام پہلوؤں
پر حاوی ہے گویا قرآن ایک عظیم رسول کریم ﷺ کا ان سارے ہی منہبوں کے اعتبار سے
ہے اور اس لیے قطعاً کے لیے اس اعلان کر دیا ہے کہ سارے سارے جن بشر مل کر بھی زور
لگا دیکھیں۔ دوسرا قرآن ان کی طاقت سے باہر ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یتلو بمثل هذا القرآن لا
یتلون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔ (بنی اسرائیل)

آپ کہہ دیجیے (اے تغیر ﷺ) کہ اگر سارے جنات اور انسان مل کر بھی
چاہیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تو نہ لائیں، خواہ ایک دوسرے کے مددگار
ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

اس آیت میں تو ذکر دوسرے قرآن کا تھا۔ یعنی اس سارے قرآن کے مثل کوئی دوسری
کتاب، لیکن دوسری جگہ بھی کامیاب رکھنا کر دس سورتوں تک لے آیا گیا ہے یعنی اگر پورا

ہاں ایک جگہ خود قرآن ہی نے جو ہر نبی کی عزت کا محافظ ہے اپنے ساتھ تورات و انجیل شامل کر لیا ہے اور یوں کہا ہے کہ کوئی کتاب آسمانی لا کر پیش کرو، جو ہدایت نامہ کی حیثیت سے ان دونوں سے بڑھ کر کچھ

قل فلتوا بکتاب من عندنا ہوا ہدی منہا اتبعہ ان کنتم صالحین فان لم يستجیبواک فاعلم انما یبدعون اھولہم۔ (قصص ۷۰)

آپ کہہ دیجئے کہ کوئی کتاب اللہ کے یہاں سے ایسی لے آؤ جو ہدایت میں ان دونوں سے بہتر ہو تو میں اس کی پیروی کروں اگر تم اپنے وعدے میں بچے ہو اور اگر یہ لوگ آپ کی بات نہ کر دکھائیں تو آپ جان لیجئے کہ یہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔

انجا قرآنی ہے یہ دعویٰ قرآنی کی زبان سے کئی دعویٰ رنگ میں ہے۔ لیکن کہیں کہیں ایسا بھی ہے کہ قرآن مجید نے ان متعدد وجود انجا میں سے کسی ایک ہی پہلو کو نمایاں کیا ہے مثلاً کہیں بلسان عربی میں یا قسرا عربیہ غیر ذی عوج، کہہ کر اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور کہیں نور کتاب تبین، یا مبین یا ہدی للملتحقین یا ہدی اللتی ہی اقوم کے رشد و ہدایت کے پہلو پر زور دیا ہے اور اس کی معنی کو ابھارا ہے اور کہیں بل ہو شاعر یا ان هذا الاسحر مبین۔ لا کراس کی تاثیر اور قوت تخیل کا اعتراف منکروں کی زبان سے کرایا ہے۔

غرض یہ کہ یہ کتاب کا مجر و صاحب کتاب کی زندگی کا سب سے بڑا مجر و ہے بلکہ اس کہنا چاہیے کہ ساری تاریخ انبیاء میں اس سے بڑھ کر کسی دوسرے مجر و کی مثال نہیں ملتی اور حق یہ ہے کہ اسے صرف دوا مع اور مستقل و مشر مجر و کے بعد رسول اللہ کو ضرورت ہی کسی دوسرے دینی اور دنیا کی مجر و کی نہ تھی۔ لیکن واقعہ یہ نہیں واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی

ہوتے ہوئے قید ایک چھوٹی سورت کی بھی ندری اور تقدی کی نوبت شاید ایک آیت یا ایک آدھ فقرہ تک کے لیے پہنچ گئی۔

ام یقولون تقولہ بل لا یؤمنون فلیاتو بحدیث منظر ان کلنوا صافقین۔ (الطور ۲)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن (نذیر) نے اپنی طرف سے ڈالیا ہے، بات یہ ہے کہ انہیں ایمان ہی نہیں یہ اس کی سی ایک بات بھی تو بھالے آئیں اگر یہ اپنے دعویٰ میں بچے ہیں!

یہ تقدی نہ صرف حضور ﷺ کی زندگی میں ساہا سال قائم رہی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک ہر ملک ہر زمانہ کے مقابلہ میں قائم چلی آ رہی ہے، تیر و صدیاں تو اسی قطع پر گزر رہی تھیں اور اب چودھویں بھی ختم پر آ رہی، آج تک قرآن کے بڑے بڑے مخالفین و معاندین دوسرا قرآن کیا معنی اس کا کوئی حصہ بھی نہ چوس کر سکے انگریز کی غیرت کو ہمیز کرنے کے لیے قرآن نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فلتنقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ (البقرہ ۳)

تو اگر تم یہ نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی ہیں اور (پوچھ جانے والے) پتھر بھی جو کافروں کے لیے تیار موجود ہے۔

انتہا مستقل، پانچاھ زوردار مجر و کسی اور تخیل کو کیوں عتایت ہوا ہوگا۔ تاہم بدعویٰ کسی اور داعی کی زبان سے کب اور کیا گیا ہوگا؟ جس کا مئی چاہے آج بھی امتحان کی کسوٹی پر اس مجر و کو جانچ لے، پرکھ لے، کسی دوسری آسمانی کتاب کے لیے یہ دعویٰ کسی کب دوسرے صاحب کتاب کی زبان سے نکلا؟

غزوہ واحد کے سلسلہ میں تو نبوت صریح و تصریح کی آگئی ہے۔

الْمَلَائِكَةُ الْمُؤْمِنِينَ الْيَسَّيْكَمُ أَنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا يَلْتَوَكُّمُ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمِدُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (آل عمران ۱۳)

اور جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد و تکیہ بڑا رہا ہے تو آپ فرشتوں سے کرے گا ہاں کیوں نہیں بلکہ بشریہ تم سے مبرا و تقویٰ کو قائم رکھا اور اگر وہ یعنی دشمنوں کے لشکر تم پر اچانک آپڑیں گے تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد پانچ ہزار نشان کئے ہوئے فرشتوں سے کرے گا۔

انہیں مبارک بات و غزوات کے سلسلہ میں علاوہ نزول ملائکہ کے اور بھی جن نبی اور خدا کی طریقوں سے رسول ﷺ پر حق کی امداد ہوتی رہی ہے۔ مثلاً دونوں میں اتھائے سکوت دشمن پر ہوائے مخالف کا چلنا، بارش ہو جانے سے لشکر اسلام کو قطع پہنچ جانا، جسکے ہوئے مسلمان فوجیوں کا فوجی ہو گئے تھے ہزاروں ہوجانے سے ساری چیزیں قرآن مجید کے اوراق میں محفوظ ہیں اور ان سب کا شمار کرم مجزا نبوی میں نہ کیجئے تو آخر کار کیا کیجئے۔

اور ان نبی امداد اور اس قسم کے معجزات کا دائرہ غزوات و محاربات ہی تک محدود نہیں، بلکہ ہجرت مدینہ کے وقت بھی اس رسول پر حق کی نصرت کچھ ایسی ہی عجیب کا رو بار سے ہوئی تھی۔ سردارانِ قریش کی دشمنی اس وقت شباب پر تھی اور چالیس ہر طرح کی آپ کی قید اور بلاؤں میں آپ کو لیے چلی جا رہی تھی۔

وَاِذَا يَمْكُرُكَ الْفٰئِزِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَهْرُجُوْكَ (الانفال ۷)

اور جب کہ یہ لوگ آپ کی نسبت چالیس چل رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا

زندگی میں ایک دو ٹوک متعدد معجزے ایسے اور ملتے ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے اور قرآن ان کی گواہی دیتی دنیا تک دیتا رہے گا۔

اور ان میں سے ایک جتن مغرور ہے یہ کہ آپ جب اللہ کی روشنی انزال کے لیے نکلے اور اپنے سے کہیں قوی تر دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے تو آپ کی امداد فرشتوں کے لشکر سے کی گئی اور یہ ماجرا ایک سے زائد بار پیش آیا اس لشکر فہمی کے لیے کہیں تو الفاظ عام استعمال ہوئے ہیں مثلاً غزوہ تبوک کے سلسلہ میں یہاں ارشاد صرف اس قدر ہوا ہے۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَةً عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاٰلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (التوبہ ۷)

اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول ﷺ پر اور مؤمنین پر اور وہ فوجیں بھی جن کو تم لوگ نہ دیکھ سکے۔

اور ایسا ہی ایک جمل بیان غزوہ احزاب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

اَنْزَلْنَاكُمْ جُنُوْدًا فَاَقْرَبْنَا عَلَيْهِمُ رِيْحًا وَجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب ۲)

جب (دشمن کی) فوجیں تم پر آپڑیں تو اللہ نے ان پر تیز ہوا بھیجی اور فوجیں جنہیں تم لوگ نہ دیکھ سکے۔

ان دونوں واقعات میں فرشتوں کی تصریح نہیں ہے، گو ”غیر مرجع لشکروں“ سے مراد فرشتے ہی گئے ہیں، لیکن غزوہ بدر کے سلسلہ میں یہ پردہ بھی اٹھ جاتا ہے اور فرشتوں کی نہ صرف تصریح ہوتی ہے بلکہ ان کی تعداد بھی معرض بیان میں آجاتی ہے۔

فَلَسْتَ جَابَ لَكُمْ اَمْرِيْ مُسْتَكْمِلًا بِغَلَبَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الانفال ۱)

تمہارے پروردگار نے تم لوگوں کی سن لی اور کہا کہ میں تمہاری مدد آتے رہنے والے ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا۔

نیکوں اور دانشوروں کو بھی درس ہدایت دے گیا کوئی انجو پہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟
قرآن مجید نے آپ کے اس مجزہ امتیت کا بیان یہ تحریر بھی کیا ہے اور یہ صراحت بھی، ایک
جگہ آپ کے تعارف کے سلسلہ میں ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ

(یہ یمنین) پیروی کرتے ہیں اسی رسول و نبی کی۔

اور پھر کچھ سی دور آگے چل کر غم دیتے ہوئے بھی اسی وصف کو ہرایا ہے۔

فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (الاعراف ع ۱۶)

ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کی رسول و نبی پر۔

تیسری جگہ ہے اور اہل عرب کے لیے محل امتحان و انعام میں ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ (الجمعة ع ۱)

وہ اللہ ہی ہے جس نے یمنیوں کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

چھپنے یا وصف امتیت جس طرح رسول ﷺ کی ذات کے لیے ایک اگلاز ہے اسی طرح
انجیز قرآن کی حریر تقویت کے لیے بھی ہے، ایسا کام جس کے شل و نظیر سے بڑے بڑے
عظیم و ادبیل کر بھی عاجز رہیں، اس کی تعریف پر کسی انہی محض کا قادر ہو جانا بھلا کسی عقل
کے لیے بھی قابل قبول ہو سکتا ہے؟ چنانچہ چونکہ جگہ قرآن جہاں آپ کے وصف امتیت کا
اثبات کرتا ہے وہیں اس کی حریر صراحت کے ساتھ اس کی اس تکامل و مصلحت کا بھی اضافہ
کر دیتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكُتُبُ وَلَا تَخْطُ بِبِئْمَنِكَ إِذَا لَرْتَابِ

الْمَبْطُولِ (العنکبوت ع ۵)

اور آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب ہے کیا چیز اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے اسے لکھ

آپ کو نقل کردہ انہیں یا آپ کو جاہلین کر دیں۔

اس وقت کا سطر لیں دیکھا گیا۔

يَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ (ابيضاً)

وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔

غرض یہ کہ ہجرت کا دشوار مرحلہ اجاڑی ہی رنگ میں رسول ﷺ کے لیے آسان کر دیا گیا
اور ان جزوئی اور متفرق واقعات سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز یہ قرآنی وعدہ ہے کہ شد یہ نجوم
اعداء کے ہر وجود اللہ آپ کو محفوظ اور صحیح و سالم بھی رکھے گا۔

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ ع ۱۷)

اللہ آپ کو محفوظ رکھے گا لوگوں سے۔

اور یہ سورۃ تودہ ہی ہے اس سے قبل ایک کلی سورۃ میں جانی دشمنوں کے زخہ کے وقت کچھ
اس قسم کی تسکین دی جا چکی تھی۔

فَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور ع ۲۱)

آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کرے آپ تو ہماری آنکھوں

کے سامنے ہیں۔

گویا ساری زندگی آپ کی بحفاظت اجاڑی رنگ میں زرتی رہی تا آنکہ آپ نے
اپنے مقصد و جود کو پورا کر لیا اور حق تبلیغ رسالت کا ادا کر لیا۔

ہمارے رسول ﷺ کے خوراق و مخزات میں سے ایک بہت ممتاز آپ کا وصف امتیت
ہے۔ جو شخص ایران ہندوستان مصر عراق یمن عمان درو ما کے غریب و سخت و ادبش کے پرورد
کے بعد آیا وہ کسی مصداق معنی میں ملو مصری کا ناقض اجل ہونا گوارہ معمولی طور پر بھی
بڑا دکھانا تھا اور وہ اپنی لائی ہوئی کتاب اور اپنے قول و فعل سے دنیا کے بڑے بڑے

اہل ہر کے نزدیک یہ اتانی کی زندگی میں پیش آیا تھا۔
اور دوسرا مشہور واقعہ شق صدر کا ہے جو حضور کے بچپن میں پیش آیا تھا۔ جزئیات و
تفصیلات کے ساتھ تو کتب البتہ ابلاغ اس کی طرف اشارہ اس مشہور آیت میں مل سکتا ہے۔

الم نشرک لك همدرك. (الانشراح)

کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سیدہ کھول نہیں دیا؟

سوانح نبوی کا ایک بڑا معرکہ الآراء واقعہ معراج نبوی ہے اور عام اہل سنت کے ذہن میں
اس کا شمار اہم ترین معجزات نبوی ﷺ میں ہوتا ہے اور حدیث و سیر کی کتابیں اس کی تفصیلات
سے بھری ہوئی ہیں۔ بنیادی حیثیت سے وہ بالکل الگ الگ جڑ اس واقعہ عظیم کے ہیں۔ اور
قرآن مجید سے بھی دونوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ گو ہر جڑ کی تفسیر و تعبیر متعدد پہلوؤں کی
حاصل ہے۔ پہلا جڑ حرم مکہ سے بیت المقدس تک رات و رات سفر سے متعلق ہے۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام فی المسجد

الاقصی الذی بلوکنما حوالۃ لدریۃ من ابلیس (بنی اسرائیل ع ۱)

پاک ہے وہ ذات جو رات و رات سے لگتی اپنے بندہ (خاص) کو مسجد حرام

(عجہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرد و پیش ہم نے برکت

دے رکھی ہے تاکہ ہم اپنے اس (بندہ) کو اپنی کچھٹائیاں دکھائیں۔

مکہ معظمہ سے یروشلم کا فاصلہ سیکڑوں میل ہے۔ طے کرنے میں اس وقت بہتوں نہیں
میںوں کی مدد تک جاتی تھی اتنا لمبا فاصلہ ایک رات کے اندر ہی اندر طے کر لینا عیناً ایک
معجزہ بہت بڑا انگو بہت تھا۔ قرآن مجید نے معجزہ کے اس جزو کی تصدیق ہی نہیں کی خود اس کی
روایت کی۔

معجزہ کا دوسرا جزو پہلے سے بھی اہم تر عجیب تر ہے۔ اور وہ میر آسانی سے متعلق ہے۔

یہ کہتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل کچھ شک کر بھی سکتے تھے۔ یعنی اس وقت
ان باطل پرستوں کو یہ کہنے کی گنجائش کچھ نکل بھی سکتی تھی کہ آدمی بڑے لکھے
ہیں۔ کہیں سے لے لیا کہ ان کی تعریف کر ڈالی۔

یہ سب انکار صریح تو آپ کی کتابی اور ظاہری تعلیم سے ہوا، ایک جگہ آپ کی
فعل نبوت کی معنوی تعلیم کی بھی نفی کی ہے۔

وما کنتم تدرون مال الکتاب ولا الایمان. (الشوری ع ۵)

اسی اہمیت ہی کے اعجاز کو نمایاں تر کرنے کے لیے ایک جگہ تاریخ قدیم کے واقعات کو
بیان کر کے ارشاد ہوا ہے۔

وما کنتم تعلموا انت ولا قومک من قبل هذا. (سورہ ہود ع ۴)

ان کا علم نہ آپ کو تھا نہ آپ کی قوم کو اس (نزل قرآن) سے قبل۔

سلسلہ معجزات میں حدیث و سیر کی کتابوں میں دو واقعات کا ذکر شدہ مد سے آیا ہے، ایک
اس میں سے معجزہ شق القہر ہے، قرآن مجید کی جس آیت میں یہ ذکر ہے، گو اس کی تعبیر و تفسیر
مختلف طریقوں سے کی جا سکتی ہے اور یہ لازمی نہیں کہ اس کے متعین طور پر یہی معنی لیے
جائیں۔ پھر بھی اگر اس کو حیات نبوی کا ایک مسلم واقعہ سمجھا جائے تو قرآن مجید اس کی تائید
کے لیے موجود ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروایۃ یعرضوا ویقولوا

سحر فستمر. (القمر ع ۱)

قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے اور چاند شق ہو گیا اور یہ (کافر) لوگ تو کوئی
ساحبی نشان دیکھیں اس سے اعراض ہی کرتے رہیں اور کہیں کہ یہ تو جادو ہے
جو سدا سے ہوتا آیا ہے۔

وفاقی کا تعلق نہیں۔

قرآن مجید کے صفحات کے اندر متعدد واقعات سے متعلق جو اس وقت تک معرض وقوع میں نہیں آئے تھے۔ چنانچہ گویاں موجود ہیں۔ کہیں علی اور کہیں فاطمہؓ، جو آئے چل کر تمام تر صحیح ثابت ہوئیں۔ مثلاً فتح خیبر فتح مکہ۔ عہد رسالت کے بعد کی فتح منہ پان و قس علی خذاء، یہ اخبار بالغیب براہ راست قرآنی سے متعلق ہے اور ایسی چیزوں کا شمار معجزات قرآنی ہی کے ماتحت ہے، لیکن چونکہ یہ سارے دعویٰ نبی ﷺ ہی زبان وحی قرآنی سے ادا ہوئے تھے۔ اس لیے قرآنی معجزات نبوی سے تعبیر کیا جائے جب بھی کچھ بے جا نہ ہوگا۔ ان پگی اور حیرت انگیز پیشین گوئیوں میں سب سے بڑھ کر غلبہ دوم کی پیشین گوئی نکلی وقت کی سب سے بڑی حقیقتیں نہیں شہنشاہیاں مشرق میں ایران اور مغرب میں روم کی تھیں۔

ایران (عراق) میں اپنے حریف روم کو زبردست اور کامل شکست دے چکا تھا اور مادی خارجی اسباب کے لحاظ سے اس کی مطلق توقع نہ تھی کہ رومی مستقل قریب میں کچھ بھی عوض اپنی شکست قاش کا لے سکیں۔ لیکن قرآن مجید نے اسی وقت بے دھوک خبر دے دی اور مخالفین کے جم غفیر کو سنا دی کہ رومی چند ہی سال کے اندر از سر نو فتح مند ہو جائیں گے۔

غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون
فی بضع سنین لله الامر من قبل ومن بعد یومئذ ینفخ
المؤمنون بنصر الله ینصر من یشاء وهو العزیز الرحیم وعد
الله لا یمخلف الله وعدہ۔ (الروم ۱۷)

رومی قریب تر سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن وہ مغلوب ہونے کے بعد
چند ہی سال کے اندر پھر غالب آجائیں گے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہر اختیار ہے
پہلے بھی ایسی جگہیں تھیں اور اس روز مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جسے

قرآن مجید نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اس کی خاصی تفصیلات بھی بیان کر دیں۔

علیہ شہید القوی ذو مزة فلسطوی وهو یافق الاعلیٰ ثم دنی
فتدلی فکان قلب فوسین اواننی۔ فلو حی الی عیدہ ما لوحی
ملکذب الفؤاد لما رای انفسا رونة علی ملیزی۔ (النجم ۱۷)
(ان پیغمبر) کو سہلوات ہے بڑی قوت والا (فرشتہ) پیدا کنی طاقتور، پھر وہ وزو اصلی
صورت پر ظاہر ہوا اس حالت میں کہ وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔ پھر وہ وزو یکب
ہوا اور زیادہ وزو یکب ہوا۔ سو دو کمانوں کا قاصد رو کیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ نے
اپنے بندے پر وحی نازل کی (ان کے) قلب نے کوئی غلطی نہیں کی دیکھی
ہوئی چیز ہیں تو کیا تم ان سے نزاع کرتے ہو ان چیزوں میں جو ان کی دیکھی
ہوئی تھیں۔

یہاں ابھی فتح نہیں ہوا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے۔

ولقد رآه نزلة اخری عند سدرة المنتهی عندها جنة المأوی
انیغشی السدرة ما یغشی ملازغ البصر وما طغی لقد رای من
آیات ربہ الکبریٰ۔ (ایضاً)

اور انہوں نے اس (فرشتہ) کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرة المنتهی کے
قریب کہ اس کے قریب جنت المأوی ہے جب کہ اس مدد کو لپٹ رہی
تھیں۔ جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں۔ ان (پیغمبر) کی نگاہ تو جتنی نہ بڑھی تھی
انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے عجائبات دیکھے۔

منہوی ترجمہ آجوں کا آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ رہی ان مشاہدات و کیفیات کی
جزئی تحقیق تو اس کے لیے موزوں دوسری جگہیں ہو سکتی ہیں۔ سیرت نبوی قرآنی سے ان

چہ ہر دور سے دے وہ غالب ہے رحیم ہے اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کو کبھی نہیں توڑتا۔

دس سال بھی نہیں گزرنے پائے تھے، تاریخ کا بیان ہے کہ ابھی کل نو سو سال قبل یعنی ۶۲۵ء کہ روم کو نہ صرف فتح کامل ایران پر حاصل ہو گئی اور یہ یاد میں تازہ کر لیجئے کہ قرآن مجید نے انفسی بضع سنسنیں، چند سال کے اندر کا استعمال کیا تھا اور زبان عربی میں بضع کا اطلاق نو سو سال تک ہوتا بھی ہے، مشہور راہر پر مورخ کہتے ہیں صدیوں بعد گواہی دی کہ چشتین کوئی کے وقت اس چشتین کوئی سے بڑھ کر کوئی چیز بعید از حق نہ تھی۔

مہجرات اہل کا ذکر آچکا، مہجرات نبوی کی ایک نوعیت یہ بھی تھی کہ کبھی کسی واقعہ غلطی سے حضور ﷺ کو غیب سے اطلاع ہو جاتی تھی اور آپ ﷺ کے قریب والے تک آپ کی اس غیب دانی سے حیران رہ جاتے تھے ایک بار ایک نبوی صلیب سے آپ ﷺ نے کوئی بات راز میں فرمائی انہوں نے راز داری کے اس اہتمام کے ساتھ وہ بات دوسری نبوی تک پہنچا دی یہ راز غلطی کا راز آپ ﷺ پر غیب سے ظاہر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان پہلی نبی صلیب سے سوال کیا ان بظاہر نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کو یہ خبر کیسے لگ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر میرے خدا سے داتا دینا سے پہنچا دی۔

فلما نذاہابہ قلت من انہا ہذا قال نبائی العظیم الخیر۔ (التحریم ۱)

جب آپ نے ان پہلی نبی کو بتایا تو انہوں نے (حیرت سے) پوچھا کہ آپ

کو یہ خبر کس نے دی آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی خدا سے عظیم و خیر نے

اور شخص واستقصاء سے کام لیا جائے تو اس طرح کے اور بھی واقعات کے اشارے

قرآن مجید میں مل جائیں گے۔

تبلیغ اسلام حضرت مولانا طارق امین

بہارِ علم و فطرت
پاکستان ہے

ماہنامہ

الاسلامی

دنیا کے اسلام کے عظیم مبلغ حضرت مولانا طارق امین کے علم کے غلطیات، ارشادات و موعظہ اور سطرانے تبلیغی طرز کی دلچسپ کا رنگر ازبان، ان کے سحر انگیز جاذب سے وابستہ ہونے والے لوگوں کی آپ بیتان، ان کے عقیدات ترین مسئلہ غلطی کے کامیابی کا راز اور وہ بہت توجہ جس کی جاسے (انسان کی ضرورت ہے) آج ہی رابطہ کیجئے کافی مخلوق کیجئے۔

ماہنامہ اسلامی کا اندرون اور بیرون ممالک سے دعوتی و تبلیغی ذہن رکھنے والے شخص نما گدگان کی

فوری ضرورت ہے

جو الہامی کے لیے مولانا طارق امین صاحب کے بیانات ارسال کریں، الہامی کو چاہیائیں صحافی طرز پر تبلیغی کارکردگی میں، جو ملی لائق کے ساتھ آج ہی رابطہ کیجئے۔

محمود الرشید صدیقی

2013ء صدارتی کونسل، اسلام آباد
ماہنامہ اسلامی، فیروز پور، لاہور، 54600